

خواتین کے لیے صاف ستھرا قلمی ادب

آنچل

aanchalpk.com aanchalnovel.com

سنگین و سنگین

قیمت = 60 روپے

آنچل

جلد نمبر 40

شماره نمبر 01

اپریل 2018

اشتہالات اور دیگر معلومات
0300-8264242

زینب النساء
مشاق عترت
تیسرا
سیدنا
ناہر عترت
جریبا
رہنما

بان سید
سید اچال
سید
ناب سید
گوبال سید
مایہ سون


رکن آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپر ذیلیڈیٹر
رکن چیئر مین آف کامرس

aanchalpk.com

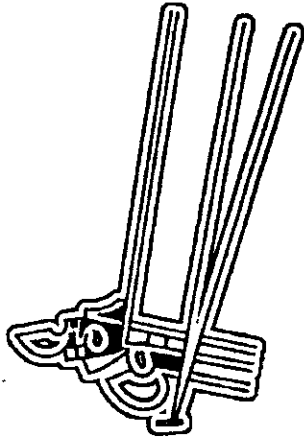
aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

 /Naeyufaq Aanchal &
Hijab official group

 /women.magazine



ابتدائیہ

- 14 مدیہ سرگوشیاں
15 ظفر محمد خان ظفر حمد
15 ریاض سہروردی نعت
16 مدیہ درجواب آل

دانش کدہ

- 20 مشتاق احمد قریشی الکوشر

ہمدانچل

- 23 ملیہ احمد ام سلمیٰ / نانیاہ اناط
حنا گل / سائرہ داؤد

سرورے سالگرہ

- 26 سعیدہ نثار مجھے یاد ہے ناں

سلسلہ ناول

- 72 اقر صغیر احمد تیرنی الف کے گہوڑے تک
106 نازینول نازی شہجرج کی پہلی باش

مکمل ناول

- 34 یاسین نشاط وہ جو اک میں تھا

- 168 سمیرا شریف طہ جنون عشق تک

- 142 صدف آصف دل کی بساط پر

افسانہ

- 62 رفاقت جاوید خوشنما اعلان مرض
94 طلعت نظامی عبرت کا مقام
102 سلمیٰ فہیم گل آپنچل تیرا شکریہ
132 نزہت جبین ضیاء دکھایا کہ بیچ گلوں میں
190 سباس گل لگ چھپ جانا
202 ماورا اطمحہ آپنچل کے سائے تلے
208 روضانہ آفتاب ایک دن کی دعوت

انٹیکل

- 212 فائزہ بھٹی آپنچل باؤس
214 گل مینا خان مجھے تم سے پیار ہے



سرورق: مدیہ رضوی آرائش: روز بیوٹی پارلر..... سکاکی: موی ارشا

مستقل سلسلے

238	جویریہ مالک	217	یادگار لمحے	طلعت نظامی	218	ہومیوکارنر
241	شہلا عامر	219	آئینہ	میمنہ رومان	219	بیاض دل
251	شمالہ کاشف	221	ہم سے پوچھیے	طلعت آغاز	221	دشمن مقابلہ
254	ہدیہ ڈاکٹر ہاشم مرزا	224	آپ کی صحت	روبین احمد	224	بیوٹی گائیڈ
257	حناء احمد	226	گاکی باتیں	ایمان وقار	226	نیزنگ خیال
000	قائین	232	کترینین	ہما احمد	232	دوست کا پیغام آئے

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”جس گھر کے دروازے رشتے داروں کے لیے بند اور جس گھر میں رات دیر تک جاگنے اور صبح دیر سے اٹھنے کا رواج ہو جائے تو وہاں رزق کی کمی آگئی اور بے برکتی کو کوئی نہیں روک سکتا۔“ (صحیح مسلم: 6574)

سنگریا

مدیرہ

استقام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپریل ۲۰۱۸ء کا آچل بطور سالگرہ نمبر حاضر مطالعہ ہے۔

آج یہ سطور تحریر کرتے ہوئے یاد دہانہ محسوس کر رہی ہوں، کچھ مجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے اور کیا نہیں، گزشتہ ماہ بھی آپ کے سامنے کاغذ اور دیگر اشیاء کی ضروری جو طباعت اور آپ تک پہنچانے میں مدد دیتی ہیں ایک دم سے مہنگا ہو جاتا ہے پرچے کی ترسیل مختلف ذرائع سے ہوتی ہے ایک ڈاک خانے اور تمام بڑے شہروں کو ریلوے کے ذریعے کاغذ، طباعت جلد بندی کے ساتھ ساتھ ڈاک کا خرچ بھی آسمان سے باتیں کر رہا ہے ادارے کے افراد پریشان ہیں کیا آپ کے ان محبوب پرچوں کو بند کر دیا جائے آخر قیمت کہاں تک بڑھائی جاسکتی ہے جن اداروں نے اپنے پرچوں کی قیمتوں میں اضافہ کیا ہے ان کی اشاعت میں نمایاں کمی دیکھنے میں آئی ہے یقیناً آج کے مہنگائی کے دور میں اشیاء کی ضروری ہیں ان کی خریداری مقدم ہے رسائل و جرائد کو تفریح میں آتے ہیں انہیں ضروریات زندگی میں فوقیت نہیں دی جاسکتی، ہم خود حیران و پریشان ہیں کہ آخر کیا کریں آپ کا یہ ڈائجسٹ جب جاری ہوا تو اس وقت قیمت صرف دو ڈھائی روپے تھی اب مہنگائی کے ہاتھوں بڑھتے بڑھتے ساتھ روپے ہو چکی ہے جبکہ معاصرین جرائد نے تو قیمت ستر روپے کر دی ہے وہ مزید اضافے کی تیاری کر رہے ہیں آپ ہی بتائیں کہ ہم کیا کریں ڈاک کا ریسٹ نہ ہمارے بس میں ہے نہ ہی آپ کے کاغذ کی قیمت بین الاقوامی مارکیٹ میں اٹھارہ روپے گلو سے بڑھتے ہوئے پچانوے چھانوے روپے گلو تک پہنچ چکی ہے اور مزید اضافے کی خبریں آرہی ہیں آپ کے مشورہ کی روشنی میں ہم کوئی فیصلہ کرنے کے قابل ہو سکیں گے ایک تجویز یہ بھی آئی ہے کہ قیمت میں اضافے کے بجائے پرچے کو کتابی سائز پر لایا جائے جو فی الحال ممکن نہیں ہے یا پرچے کے کچھ صفحات کم کر دیے جائیں اس بار بھی کاغذ جس وقت اور دشواری سے ملا ہے اللہ ہی جانتا ہے کیا کریں کیا نہ کریں کچھ مجھ میں نہیں آ رہا کچھ مشورے آپ ہی دیں تاکہ کوئی راہ بھٹائی نہ آپ کی رہ نہ مائی سے ہمیں کچھ فکری تسکین ملے گی۔

سالگرہ کے اس موقع پر ہم اپنی معنویتیں جواب بھی ہمارے ساتھ ہیں اور وہ بھی جو راہ عدم سدھار گئیں لیکن اپنے قلم سے ہمارے ساتھ تعاون کرتی رہیں دونوں کے مشکور ہیں اور اپنے ساتھیوں کے بھی جو ہر قدم پر آچل ادارے کے ساتھ ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ ہم سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے آمین، اب بڑھتے ہیں اس ماہ کے ستاروں کی جانب۔

اس ماہ کے ستارے

رفاعت جاوید، طلعت نظامی، سلمیٰ فہیم گل، ہزہمت جبین، فیاض، صدف، صفہا گل، مایور، الطحا، مدیحہ، آفتاب، اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حکومت

نعت

مرے افکار کو سوغات توانائی دے

مرے معبود مری فکر کو رعنائی دے

تو نے مہکایا ہے پھولوں کو گلستانوں کو

مرے شعروں کو بھی دنیا کی پزیرائی دے

مرے افکار کے دریا میں اٹھا برقی رو

مرے اشعار کو گہرائی دے گیرائی دے

مرے مولا مرے اشعار ہیں اولاد مری

مری اولاد کو دانائی دے بینائی دے

زہر گنج نبی سے نیے ہوئے جاتے ہیں بدن

مرے آقا ہمیں تریاق شناسائی دے

بتلا سارا جہاں کرب کے سرطان میں ہے

مرے مالک مجھے اعجاز مسیحائی دے

سرکار یہ نام تمہارا سب ناموں سے ہے پیارا

اس نام سے چکا سورج اور چکا چاند ستارا

ہوا ہر سو خوب اجالا ہوا روشن عالم سارا

مرا نام کرے گا روشن دو جگ میں نام تمہارا

ہر وقت عطا پر ہم نے دیکھا ہے تمہیں تو مال

در پاک پہ آیا جب بھی کیسا ہی کوئی سائل

اے رحمت عالم تم نے اے

مرا نام کرے گا روشن دو جگ میں نام تمہارا

لہروں نے یہ میری کشتی ہے چاروں طرف سے گھیری

سرکار خبر لو میری سرکار خبر لو مری

ملے مجھ کو عافیت کا مرے آقا جلد کنارا

مرا نام کرے گا روشن دو جگ میں نام تمہارا

مری عرض خدا مان لو مرے حال پہ مجھ کو نہ چھوڑو

ذرا اپنی نذر عنایت یکس کی طرف بھی پھیرو

بے کس کا تم ہو سہارا بے چارے کا تم ہو چارا

مرا نام کرے گا روشن دو جگ میں نام تمہارا

ظفر محمد خان ظفر

ریاض سہروردی



مدیرہ

انیلا طالب..... گوجرانوالہ

ڈیز اینلا! جیتی رہو آپ کی ارسال کردہ خبر پر بڑھ کھڑا ایک خدا کا بڑھ ڈالی آپ نے سید گھرانے کے امام کی غربت اور لوگوں کی بے حسی کا تذکرہ کیا ہے جہاں غربت کے انھوں وہ مجبور ہے اور کوئی اس کی بات براۓ میں حتیٰ کہ اولاد بھی نہیں پوری خبر میں امیری اور غریبی کا فرق بخوبی قائم رکھا گیا ہے لیکن کہانی کا کوئی انجام نظر نہیں آساوئے ہیرو ہر دن کی محبت کے بانی کرداروں کے ساتھ تو یہ نا انصافی ہے جب آپ نے ظلم اٹھایا ہے تو ان کا بھی کوئی منطقی انجام ضرور دکھائیں ورنہ یہ منطقی نتائج نہیں لکھائے گی ان باتوں کو مد نظر رکھ کر اس کہانی میں ترمیم کر کے از سر نو ارسال کریں امید ہے محنت اور کوشش جاری رکھیں گی۔ جبکہ دیگر مضامین پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے آگاہ کر دیں گے۔

نور المصباح شہزادی..... تھڈیاں قصور

ڈیز نور! اسدا سہمی رہو آپ کی تحریریں مختلف ہوجاتی ہیں اور ہمارے پاس محفوظ ہیں جلد اشاعت کے مراحل بھی طے کر لیں گی جس خبر کا آپ نے آخر میں ذکر کیا ہے وہ ابھی پڑھی نہیں گئی ان شاء اللہ جلد بڑھ کر اس کے بارے میں آگاہ کر دیں گے آپ دفتر کے نمبر پر رابطہ کر سکتی ہیں۔

بیلا حسین..... گوجرانوالہ

عزیزی بیلا! ایک جگہ جیو! آج کل کی پسندیدگی اور پزیرائی پر بے حد ممنون ہیں اگر آپ ایسا سوچتی ہیں اور ہر کہانی میں چھپا مثبت پیغام آپ کے شعور میں اضافے کا سبب بنتا ہے تو یہ بات ہمارے لیے باعث فخر اور قابل رشک ہے ہمارا اصل مقصد بھی کہانی کے پھیلنے میں اصلاح اور رہنمائی کا ہی ہے جب آپ جیسے باذوق قارئین اس اصل مقصد تک پہنچ جاتے ہیں تو ہم بھی اپنی کوشش میں کامیاب سمجھتے ہیں آپ کی شاعری متعلقہ شعبے میں ارسال کر دی ہے قبول و رد کا فیصلہ ہیں طے پاتا ہے اگر پرچے کے معیار کے مطابق ہوئی تو ان شاء اللہ جلد لگ جائے گی۔

حمنی اقبال..... ننکانہ صاحب

ڈیز حمنی! شاد و یاد رہو آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی اور یہ سوال نامہ بھی اچھا لگا، بہر حال دل کا اچھا ہوتا تو اچھی بات ہے اور اگر اس دنیا کے لوگ آپ کے اچھے کاموں اور بھلائی کا بدلہ بھلائی سے نہیں دیتے تو مایوس ہونے کے بجائے اپنی نیکی اور اچھائی کا صلہ اس ذات پر چھوڑ دیجئے جو کسی نیک عمل اور کام کو ضائع نہیں کرتا اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی تمام مشکلات کو دور فرمائے اور ہم سب کے لیے آسانیاں عطا فرمائے آمین۔

شائستہ جٹ..... چیچہ وطنی

ڈیز شائستہ! اسدا خوش رہو آپ میں لکھنے کی صلاحیت تھی تو ہم نے آپ کو پلیٹ فارم آجکل و جاب کی صورت مہیا کیا اس کے لیے شکریہ کی ضرورت نہیں ہمارا کام آپ کی پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کر کے سب کے سامنے ان خوبیوں کو منوانا ہے اور اگر آپ محنت و کوشش جاری رکھیں گی تو لکھنے میں مزید بہتری آئے گی دیگر مستقل سلسلوں میں شرکت کے ذریعے بھی آپ ہر ماہ آجکل کا حصہ بن سکتی ہیں۔

مصباح بنوئی..... فیصل آباد

ڈیز مصباح! اسدا سہماں رہو جب تک یہ طور آپ کی نظروں سے گزریں گی آپ پیادیں سدا جاری ہوں گی بے شک ایسے لحاظ جہاں خوشیاں لگاتے کرتے ہیں وہیں انجانے خدشات اور دوسرے بھی دل میں جنم لیتے ہیں ہماری دعا ہے اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو اس زندگی میں بہت سی خوشیاں عطا فرمائے اور آپ کے والد صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے آمین۔ تعارف جلد شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ارم کمال..... فیصل آباد

عزیزی ارم! اسدا شاد و یاد رہو امید ہے اس وقت آپ بے حد خوش اور سرور ہوں گی اور کیوں نہ ہوں کہ آپ ماشاء اللہ سے دوسری بار تانی کے عہدے پر چھوٹے نواسے نے فائز کر دیا آپ نبی کے پاس کراچی آئی ہوئی تھیں اور اسے گھر لوٹ گئی بے شک ایسے میں جب ہم دور ہوتے ہیں تو اپنا گھر بے حد یاد آتا ہے اللہ سبحان و تعالیٰ سدا گو ہیں کہ آپ کے بچوں کو دین و دنیا کے تمام امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ ہم بھی ہر ماہ آپ کی شرکت کے منتظر رہتے ہیں اور یوں یہ نصف ملاقات بے حجاب لگتی ہے۔

انعم زہرہ..... ملتان

میں بساے شرکت کرتی ہیں تو کشمیر کی اس پیاری سی لڑکی کا دل ہم بھی نہیں توڑ سکتے اور سب کے لیے ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ نگارشات ضائع کرنے کے بجائے آئندہ ماہ ضرور لگ جائیں۔ آریکل آچل میں نہیں لگ سکا تھا اس لیے معذرت کی تھی اور حجاب میں گنجائش تھی تو ہاں لگا دیا شکریہ کی ضرورت نہیں یہ آپ بہنوں کا ہی پرچہ ہے اور اس پر آپ سب کا حق ہے افسانہ بڑھ کر جلد اپنی رائے سے آگاہ کر دیں گے آپ کے ذوق و شوق کو دیکھتے امید ہے کہ جلد آپ کا شمار بھی اچھا لکھنے والوں میں ہوگا جس محنت اور کوشش جاری رکھیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کے تمام معاملات میں آسانی عطا فرمائے آمین۔

حمیرا قریشی..... حیدر آباد سندھ

پیاری حمیرا! سدا سدا ہوا آچل کی پسندیدگی کا شکریہ آپ کی تحریر جلد حجاب میں شامل کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ آریکل کا آچل سالگرہ نمبر ہونے کی وجہ سے اپریل کی خصوصی تحریریں اپنی جگہ نہیں بنائیں اور زیادہ تر سالگرہ نمبر کی خصوصی تحریریں شامل کی جاتی ہیں۔ بہر حال ماہوں مت ہوں جلد آپ کی تحریر شامل کریں گے اپنی مصروف زندگی سے وقت نکال کر یوٹی وی اپنی رائے پسند و ناپسندیدگی کا اظہار کرتی رہا کریں۔ جزاک اللہ۔

عائشہ نور محمد..... کراچی

ذیہرہ عائشہ! سدا سدا کن رہو آپ سے طویل عرصہ بعد یہ نصف ملاقات بہت اچھی لگی آپ کا کہنا بجا ہے کہ آپ کے دونوں ناول ہمارے پاس محفوظ ہیں ہماری طرف سے اطمینان رکھیں کہ آپ کے ناول کو کتاب کی صورت میں ہرگز نقصان نہیں پہنچائیں گے آچل کے سالگرہ نمبر سے فراغت کے بعد جلد لگانے کی کوشش کریں گے جی کا انداز اور خوب صورت حجاب دونوں پسند آئے اور اس میں ایک اچھی ماں کی تربیت کا عکس بھی بخوبی واضح ہو گیا ”ذکر اس پری دش کا“ آپ بھی لے کر حاضر ہو جائیں ہم جلد حجاب میں لگا دیں گے۔ اسی ہمارے بھی پری سے بھی ملاقات اور تعارف ہو جائے گا اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو صحت و تندرستی سے بھرپور زندگی عطا فرمائے اور سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

ریحانہ اعجاز..... کراچی

ذیہرہ ریحانہ! جگ جگ جہو آپ کی تحریر ”ذیہرہ تیری دنیا یا رب“ بڑھ ڈالنی موضوع کا چناؤ اچھا اور بہتر ہے ہمارے معاشرے کے کچھ حقائق کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے

عزیزی اہم! جگ جگ جہو آپ کا مفصل خط پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوا کہ ہم کسی حد تک اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے آپ کی پہلے والی اپوی اور رنجیدی کافی حد تک کم ہو گئی۔ ہماری دعا ہے کہ جلد از جلد آپ کی زندگی سے غموں کا سایہ دور ہو جائے اور بہت سی خوشیاں آپ کے نصیب میں لکھ دی جائیں آمین۔ ہر اچھے اور برے وقت میں اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ خوشی اور غم سب اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے اپنے پسندیدہ بندوں پر آتے ہے اور اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت بھی ہوتی ہے ہماری بھلائی کے لیے لیکن ہم جیسے نادان بندہ بشران باریکیوں کو سمجھ نہیں پاتے اور غلطیوں میں گھر جاتے ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے آمین آچل کی پسندیدگی کے لیے مشکور ہیں۔

شبنم حنیف..... لاہور

پیار شبنم! جیسی رہو طبیعت کی غلطی کی بنا پر غلطیاں ہو جاتی ہیں بہر حال آپ بھائی کو سمجھا دیتیں کہ یہ کوئی اور نہیں بلکہ میں ہی ہوں اور میرا ہی نام ہے آپ نگارشات کے لیے کسی بھی طرح کے صفحات استعمال کر سکتی ہیں لیکن ہر سلسلے کے لیے علیحدہ صفحہ ہواور ہر سلسلہ پر اپنا نام اور شہر کا نام ضرور لکھیں اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو دین و دنیا کے تمام امتحانات میں سرخروئی و کامیابی عطا کرے آمین۔

اقرا مزمل..... ظاہر پور

عزیزی افر! سدا سدا کن رہو آپ کے مفصل خط سے تمام حالات کا بخوبی اندازہ ہوا بے شک والدہ کا ایک ہیڈنٹ اور پھر تین چار ماہ کی علالت آپ کے لیے بے حد نقصان اور تکلیف و مرحلہ ہوگا مگر کئی ساری روٹیں اور چہل پہل ہی ماں باپ کے دم سے ہی ہوتی ہے اور برکت کا سبب بھی یہی بزرگ ہستیاں ہوتے ہیں آپ نے ان کی خدمت کر کے اپنی عاقبت سنواری بہت اچھا کیا اب آپ اپنے گھر کی ہیں اور آپ کی والدہ بھی صحت یاب ہو گئی ہیں بہت اچھی بات ہے ہماری دعا میں آپ کے ہمراہ ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو بہت خوشیاں عطا فرمائے اور آپ کی والدہ کا سایہ سدا آپ کے سر پر سلامت رکھے آمین۔

زعبیہ روشن..... آزاد کشمیر

پیاری زعبیہ! سلامت رہو آپ کا مفصل خط پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی آپ اتنی دور سے ہماری محبت اور نسیبت کو دل

آپ کی مشکلات اور دیرپائی کا خیال کرتے خط کا جواب حاضر ہے آپ دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کر سکتی ہیں اور ہر سلسلہ کے لیے علیحدہ صفحہ کا استعمال کریں اور ہر سلسلہ پر اپنا اور شہر کا نام ضرور لکھیں۔

گلشن چوہدری..... گجرات

ڈیر گلشن! جیسی رہو آپ کا متصل خط موصول ہوا اور آپ کی رنجیدگی کا اندازہ بھی ہو گیا لیکن کہانی کے ناقابل اشاعت ہونے کو اپنے لیے محنت اور کامیابی کا ذریعہ بنائیں ہر کوئی اسی طرح رد ہونے کے بعد ہی کچھ بہتر اور اچھا لکھ پاتا ہے اور اگر اس طرح اپنی ناکامی پر بایں ہو کر کوشش ہی ترک کر دی جائے تو آج یہ جو مصنفین آپ کے سامنے ہیں یہ بھی گمنامی کی زندگی جی رہی ہوتی! آپ پہلے مطالعہ پر توجہ دیں اور پھر کہانی کے لکھیں کیونکہ لکھنے کے لیے مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ جبکہ آپ کی تحریروں میں انداز تحریر کی کمزوری بے حد نمایاں ہے ایسے میں ہم چاہ کر بھی قبولیت کا درجہ نہیں دے سکتے کیونکہ پرچہ کے معیار پر آپ بھی مجھوت نہیں کریں گی امید ہے ان باتوں کو سمجھتے محنت اور کوشش جاری رکھیں گی۔

تانیہ الطاف..... راولپنڈی

عزیز تانیہ! سدا مسکراؤ مصنفہ بننا آپ کا خواب ہے تو اس کے لیے محنت لگن اور کوشش بھی لازم ہے ایک دو بار کی ناکامی سے اتنا پاموش اور کفر نہ ہونا آپ کے خواب کو حقیقت کا روپ ہرگز نہیں دے پائے گا ہر مصنفان مراحل سے گزر کر ہی اس بلندی پر پہنچتا ہے ہر کسی کو آزمائش اور مصائب سے گزرنا پڑتا ہے جب ہی اپنی پہچان اور مفروضہ مقام بنانا پڑے گا آپ کی یہ تحریروں ناقابل اشاعت بھی ہیں تو اپنی خامیوں کو دور کریں انداز تحریر میں چمکی حاصل کریں کہانی پر گرفت مضبوط رکھیں منظر نگاری اور برجستہ مکالمات سے کہانی میں حسن اور دلکشی پیدا کریں تاکہ آپ کی تحریروں میں انفرادیت نظر آئے امید ہے ان باتوں کو ہمیشہ مد نظر رکھیں گی۔

صفیہ مہر..... خانیور

ڈیر صفیہ! سدا شاد و باد رہو آپ کے متصل خط سے تمام باتوں کا اندازہ ہوا آپ نے جن تحریروں کا پوچھا ہے وہ کافی پرانی ہیں اور ناقابل اشاعت میں ان کا نام دیا جا چکا ہے محبت ہم قدم بھی عبرت خواہش کا لباس، عملی لڑکی اور ستارہ ان کے لیے معذرت خواہ ہیں وجہ آپ کا انداز تحریر بے حد کمزور ہے ابھی لکھنے سے پہلے مطالعہ پر توجہ دیں دیگر مصنفین اور ان کے انداز تحریر کو بخوبی دیکھیں اس سے لکھنے میں مدد ملے گی آریکل

ہمیں بھی موضوع کے لحاظ سے پسند آیا لیکن آپ کا انداز تحریر بے حد کمزور ہے ڈائلاک لکھنے کے انداز میں چمکی نظر نہیں آ رہی آپ کی ہر کوشش پر محنت اور کوشش کے ساتھ ساتھ دیکھیں دیگر رائٹرز کے ڈائلاک لکھنے اور منظر نگاری کے انداز کو بھی مد نظر رکھ کر قلم اٹھائیں بہتر لکھنے میں مدد ملے گی امید ہے اس ناکامی کو اپنے لیے کامیابی کا زینہ بنائیں گی۔

فرح طاہر..... ملتان

عزیز فرح! شاد و باد رہو آپ اور آپ کے بھائی کے ایکڈنٹ کی خبر سن کر بے حد دکھ ہوا ہے شک اپنے قریبی عزیزوں اور بالخصوص اپنے بہن بھائی کی تکلیف ہے حد کرب و دکھ میں مبتلا کر دیتی ہے آزمائش کی ان گھڑیوں میں ہماری دعاں ہیں آپ کے ہمراہ ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ آپ اور آپ کے بھائی کو صحت یابی عطا کرے اور آپ بہن بھائیوں کا ساتھ تا قیامت قائم و دائم رکھے آمین۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کے منتس ہیں۔

فوزیہ فانیہ مہر..... لاہور

پیاری فوزیہ! سدا خوش رہو آپ کی تحریروں میرے ساتباں موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن ابھی مزید محنت کی ضرورت ہے تاکہ آپ الفاظ کا چناؤ اور موضوع پر گرفت اختتام تک قائم کر سکیں یہ تحریروں بنا پر اپنی جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری ہے امید ہے محنت کرنے کے ساتھ کوشش جاری رکھیں گی۔

رابیعہ بھٹی..... فیصل آباد

عزیز رابعہ! سدا مسکراؤ! آج کل کی سالگرہ آپ کو بھی مبارک ہو آپ کل کو پسند کرنے سراہنے اور تحریفی کلمات سے نوازنے کا بے حد شکر ہے آپ کی محبت آپ کے تحفے میں ہمیں بخوبی نظر آ رہی ہے آپ نے جس محنت اور چاہت سے ہمیں کٹت بھیجا ہے اس کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہیں آپ کی نظم بھی نیرنگ خیال میں شامل کر لی گئی ہے اسلئے بھی شریک محفل رہے گا کہانی کے لیے معذرت۔

مقدس زہرہ..... جھنگ

ڈیر مقدس! خوش رہو پہلی بار بزم آج کل میں شرکت پر خوش آمدید! آپ کی نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے میں بیج دی ہیں جلد قبولیت کا درجہ بھی حاصل کر لیں گی آپ کے کہنے کے مطابق کہ

بڑی مشکل سے پہنچا ہوں
بہت دور سے آیا ہوں

بڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے دے سکیں گے فی الحال ساگرہ
 آنجل کی پسندیدگی کا شکریہ اتر کر مارتھ آپ کی تعریف ان
 سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔
قابل اشاعت۔

قابل اشاعت:

بہارِ رحم تازہ و نغیرِ محبت، حسابِ بس اب ختم کرو اجڑنے سے پہلے تک کا سفرِ محبت بن میں اھوری میرے سائبانِ حیا کے پردے میں گلزارِ ہوس کی بلا عنوانِ میری پیاری ماںِ سخن ملاحیت دنیا کو تلا و تاپا ہوا وہ کون تھا نصیب جاگ گیا انتقام کی آگ سکون کی رات، تم نے نکتِ مجرّمینِ عالمِ شوق کا لاشعار کیسے تیری دنیا یا رب بلا عنوانِ رشتوں کا ٹیکس جہانم تم بن میں اھورا ہے اللہ رکھے اسے کون کھٹے میری پری اھوری محبت بھائی تاغم پاس یا ربادی رنگِ زندگی انتقامِ وہاں غصہ کر

قابل اشاعت:

خاموشی میں سکون نہ رہا شجر آبی لوہا چل جانو ہم سب کا
آ چل نہ رہا نیند طاعون نے جو وزن مسرسل مقدس دل کی بساط
برجائے کے ٹرنے لوہا آ چل کے سائے تلے قناعت نہ دکھو رہا
مگر کچھ گھر میں۔



مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فونو کا پی کی گرا ہے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول ماناؤٹ برطج آزمائی کریں۔

☆ فونو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کر دیا۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ ان کے ازالہ یافتہ کہ یہ جملہ لوگوں کے فتنہ

۱۵ اپنی بہائیاں دوسرے پہاڑ پر سرود و آب سے دریغ
ارسال کیجئے۔ 7، فرید حیمبر ز عبد اللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

ماہم نور انصاری..... حیدر آباد
ڈیڑ ماہ! جگ جگ جیو آپ نے جس انتظار کا ذکر کیا ہے وہ سب کے لیے یکساں ہے اور یہ شک سب ہی قارئین کو یہ انتظار کی گھڑیاں ہے حدیث اور جاسل محسوس ہوتی ہیں لیکن انتظار میں کس کی انتظار لا حاصل نہیں بلکہ آپ کی تحریریں حجاب و آجمل میں شامل ہو جائیں گی۔ "پیوستہ رہ مجھ سے امید بہار رکھ" یعنی آجمل و حجاب کے اس مجرما سیدہ امیں آرا مفرما میں اور ہادی آنے پر جاگ جائیں بہر حال مذاق پر برف آپ کی تحریر جلد لگ جائے گی جبکہ "پندیں خود کو" آپ کی اس تحریر کے لیے سعادت اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو زندگی کے تمام امتحانات میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین۔

نوشین اقبال نوشی..... بدرمرجان

ڈیڑ گھنٹہ! جگ جگ جیو سون مزیلے کے ذریعے آپ کے بھائی کو پیش آنے والے حادثے کا علم ہوا دل سے دعا اٹھ کر اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کے بھائی کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے آمین سوچے بھی اب ان حادثات سے دل ڈرتا ہے اور لب ہر ایک کے لیے دعا گو رہتے ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ سب بہنوں کے بھائیوں کو سلامت رکھے آمین آپ قاری بہنوں سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

صبا الیاس - راولپنڈی

ڈیڑھ سال اسدا سہاگن رہو آپ کی طویل غیر حاضری سے ہمیں بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ کیا دس سدا حاضری ہیں اور شادی کے بعد ذمہ داریاں اور مصروفیات اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ اپنے لیے وقت نکالنا دشوار لگتا ہے یہی آپ کے ساتھ ہوا راطوں میں مسلسل اگرچہ نہ رہا مگر آپ کی ادیں ہمارے ہمراہ ہیں آج ان مصروفیتوں سے وقت نکال کر سالگرہ کی مبارک باد پیش کی بہت اچھا لگا ہماری پابند سے بھی آپ کو بہت سی مبارک باداں لکھو صوماں کے رے پر فائز ہونے پر ڈھیروں مبارک باد قبول کیجیے آئندہ بھی یوہی شرکت کرنی رہے گا۔

مون قريشى.....عبد الحكيم

عزیزی مولن! ایتھما ہسپتال میں کریموکلینیک رہواؤ اور یو کے شائع ہونے پر شکریہ کی ضرورت نہیں یہ آپ سب بہنوں کا پرچہ ہے اور آپ سب کی ہی نگارشات سے سجایا و سنوارا جاتا ہے

سورة النور

مستحق احد شریف

ترجمہ بے شک ہم نے آپ کو بے حد حساب عطا کیا۔ اس آیت مبارکہ کی ازمنہ "نما" سے کی گئی ہے جو تاکید پر دلالت کرتا ہے پھر ضمیر جمع ذکر کی گئی ہے جو تعظیم کا مفہوم دیتی ہے اور یہاں اعطاء کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ اعطاء میں ملکیت پائی جاتی ہے یہاں ماضی کا صیغہ آیا ہے جو حقیق پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ کام ہو گیا ہے علامہ آلوسی لکھتے ہیں اس آیت میں اعطاء کا لفظ ضمیر ظہری کی طرف کیا گیا ہے ایسا تاہم نہیں اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کلکڑ کا لکھ جتایا۔

علامہ آلوسی الکوثر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا نام الہی نہ لگایا جاسکے جب کہ علامہ قرطبی کے مطابق جو چیز تعداد میں قدر و قیمت میں بحدہ اہمیت کے لگاتا ہے بہت زیادہ ہوتا ہے کثر کہتے ہیں ایک چیز جو بڑی اہم اور قابل غور و فکر ہے وہ یہ کہ قاعدہ ہے کہ موصوف کو صفت بدوں کا ذکر ایک ساتھ ہوتا ہے لیکن یہاں صرف صفت کا ذکر ہے موصوف کا ذکر نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت ہے یہ بھی جانتا ہے علامہ کرمانفرانی نے ہیں کہ اگر کوئی ایک چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی ہوئی تو اس کا ذکر نہ کیا جاتا ہے نیز میں تو ان کا ذکر نہ کیا جاتا ہے یہ ہے کہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے وہ بے حد حساب عطا فرمایا ہے۔ کس کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہیں کیا جائے۔ علمِ علمِ جود و کرم حضور نور زعفران جن انعامات و کرامات اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے وہ بے حد حساب ہیں۔

بے شک ہم نے تمہیں کثر عطا کر دیا کثر کے معنی جیسا کہ پہلے بھی آچکے ہیں کثرت کے ہیں جس کے معنی بے حد و بے حساب کے ہیں یعنی جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے وہ ایک بے حد و بے حساب ہے جو مسلسل جاری ہے اور بے حد و بے حساب ہے۔

سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صوب رسالت سے عطا فرمایا پھر کثیر ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عظیم وجود سے رابطہ ہوا جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے یعنی ایک عظیم ترین پہلی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ قائم ہوا اور جس کا حلق اس ذات باری سے ہوا جائے اُسے پھر عطا کیا جائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طے و لا غیر کثیر قرآن حکیم کی فضل میں آن بھی دیکھا جاسکتا ہے جو قیامت تک محفوظ رہنے والا ہے جس کی ایک ایک آیت ایک ایک سورہ صغیر کثیر ہے قرآن کریم کی ہر ہر صورت ایسا سر چشمہ رحمت ہے جس کا فیض کسی غم نہیں ہونے والا اسکی جامع کتاب اس سے پہلے کی دوسرے نبی پر نہیں اتاری گئی پھر کثیر کی صحت بھی یہی ہے کہ تمام عالم بالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر محدود ملا بھیجتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان لوگوں پر بھی محدود سلام بھیجتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر محدود سلام بھیجتے ہیں ہر نماز کے لیے پڑی جانے والی آیتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی رب کیا کثرت اور پورے عالم کے ساتھ جڑ جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعب و ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کی یاد کی اور رحمت و عقیدت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ ہمیشہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل سنت کی صحت میں غیر کثیر کے طور پر موجود ہے اور ہر گاہ یہ صحت دنیا کے اطراف و اکناف میں زندہ و جاوید ہے لاکھوں کروڑوں انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل رہے ہیں لاکھوں کروڑوں افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین پروانے ہیں اور قیامت تک امت مسلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتی رہے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر محدود و سلام بھیجتی رہے گی۔

خیر کثیر یہ بھی ہے کہ پوری انسانیت کے لیے آپ کو مبعوث کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی مرتبت کے فضل سے

پوری دنیا فیض یاب ہوئی اور پوری انسانی تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض جاری ہے چاہے کسی کو اس کا شعور ہو یا نہ ہو چاہے وہ ایمان لایا ہو یا نہ لایا ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت لائے ہوئے دین کے اثرات سب پر پڑے ہیں کسی نہ کسی طرح سب ہی فیض یاب ہوئے ہیں اور ہر ہے ہیں اور ہر حق دنیا تک فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے والا کثیر الشراس قدر عظیم اور بے پناہ ہے۔ حد حساب ہے جس کا شمار ممکن ہی نہیں اس کے علوم معارف کی کوئی حدود و قیود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں دہک کا نکتہ نے کوثر کہہ کر مجمل چھوڑ دیا اور ہر خیر اس کے کدے میں آ جاتا ہے۔ خیر کثیر یہ بھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی و ذریعہ اولاد بھی بکثرت دنیا کے ممالک میں پھیلی ہوئی ہے خیر کثیر یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں علماء صالح اور اہل کمال بھی کثرت سے ہوں گے جو دوسرے دنیا یا تعلیم اسلام کی امت کو نصیب نہ تھے۔ کثرت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم ہے۔

کوثر سے مراد مقام محمد ہے خواہ خیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاجائے کہ جس کا ذکر حدیثی اسرار کی آیت نمبر ۷ میں کیا گیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دیوں کنارے سونے کے ہیں اس کا فرش موتیوں اور یاقوت کا ہے اس کی مٹی کھدائی سے زیادہ خوبصورت اور پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شفاف ہے۔“

یہ ایک ایسا حوض ہے جس سے درد و محشر میدان حشر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت یہ اب ہوگی اس کے کناروں پر اس قدر کوثر سے گئے ہوں گے جتنے آسمان پر ستارے ہیں تا کہ کوئی پیسا انتظار کی رحمت نہ اٹھائے۔ یہ اعزاز و انعام صرف نبی آخر زمیں کی امت کو ہی ملا ہے۔ کچھ علماء کے قیاس کے مطابق کوثر سے مراد قرآن مجید بھی ہے کیونکہ قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس میں ابدیت ہے یعنی جو روز آخر تک کے لیے کارآمد ہے۔ یہ علوم و معارف کا خزینہ ہے۔ رشد و ہدایت کا آئینہ ہے انسانی زندگی کا ہر پر شعبہ اس کتاب سے منور و معزز ہو رہا ہے اس کی بصیرت عام ہے۔ کوثر سے مراد دین اسلام بھی ہے کیونکہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا مبارک و خالق کی عطا ہے۔ کوثر سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی بھی نبی کے اتنے زیادہ اصحاب جانا نہیں تھے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا نور ہے جس کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اللہ تعالیٰ تک ہوئی۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ کوثر سے مراد مقام محمد بھی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا۔ جہاں آپ اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ علامہ اسماعیل حقی علامہ رحمہ اللہ کوئی کے مطابق کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور خود نبی و آخری نعین اور فضائل سب شامل ہیں۔ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ احادیث میں کوثر کو نہر کے معنی بطور مثیل کے بتایا گیا ہے۔ کوثر کے بارے میں بکثرت احادیث تھوڑے تھوڑے لفظی اختلافات کے ساتھ موجود ہیں۔ (بخاری کتاب الرقاق، مسلم کتاب الطہارت و کتاب الفہائل مستدرجہ روایات ابن مسعود، ابن عمر و عبد اللہ ابن عمرو بن العاص، ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد)

عطیہ کوثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اس کے تحت دنیا و عقبی کی ساری نعمتیں سارے انعامات الہی آ جاتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی دی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوں فرزندوں کے انتقال کے باعث دشمنان دین اور جاثقین خوشیاں منارہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اب ان کا نام لینے والا کوئی نہیں رہا۔ اس کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھنی اس طرح فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تا ابد لاؤں گا تاکہ روشن دن و تاریک رہے گا۔

ترجمہ: جس تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

تفسیر۔ صلوة عربی کا لفظ ہے جس کے معنی نماز کے ہیں اس کی جمع صلوات ہے۔ لغوی معنی دعا، تسبیح، استغفار، رحمت، ثناء، طلب کرنے کے ہیں۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی رحمت کے ہوں گے اور جب مخلوق یعنی ملائکہ جن و انس سے منسوب ہو تو اس کے معنی قیام کو کریم و جود کے ہیں اور اگر پروردگار کے لیے استعمال ہو تو اس کا مطلب تسبیح ہوگا۔ اصطلاحاً نماز اس مخصوص عبادت کا نام ہے جو اسلام کے ارکان میں ایک اہم کمر ہے اس کو صلوة اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے

ہم لکھتے ہیں

لیکھ احمد

ام سلمہ بخاری

السلام علیکم اراشتر اینڈ ریڈرز کیسے ہیں آپ سب یقیناً ٹھیک ہوں گے (جو بیمار ہیں ان کو میری طرف سے دعا) نام تو آپ نے پڑھ ہی لیا ہوگا ہم پانچ بہن بھائی ہیں میرا پانچواں نمبر ہے 25 مئی کو مئی دوپہر میں اس دنیا میں آگئے تھو۔ اس لحاظ سے میرا شمار جز ہے (اس لیے تو قصہ زیادہ آتا ہے) میرے پانچ بھائی ہیں، بہن میری چار کیونکہ عرفان حیدر میرے بہنوئی ہیں اور ایک ہمارے منہ بولے بھائی ہیں تو اس لیے چار ہوتے ہیں ناں کاسٹ ہماری سید ہے۔ ضلع جھنگ صدر کے گاؤں موضع جیر والا سے تعلق رکھتی ہوں ہم سب کزنز کوڑے شاہ والا میں رہتے ہیں ہم لوگ زمیندار ہیں میرے ابو کا نام مختار حسین شاہ ہے یہ تو ہو گیا حوالہ اب آتے ہیں دوسری باتوں کی طرف (آپ لوگ پور تو نہیں ہو گئے) پیرچر میں رشانہ الیاس محل اور سیکرہ محل اچھی لگتی ہیں۔ پڑھائی کا پچھونہ پچھوے سیدوں کی بیٹی ہونے کی وجہ سے زیادہ نہیں پڑھ سکی، خوبی اور خامیوں کی بات ہو جائے خوبیاں خوش اخلاق ہوں دوستی کروں تو سچے دل سے بھائی ہوں دوسروں سے جلدی مل کر جانی ہوں ہر ایرے سے غبرے سے نہیں خامیاں دوسروں پر بلا وجہ تنقید کرتی ہوں (بقول میری بہن کے) چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ آتا ہے تھوڑی نا پرست ہوں چوہو میں کا جانے مجھے اچھا لگتا ہے۔ تنہا پسند نہیں ہوں سب کے ساتھ مل کر بیٹھنا اچھا لگتا ہے لباس میں سادگی، فرائیڈ شلوار قمیض پسند ہے کھانے میں چائے ملاؤ، گوشتی کر لے اور مسوری دال پسند ہے اور آلو یا بالک پسند ہے پھلوں میں انگور، آلو بخارا اور ناشپاتی پسند ہے گلز میں ریڈ پینک، بلیک پسند ہے ہلکی ہلکی بارش بہت پسند ہے آندھی طوفان سے بہت ڈر لگتا ہے فیورٹ رائٹر عفت طرہ میرا شریف طور ناڑے کول ناڑی پسند ہے (ناڑی جی آپ اتنی دھمی کیوں دیتی ہیں) فیورٹ سنگرز راحت رخ علی خان اوت کمار سائو الکا پسند ہے۔ فیورٹ شاعر حسن نقوی فرار احمد مرزا غالب پسند ہے۔ مہندی لگانا اور کالج کی چوڑیاں اچھی لگتی ہیں۔ پھولوں میں گلاب اور گل ہار پسند ہے ڈائری لکھنا، گفت دینا اور لینا بہت اچھا لگتا ہے۔

سلو میوزک سننا پسند ہے (لوٹی آواز سے مجھے جڑ ہے) ہاپسند چا پلوٹی، خالی باتیں کرنے والے لوگ مجھے اچھے نہیں لگتے میری ایک دوست ہے میری کزن (فرزانہ کول) سارہ لنگریال میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں (شوخی و چٹکل بھی ہوں) میں اپنے امی ابو کی لاڈلی بیٹی ہوں۔ (خوش نصیب ہوں ناں) زیادہ دوستی میری میرے بھائیوں میں سے عرفان حیدر، شہزاد حیدر سے ہے۔ انا شاہ شادی خانہ آبادی مبارک ہو۔ اللہ تمہاری بھولی خوشیوں سے بھر دے آمین۔

آجکل کے لیے شعر۔
ملا کی افراق فری ہے میری ذرات میں لیکن
اس بے رحمتی میں بھی آجکل کا دھیمان رہتا ہے

تانیہ الطاف

السلام علیکم اکیا حال چال ہے جی کیسی گزر رہی ہے لائف ہم تو اللہ عزوجل کا کرم ہے ہٹ اینڈ فائن ہیں۔
میرا نام تانیہ الطاف ہے یک نیم تالی ہے 1999 میں 15 مئی کو اس خوب صورت سرزمین پر جلوہ گر ہوئی۔ پنجاب کے شہر راولپنڈی کے قریبی گاؤں چک نیلی خاں سے تعلق ہے۔ ہم ماشاء اللہ سے چھ بہن بھائی ہیں۔ دو بھائی اور ایک سسر مجھ سے بڑے ہیں میرا نمبر چوتھا ہے پھر دو چھوٹے بھائی ہیں۔ میں اپنی تعلیم میں امی کے بعد دونوں چھوٹے بھائی (افضال احمد اور محمد عثمان) سے بہت بہت پیار کرتی ہوں۔ ان دونوں کے جھگڑنے پہ مجھے بہت غصہ آتا ہے لیکن ان کے ایک جملے پر میرا سارا غصہ رُو چکر بھی ہو جاتا ہے (سوری آبی جان) اس کے معاملے میں ممتاز بھائی بیٹ ہیں۔ غصہ نہیں کرتے بس پیار ہی پیار لاتے ہیں۔ اب آج میں میری لاتعداد خامیوں کی طرف۔ بلال بھائی سے پوچھ کر بتا رہی ہوں۔ جذباتی ہو تھوڑی غیر مجتہد اور ہواور اچھی عادتیں..... حساس ہو تھوڑی سمجھ دار بھی ہو سکھڑ ہو اینڈ A Good Girl میں خود کمبوں تو میرے مطابق تو مجھ میں خامیاں بھی ہیں کہ باتوں میں غصہ آتا ہے اور جلدی اتر بھی جاتا ہے جلد ہی تقریباً ہر کسی پر اعتبار بھی کر لیتی ہوں جس کی وجہ سے بہت نقصان بھی ہوا۔ جیسی اندر سے ہوں ویسی ہی باہر سے بھی ہوں۔ پسند ناپسند کی بات کی جائے تو لباس میں لانگ شرٹ، فرائز، زفر، فرائک اور چوڑی دار با جامہ اور بڑا سا دونیہ پسند ہے۔ کھانے میں بریانی، اچار، گوشت اور اچھے سے چکڑے پسند ہیں۔ سویٹ ڈش میں کشرڈ جوس میں نیکو اور نیمن جوس، پھلوں میں سیب پسند ہیں۔

فیورٹ سینکڑ راحۃ فتح علی خان ملکو عطا اللہ علی خیلوی عارف السلام۔

ہر نئی اور پرانی کتاب پڑھنا ڈائجسٹ پڑھنا ڈائری لکھنا اور انٹرویوز لینا میری ہائیز ہیں میرا شمار وہ ہے یقین نہیں کرتی۔ پھولوں میں سرخ گلاب اور موتیا پند ہے موسموں میں بہار کا اور سردیاں پند ہیں جیلری میں بریلیسٹ یا پھر وچ کلر بلیک اینڈ بے بی پنک مجھے پند ہے شاعروں میں وہی شاہ احمد فراز اور پروین شاکر کو شوق سے پڑھتی ہوں۔

دسمبر کی کھنکھنی شام سورج غروب ہوتا ہوا اور کاغذ قلم کا ساتھ مجھے پند ہے۔ سادگی پند ہوں دوست بنانا اچھا لگتا ہے مگر بنانی نہیں کیونکہ دوستوں نے اتنے سبق دیے ہیں کہ مزید اس بات کی سکت اور خواہش باقی نہ رہی۔ دوستی اور محبت جیسے مقدس بندھن کو بدنام کرنے والے مجھے زہر لگتے ہیں۔ میری بیسٹ فرینڈ میرا اور سائرہ ارم ہیں میری شیرنگ میرا کے بعد سائرہ سے ہی ہوتی ہے پندرہ بھائی ہوں لڑکی سے منشاء اللہ سے والدین دنیا کا سبھی اٹاٹھ ہیں لیکن اللہ پاک کی رضا کہ ہم باپ کی شفقت سے محروم ہیں اسی انتہائی صابر عورت ہیں اللہ عزوجل ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور میرے بابا جانی کو اللہ عزوجل جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کریں (آمین ثم آمین)

مجھے عالم کا کورس کرنے کا بہت شوق ہے بٹ پریشن نہیں ہے ماما کی۔ فیورٹ ایکسٹرا ہے دیوین سید یہ لام پر جی زنگا صابر۔ بیسٹ سوینگ محبت بھی ضروری تھی بیسٹ کلام حنا نصر اللہ کا ہر کلام۔ اچھا جی اب اجازت چاہوں گی آپ بھی سوچ رہے ہوں گے ارے یہ کیوں ہے چوبولے ہی چلے جارہی ہے..... ہالہا تانہ الحاف..... آچل شیلی کی مہربن کر بہت ہی خوش ہوں اور مجھے ڈر لگتا ہے اللہ عزوجل سے جانوروں کی برے لوگوں سے سسرال سے بھلی کی دوری سے اور سب سے زیادہ اندھیرے سے بہت زیادہ۔ لوگے جی اب میرا راج.....

اپنا ہر رشتہ اللہ عزوجل سے بنائے رہیں خوشی اور غم میں بھی وہ ہر حال اور ہر وقت آپ کو سننے والا اور دیکھنے والا ہے آپ کو کبھی ناامید نہیں ہونے دے گا نہ دای شخصیات سے تعلق کو دور کر کے اس پاک ذات سے تعلق جوڑیں جو کہ شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ہرگز اہوا کام ہو جائے گا ہر مشکل حل ہو جائے گی۔ شرط یہ ہے کہ پختہ یقین اور ہر خواہش جائز ہو میرا تعارف پڑھ کر کیا لگتا ہے گا محروم ضرور اللہ عزوجل آپ سب کو خوش و خرم رکھے (آمین)

حنا گل

اسلام علیکم امیرانام حنا گل ہے جبکہ مجھے جہت حنا پند ہے قلمی نام حنا پروین ہے آج کل میں بھی اسی نام سے تحریریں بھیجتی ہوں ہر کم بل پانچ بیٹیں اور دو بھائی ہیں بڑی بہن کی شادی ہو گئی ہے کاسٹ ہماری حسی ہے وہ دوسرے کو اس پیاری سی کائنات میں رنگ بھرنے کے لیے آئے تھے کھولی (ہالہا) اس نسبت سے استاد پر افسوس بنتا ہے تعلیم کی اے کیا ہے اینڈ NTS میں ٹچنگ کی جاب کے لیے ٹیسٹ دے کر پاس ہوئی ہوں میرٹ میں بھی نام یا ہے بٹ پوسٹ خالی نہیں ہے آپ سب سے گزارش ہے کہ دعا کریں کہ مجھے پوسٹ مل جائے اب بات ہو جائے پندنا پند کی تو پندیدہ رانڈر ناز یہ نکول نازی سحدیہ ایل کاشف سمیرا شریف طوطہ سندس جبین انفراسیر احمد فارخہ گل وغیرہ ہیں۔ ڈریس میں مجھے شلوار قمیض شرارہ غرامہ اینڈ بلوئی سوس پند ہے جو کہ بنانی بھی ہوں کلر میں مجھے بلوینک ٹریل یو اینڈ ہر لائٹ کلر پند ہے کھانے میں جو بھی لے کھا لیتی ہوں غر نہیں کرتی شکر احمد اللہ پر فیم میں جس کی بھی خوشبو اچھی ہو لگا لیتی ہوں خاص کر لوہن اینڈ یارڈی ای ٹی سی سنکڑ میں کوئی خاص اچھا نہیں لگتا پھولوں میں ریڈ اینڈ پنک روز پند ہے مجھے کریموں کی دوپہریں بہت اتریکٹ کرتی ہیں سکون مل کر لیتی ہوں اس وقت مجھے جوائنٹ ٹیلی سسٹم اچھا لگتا ہے جو کہ ہم نہیں ہیں۔ مجھے زیادہ بلونا بالکل اچھا نہیں لگتا پندیدہ مشغلہ ڈائجسٹ پڑھنا ڈائری میں اشعار لکھنا سلامتی کرنا اینڈ بلوئی سوٹ بنانا آج کل کی قارئین پروین افضل اچھی لگتی ہے میں آپ کی بے اولادگی کے لیے دعا کروں گی کوئنگ کا بھی شوق ہے بٹ بڑی سسٹری موجودگی میں بھی بکھار ہی موقع ملتا ہے۔ میں ٹیوڈی حد تک حساس ہوں کسی کو مصیبت یا پریشانی میں دیکھ لوں تو درد کو دل چاہتا ہے سوچتی ہوں کہ کاش میرے پاس زیادہ دولت ہوتی تو غریبوں کی مالی مدد کرتی مجھے ہنس کھ لوگ زیادہ پند ہیں اور مغرور چالاک دھوکہ باز اور شکی لوگ سخت برے لگتے ہیں اینڈ جو لوگ معمولی معمولی باتوں پر بات بے بات ہتے ہیں ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہے مجھیں خود ہوں ویسے ہی دوسروں کو بھی نفرت ہوتی ہے ایک دفعہ ایک فرینڈ نے مجھے کہا تھا کہ تم بہت معصوم ہون پھول میں مجھے حادث (کزن) اینڈ کزن کی بیٹی جوانو بہت پند ہے اسٹوریز میں مجھے ”خدا اور محبت“ حرس عشق اور تم میرے نور رحمانہ آفتاب کا بہت پند آیا۔ سائیکل چلانے کا بہت شوق ہے جو کہ نہیں جانتی..... میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ میں غصہ

بھول اور کسی کو ہرٹ نہیں کرتی۔ جو لوگ بدے ہیں انہیں برا ہی سمجھتی ہوں اب جی کامیابی یہ ہیں کہ لوگوں پر اعتبار بہت جلد کر لیتی ہوں بقول شاذیہ کے کہ مجھے تمہاری بیوہ کا دشمن نہ ہو لگتی ہیں۔ پہلی ناخن چبانا اور دوسری فرضی کا لڑ جھاننا۔ وعدہ کر کے بھول جانی ہوں (بقول میری دوست فرح کے) میرا انورٹ شغل یہ ہوں کہ ادھر پیٹ کر تا اور کتابیں پڑھتا ہے اور میری بڑی خواہش ہے کہ میں اپنے نانا جو کہ امریکہ میں رہا ہوں پڑھ کر لے دوں ان کی طرح فرفرا انگلیں کیوں اور اب پسندنا پسندنا کی طرح سے بہت زیادہ محبت ہے۔ میری پسندیدہ رائٹر مائٹرو احمد فرحت اشتیاق سمیرا شریف طہ اور ہاشم ندیم ہیں۔ مجھے بارش بہت زیادہ پسند ہے اور خوشبو میں مجھے بارش کے بعد مٹی کی خوشبو بہت پسند ہے۔ پھر خوش میں پوز نہیں کرتی کیونکہ پھر میں مجھے چمکاتے ہیں ہاں البتہ سچی بھی باڈی اسپرے پوز کرتی ہوں بھولوں میں گلاب اور لکڑی بہت پسند ہیں۔ کلاڑیوں میں شاہد خان آفریدی اور محمد حنیف پسندیدہ ہیں۔ فیورٹ عالم مولانا طارق جمیل اور ڈاکٹر نایک ہیں۔ میری پسندیدہ کہانی انونا ہوا تارا قراقرم کا تاج محل عبداللہ خدا اور محبت اور جنت کے چنے ہیں اور سب سے موٹے فحوت اسٹوری ”دل سے لٹکے ہیں جو لفظ“ ہے۔ مجھے متعلق اور دو غلط لوگ بالکل پسند نہیں ہیں۔ ناؤز میں مجھے گھٹیا روٹیک ناول بالکل پسند نہیں ہیں۔ میری بیٹ فرینڈز میں فرح نادیہ کول ام اکین اور فرمانہ ہیں۔ میری بیٹ نیچر سچی فاروق ہیں اور میں اپنی دوست فرح سے صرف اس لیے تھوڑا سا جلتی ہوں (جھوٹ موٹ کا) کہ وہ مجھ سے پہلے کان کیوں چلی گئی۔ آچل بہت شوق سے برحق ہوں مجھے سب سے زیادہ محبت اپنے نواسے ہے (ای می آپ ہمراہ نہ ہوں آپ سے بھی ہے) کو کے جی لگتا ہے آپ بہت یاد رکھتے ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھیے گا مثلاً آپ کا حامی دناصر ہو اللہ ہمارے آمل گا اور تیری دے (آمین) اللہ حافظ۔

سبحہ یارِ حیات

سیدہ نثار

سوال: آج کل ڈائجسٹ کی پسندیدہ مصنفہ جنہیں آپ ملکہ ادب کہیں گی؟

سوال: آپ اپنی سالگرہ مناتی ہیں یا نہیں؟

سوال: پچھلے سال کس تحریر نے آپ کو ستر کیا اور کس تحریر کا اختتام آپ کو پسند نہیں آیا؟

سوال: کون سا شخص آپ کا سب سے خوش ہوتی ہیں کتاب، خوش بو پھول یا زیورات ولبوسات؟

سوال: اگر آپ کو ایک دن آج کل کی کسی مصنفہ کے ساتھ گزرنے کا موقع ملے تو کس کے ساتھ گزارنا چاہیں گی اور کہاں؟

سوال: آج کل کے لیے آپ کی محبت و جذبات صرف چند سطور میں بیان کریں؟



یوں تو محفلِ زیست میں ایسے بہت سے موڑ آتے ہیں جس سے دل نادان خوشی و غم کے احساسات سے ہلکا رہتا ہے جیسے انجمنی ہمارے لیے یہ بات خوشی کی ہے کہ آج کل اپنے آٹکالیس سال میں داخل ہو گیا۔ لیکن اس سفر میں ہم سے ہمارے بہت سے پیارے چہرے بھی گئے ابتدا کے بانی مدیران نائب مدیران اور بھی ان کی ساری جو دیگر مشینوں میں ساتھ ساتھ چلتے رہیں اور پھر کچھ تقاضے الہی سے زندگی کی بازی ہار گئے یا رضائے الہی سے ساتھ چھوڑ گئے ہر ان کی رہنمائی و تعاون ساتھ ہی رہنے بانی مدیرہ زینب النساء نے اپنی ساتھیوں کے ہمراہ آج سے چالیس سال قبل ایک پروڈاکا اور اس کا گے بڑھ کر مکملی کنول نے سچا سونورا پھر ان کے بعد فرحت آمانے اس ذمہ داری کا بیڑہ اٹھایا اور کچھ مصنفین ان کے سامنے رخصت ہوئیں اور کچھ نے لکھنا چھوڑ دیا اور پھر ان کے رخصت کے ساتھ بہت سی مصنفین بھی جواب ہمارے درمیان نہیں یا پھر انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا اور جن کی کمی ہم ہر دم پروموزر محسوس کرتے ہیں۔ فرحت آپ سے تو خیر میں نے بہت کچھ سیکھا اور چاہا بھی کہ ان جیسا انداز اپنا کر آپ سب کے دلوں تک رسائی

حاصل کر لوں اس کام میں میری مدد قیصر آرا آتی بھی کرتی ہیں ان کے دست شفقت کے ساتھ ہی آپ سب مصنفین و قارئین کے ساتھ ہوں و لے تو ہماری بہت سی مصنفین نے لکھنا ہے چھوڑ دیا ہے جیسے سیدہ گل بانو عائشہ خان شمیمہ سیدہ سعیدہ ال کاشف اور بھی کئی لکھنے والی نہیں جن کے نام ابھی یاد نہیں آ رہے آپ سب کی وجہات علالت ہوں یا کچھ اور آپ لوگ کہیں گے بات خوشی کی بھی اور میں کہاں لے گئی۔ بہر حال ہماری اور آپ کی خواہش پر شاید پھر سے بھی سب آج کل وجوب کو رفق بخش دیں۔ آج کل گو یہ بلند مقام حاصل کرنے میں ہماری ساری مصنفین کا بھی بھرپور ساتھ ہے جواب بھی ہمارے ہر دم ہیں اور امید ہے کہ ہمیشہ ہمہ ہیں گی۔

سیدہ حور عین فاطمہ..... حیدر آباد سندھ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آج کل کو اور اس سے جڑے تمام ممبران کو بے حد مبارک باد پیش کرتی ہوں امید واثق ہے آپ سب بخیر و عافیت ہوں گے میں آج کل کی خاموش قاری ہوں دس سال سے بھی زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ ایک بار شامل ہوئی تھی میں بس جب نازیہ کنول نازی آبی کا انٹرویو ہوا تھا ان سے سوالات کے ذریعے۔

اویسے تو بہت سی مصنفین ہیں جو ماشاء اللہ اپنے کام کو بے حد خوبصورتی سے پیش کر رہی ہیں اگر الفاظ کے چناؤ سے دیکھیں تو ملکہ ادب حرمائشیں کو راز نگاری اور فیملی ملاٹ کے لحاظ سے نازیہ کنول نازی آبی اور میرا آبی اسلامی ادب کو مد نظر دیکھا جائے تو عائشہ نور محمد اور محاشری پہلوؤں کو دیکھا جائے تو فاخرہ ایبائی سب بھی ماشاء اللہ خوبصورت لکھ رہی ہیں۔

۲: نہیں میں نہیں منانی سالگرہ مجھے یہ سب فضولیات لگتے ہے فریڈ زوش کرتی ہیں بس۔

۳: ستر تو بہت سی تحریروں نے کیا ہے ایک کا نام مخصوص لینا ناجائز ہے مگر ایک پیغام جو تھا باؤ بیٹنڈ والے میں اس کو بڑھ کر میں بے حد مدد ملی میں ایک درد و ہوا جو کافی دنوں تک دھڑکتا رہا مگر کٹ حقیقت بہت کمال سے بیان کی گئی تھی اور منظر کشی بلوا طلحہ ملی کے ناول کی دلکش گئی تھی۔ عشق ست رنگی والی جمیل کے مناظر اور وہ دعا و عاشق کے متعلق لکھا گیا اقتباس لا جواب باقی بھی بہت سی تحریروں میں۔ ابھی یاد نہیں اختتام فاخرہ ایبائی کے ناول کا پسند نہیں آیا فحوت رائٹر ہیں میری مگر اینڈ ویسے نہیں ہوا کئی سی رہی غزنی شین والے ناول میں صوری ایبائی۔

۴: پہلے راز بدست سوال
زہدات بالکل پسند نہیں تھے (شکر ہے)
مجھے پرہیز اور کتابیں گفتگو کے طور پر بے حد پسند ہیں
میری خواہش ہے سب مجھے نافذ گفت کریں (۱۱۱۱۱۱۱۱)
۵: حرافہ کی بہنا اور طلحہ بہنا فخر ہے اپنی ریحانہ اپنی سہاس
گل اپنی ان سب کے ساتھ۔

۶: بے حد خوب صورت و دلکش ماہ نامہ جب سے میں نے
اردو ادب کو پڑھنا شروع کیا تھا تب سے یہ میرا پسندیدہ ترین رہا
ہے اور ہمیشہ رہے گا آج کل سے بہت کچھ سیکھا ہے میں نے
زندگی میں جیسے کے طور پر بچے رشتوں سے مضبوطی قائم رکھنا
دوسروں کے رویوں سے ان کی شخصیت کو پرکھنا سمجھیں کہ
آج کل نے میرے لیے ایک ماں کا کردار نبھایا ہے شکر گزاروں
مولا سے تحریکامیابیوں سے نوازے آئیں۔

عینی غزل..... ہری پور ہزارہ
سب سے پہلے تو آج کل ڈائجسٹ کو اور اس کے کاروں کو
اس کی چالیسویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ رب
اعزت اس کے سفر کو ہمیشہ عروج عطاء فرمائے آمین یارب
العالمین۔

۱: آج کل کی کسی ایک مصنفہ کو ملکہ ادب کہنا تو ذیادتی ہوگی
ماشاء اللہ سے سب ہی خوب لکھتیں ہیں ایک سے بڑھ کر ایک
نام تب ہی تو آج کل کا منفرد مقام ہے سنئیر مصنفین ملکہ ادب
ہیں تو جو حیرت انگیز دایاں ہیں۔

۲: نہیں ہم اپنی سالگرہ نہیں مناتے ہمیں ہمیشہ
بھانجیاں دس کر دیتیں ہیں لیکن پھر پورا اہتمام جو کہ پہلے سے کیا
جاتا ہے وہ ہم نے بھی نہیں کیا کیونکہ ہمیں کچھ نہیں آتی کہ عمر
کہ سال میں جو کہ گنتی ہے اوپر کے رخ لگتی ہے یا نیچے کے
رخ ڈول ہے کہ کمال ہے۔

۳: جس تحریر نے متاثرہ کیا ہے وہ تھی رافہ ملک کی عہد
وفا بہت دلایا تھا اس ناول نے بلکہ اب بھی اکثر اداس رکھتا
ہے بہت خوب صورت تحریر روشن دنیا کی تاریکیوں کو واضح کرتی
ہوئی دوسروں پر زور ہمیں کسی تحریر کا انجام ناپسندیدہ نہیں لگا ہر اثر
کی اپنی سوچ ہوتی ہے وہ بہترین ہوتی ہے جس سے ہمیں
اختلاف ہوگا وہ اکثریت کا پسندیدہ انجام اور اختتام لیے پھر پور
اور دلکش تحریر ہوگی۔

۴: ہم تجھے میں کتاب پا کر بہت خوش ہوتے ہیں سب

سے اصول نقد جواب کے لیے ہمیشہ بہترین دوست رہا۔
اسے اپنی اتنی قسمت کہیں خواہشات پر پھر وہاں۔
اگر ہمیں آج کل کی مصنفہ کے ساتھ وہی گزارنے کا موقع
ملے تو وہ ہوں گی ڈیری ریحانہ آفتاب منور سے اسی جگہ کوئی
سی بھی ہوں وہاں، بہاریں رقصاں ہوں گی ہم بے حد خوش ہی
نہیں خوش قسمت بھی ہوں گے کیونکہ ہمیں ہمیشہ بہت اچھا
راستہ دکھایا ہے ہماری حوصلہ افزائی ہماری رہنمائی کی ہے بہت
عزیز ہے سب العالمین ان کے حرف و ہنر کو۔

۵: آج کل ادب کی دنیا کا درخشاں ستارہ جو کسی توغما دیا ہوگا
مگر آج اس کی تابانی کی مثل قمر ہے اور ہمیں آج کل سے بہت کچھ
سیکھنے کا موقع ملا ہے آج کل نے آج کل کی عظمت و اہمیت کو جس
طرح ہم پر واضح کیا ہے وہ اعزاز بہت دلربائی لیے ہوئے ہے
ہمارے لیے یہ ایک استاد ایک ماہر ایک رہنما رہا ہے اور ہم نے
اسے ایک اچھے دوست کی طرح پایا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ رب اعزت اس شمع کو ہمیشہ منور
رکھے اس کے عروج کو بھی زوال سے آشنائی نہ ہو یہ ہمیشہ اپنے
کاروں کے ساتھ روشنیوں اور عروج کی منازل طے کرتا
رہے آمین یارب العالمین۔

دعا
جنہوں نے جس کا بیج ڈالا
لہو چکر کا دے کہہ رہے پالا
خدا یا منور رکھان کا جہاں
ہمیشہ چل رہے یہ کارواں
دعا ہے غزل کی سلامت دے
عروج ان کا تا قیامت دے
امین فی الامان اللہ

ریحانہ اعجاز..... کراچی ڈیفنس
سب سے پہلے آج کل کی چالیسویں سالگرہ بہت بہت
مبارک ہو۔ اللہ کے ہمارا آج کل ترقی کی مزید منازل طے کرتا
ہو امان کی رفعتوں کو چھو لے اور ہم سب یونہی اس کی ہر
سالگرہ و حوم دعا سے منائیں آمین۔
اب آتے ہی سروے کے سوالات کی طرف۔

۱: آج کل ڈائجسٹ سے خواہرا ہم اپنی اپنی جگہ پر مثال ہے
اور کسی ایک کو ملکہ ادب کا خطاب دینا نا انصافی ہے ہر ایک
مصنفہ کے کلم سے ہمیں بہت سی خوب صورت تحریریں پڑھنے کو

ملتی ہیں ہاں چند نام ہیں جن کی تحریریں ذاتی طبع پر مجھے بہت
بھائی ہیں اور جو کفر و بدعت آج کل کی نسبت بد حال ہیں ان میں
سر فرہست طبعیہ عنصر سہاس گل نزہت جبین ضیاء منیا، مثل فرخ
بھوڑ قرۃ العین سکندر، سحانۃ آفتاب اور مادہ طبعیہ ہیں جن کا انداز
اسلوب بہت پسند ہے اللہ تعالیٰ ان تمام دوستوں کو مزید اچھا
کے لئے اور آگے بڑھنے حریہ کامیابیاں سننے کی توفیق دے اور
آنے والے حریہ چالیس سالوں میں ان کے قلم کا یوں ہلارہے
قارئین اور ہائزہ کے درمیان یہ پیارا سا تعلق آج کل کی صورت
ہمیشہ قائم رہے، آمین۔

۲: خود اپنی سالگرہ بھی نہیں منائی البتہ اب بچے ہر سال
باقاعدگی سے میری سالگرہ کا اہتمام کرتے ہیں سمیت اپنے پاپا
کے اور پھر سالگرہ کا وہ پورا دن خوب صورت اور حسین یادیں
دے کر اگلے سال میں پہنچا کر خست ہوتا ہے۔

۳: گزشتہ سال میں یوں تو ہمیشہ کی طرح ایک سے ایک
تحریر پڑھنے کوئی لیکن جس تحریر نے دل و دماغ کو تھوڑ کر رکھ دیا
وہ طبعیہ عصر کی تحریر تھی ”بارگراں“ جس میں اللہ کی ہاشمیری کرنے
والوں اور شکر گذار بندوں کا بخوبی احاطہ کیا کہ بے شک وہی
رب ہے جو جسے چاہے ”عزت“ دے اور جس کو چاہے ”ذلت“
اپنی بے جا خواہشات کے آگے پسما ہونے والے عقابا بخت
کے سکندر نہیں ہوتے جو اللہ اور اس کی نعمتوں کی ہاشمیری کرتے
ہیں اللہ ان کو یونہی آزماتا ہے بھی اولاد کے ذریعے تو بھی مل
کے ذریعے جیسے کہ ”عبداللہ“ اور جس کو اللہ جن لے ان کو اسی
طرح دین و دنیا کی سمجھ دیتا ہے جیسے کہ ”مارقا“ وطن عزیز کی
خاک میں پلنے والے اور پھٹک اللہ کی نعمتوں پر شکر گذار ہونے
والے ہی دلوں جہاں میں سرخرو ہوتے ہیں طبعیہ عصر کی ایسی
تحریر جو ہفتوں یاد رہے گی اللہ کرے زور قلم زیادہ آمین۔
بہت سی تحریریں لکھی ہوئیں ہیں جن کا اختتام پڑھ کر دل چاہتا
ہے کہ یوں ہوتا تو اچھا ہوتا لیکن کوئی تحریر نہیں جس کا اختتام
پسند نہ آیا ہو۔

۴: خود کوئی بھی ہونے والے نے غلوں سے دیا ہوا زہد
خوش ہوتی ہے ہاں اگر وہ ”تھ“ ”سکتاب“ کی صورت ہو تو خوش
ذیل ہو جاتی ہے۔

۵: آج کل کی کسی بھی مصنفہ سے ملاقات خوش قسمتی کی بات
ہو گی اور یہ خوش قسمتی مجھے لے چکی ہے جب ”طبعیہ عصر“ سے
ملاقات ہوئی تھی گو کہ سارا دن نہیں گذرا تھا لیکن جو بھی نام

گذرا بہت خوب صورت اور یادگار رہا اور ان شاء اللہ جلد ہی
دوبارہ ملاقات ہوگی۔ اگر مروج لے تو میں ”سہاس گل“ ”سحانۃ
آفتاب“ اور ”قرۃ العین سکندر“ کے ساتھ ایک دن گزارنا چاہوں گی
گھر کے پرسکون ماحول میں۔ یہ وہ ہائزہ ہیں جن کو اللہ نے
جہاں بے پناہ عزت و شہرت سے نوازا ہے وہیں ایک خوب
صورت دل بھی عطا کیا ہے بہت اچھی سادہ اور خلص دوست
ہیں اللہ انہیں حریہ کامیابوں سے نوازے آمین۔

۶: آج کل سے محبت و عقیدت آج کی نہیں برسوں پرانی ہے۔
کہ سچے دوستوں جیسے نقولوں سے محبت کے پاکیزہ اور کامل یوں
کی قبولیت اور ابدیت کا یقین کامل و فاداری کی کتاب کے سب
سبقانے اثر کے جذبے سے کندھے سب عنوان جذبوں کی پچی
لگن اور زندگی کا فہم و ادراک سب آج کل سے حاصل کیا۔ جس
سے میرا زندگی جیسی ناقابل اعتبار چیز پر یقین محکم پختہ ہوا اللہ
یونہی ہمارا اور آج کل کا ساتھ سدا لئے رکھا آمین
دھنک کے سات دنگوں سے ہمراہ آج کل
آسمان کی رفعتوں کو چھونے چلا میرا آج کل
سالگرہ مبارک

مدیحہ کنول سرور..... جشتیال
سب سے پہلے تو آج کل کی سالگرہ سب مبارک ہو۔ آج کل
ایسا مہمان فجر سایہ دار ہے جس کے زیر سایہ بہت سے پھول
کھلے اور اپنی خوشبو سے بہت سے لوگوں کے ذہن و دل کو مسح
کیا دے گا آج کل دن دگنی رات چٹوئی ترقی کرے آمین۔

آج کل کی پسندیدہ مصنفہ ایک لمحہ سوچے بغیر پوری ایمان
واری سے میرا وٹ نازیہ کنول نازیہ کے حق میں ہے۔ نازیہ
جی کے لیے بیسٹ مائٹرز آدی لیکر کا اہواز ہونا چاہئے۔

۲: سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے اپنی سالگرہ کا دن بھی یاد نہیں
رہتا۔ آج کل کی ہی کچھ دیکھیں فائزہ جمیٰ حسین ایس ایچ حافظ
سمیرا وغیرہ مبارک باد دیتی ہیں تو یاد آتا ہے کہ زندگی کا ایک اور
سال کم ہو گیا۔

۳: اس کے جواب کے لیے دو سال کے ڈائجسٹ
کھینکھالنے پڑے۔ ہر تحریر ایک سے بڑھ کر ایک۔ متاثر کن
تحریر تو نازیہ کی ہی ہے ”شب جھری ہوگی بارش“ اور اختتام ہر
تحریر کا بیسٹ ہوتا ہے۔ کیونکہ زندگی میں ہمیشہ وہ ہی نہیں ہوتا
جیسا ہم چاہتے ہیں اتفاق کریں کہ میری بات سے۔

۴: خود تو مجھے سب سے زیادہ کتاب کا ہی پسند ہے۔ اس

وجہ سے قارئین بھی آپس میں محبتوں کی کڑی میں پروئے ہوئے ہیں زندگی میں جو پریشانیوں اور مسائل آتے ہیں آپچل ان کا بہترین حل فراہم کرتا ہے آپچل کی محبت میرے دل میں دل بطن بڑھ رہی ہے۔

تمہارا ساتھ ہونے کے سارے موسم اچھے لگتے ہیں
وگرنہ بے مزا ہیں پھول خوشبو دار برساتیں

تبسم بشیر عروسی..... فکنگ

سب سے پہلے تو آپچل کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور یہ مزید ترقی کرنے کے سروسے کے سوالات لا جواب ہیں بالکل آپچل کے معیار کی طرح تو سوچا کہ اسنے لا جواب سوالات کو انکو نہیں کرنا چاہیے۔

۱: یہ سوال عمر کے مشکل میں ڈال دیا ہے آپچل کی ساری رائز دی بہت بے مثال اور کمال کا حقیقی ہیں کسی ایک کا نام لینا نا انصافی ہے جو مجھے پسند نہیں آپچل ایک سلطنت ہے اور ساری ہی رائز اس کی ملکہ ہیں۔

۲: سالگرہ؟ ہاں اپنی نہیں منانی لیکن آپچل کی ضرورت منانی ہوں ہر دفعہ کوکوش کی کہ اس کی سالگرہ میں شامل ہو جاؤں لیکن موقع نہیں ملتا لیکن اس دفعہ تو میں زبردستی اندھا دس گی (دیوے) ایسا کرنے کی ضرورت تو نہیں لیکن خیر (سالگرہ بھی منانی ہوں اور بھی نہیں بھی مجھے یہ موقع کچھ خاص نہیں لگتا ہے۔

۳: عجیب بات ہے جس تحریر نے بے حد متاثر کیا اس کا اختتام پسند نہیں آیا تحریر بھی ”عہد وفا“ (رافعہ ملک) واہ بہت خوب صورت اس میں ہر دن کی وفا بے مثال تھی سیدھا دل پہ نقش ہوئی شاید یہی تحریر بھی بھول پاؤں گی اور رافعہ ملک آپ دوبارہ ضرور آئیں بس اس تحریر میں دعا کو اس کی وفا کا صلہ تو ملنا چاہیے تمہارا کی موت پر..... اچھا نہیں لگا دل چاہا سیدی جا کر حمدان کا گھر بادوں۔ (خیر میں کماحقہ میں قتل غارت کی باتیں لے کر بیٹھتی ہیں یاں ہو ک آپ مجھے محفل سے نکال دیں)

۴: تجھے میں مجھے ہمیشہ کتاب ہی پسند رہی ہے کیونکہ کتاب تنہائی کی بہترین ساتھی ہوتی ہے میری تو کوئی دوست نہیں یہ آپچل و جواب ہی ہیں ساتھی..... پھول بھی مجھے بہت پسند ہیں جبکہ زہدیت سے محفل چڑھے اور ملیوسات میں بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں دیکھنے والا دل سے ایک حد دعا بھی دے دے تو بہت خوشی ہوتی ہے کیونکہ دعا سے محفل کوئی تختہ نہیں ہے۔

۵: یہ والا سوال مجھے بہت پسند آیا دیوے کیا ایسا ممکن

بہت اچھی درس گاہ ہے آپچل ماضی حال اور مستقبل میں بہت رہنما رہا ہے۔

ارم کمال..... فیصل آباد

زندہ رہے نام ہمیشہ تمہارا

اللہ تمہیں سالگرہ کی خوشیاں مبارک کرے۔

میری طرف سے آپچل کے تمام قارئین کا آپچل کی سالگرہ

بہت بہت مبارک ہو۔

۱: اہو! تو آپچل میں ایک سے بڑھ کر ایک مصنفات کی تحریریں مسکراتی ہیں اور ہر ایک کی تحریر ذہن کی کوئی نہ کوئی گرہ کھول دیتی ہے لیکن فاخرہ گل میری پسندیدہ ترین مصنفہ ہیں ان کی تحریریں بہت ہی سناٹا کن ہوتی ہیں معاشرے کی عکاسی کرتی ہیں اس لیے میں فاخرہ گل کو ہی ملکہ ب کہوں گی۔

۲: شادی سے پہلے میری امی (اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے آمین) میری سالگرہ منانی تھیں اور اب بھی کبھی کبھار گرامی میرے گھر آتی ہوتی ہوں اور میری سالگرہ قریب ہو تو امی منانی ہیں بچے بھی کبھار دس کر دیتے ہیں میاں صاحب سالگرہ منانے کے قابل نہیں ہیں۔

۳: پچھلے سال آپچل کی کئی تحریریں ذہن پر امن نقوش چھوڑ گئیں۔ ”ذرا مسکرا میرے گشتہ“ میری ہاٹ فورٹ تحریر رہی اور مجھے اس کے آغاز سے لے کر اختتام تک نے بہت ہی متاثر کیا اور اس کی تحریر مجھے یاد نہیں آ رہی کہ جس کا اختتام مجھے پسند نہ آیا ہو۔

۴: تحفہ پاک خوشی تو بہت ہوتی ہے لیکن تحفہ وہ پسند ہے جو کوئی پر خلوص جذبات کے ساتھ دے پھر وہ کوئی سادھی تحفہ ہو لیکن اگر مجھے انتخاب کا حق دیا جائے تو مجھے خوشبو دار کتاب عشق کی حد تک پسند ہے۔

۵: ہائے کیا سوال پوچھا آپ نے اگر مجھے ایک دن کا موقع ملے تو میں صبح کا ادنی ناشتہ تازہ نیول نازی دوپہر کا زور دار چائے گھٹ عبد اللہ شام کی چائے حمیرا تو شین اور رات کا ذرہ صدف آصف کے ساتھ اہتمام سے مناؤں گی اور وہ جگہ بہت ہی خوب صورت پینک پوائنٹ ہوگا جہاں پھول ہی پھول ہوں گے ہوا میں مشکبار ہوں گی۔

۶: آپچل میری زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے آپچل کی کہانیاں صاف ستھر ادب فراہم کرنے میں سرفہرست ہیں۔ آپچل میں مستقل سلسلے سب سے منفرد اور شاعر ہیں جس کی

ہے؟ سب سے پہلے تو میں ریحانہ آفتاب جی کے ساتھ گزارنا چاہوں گی کیونکہ وہ اور ان کی تحریریں سیدھا دل میں اترتی ہیں اور کہیں تو جہاں ان کی مرضی ہو بندہ تو سر کے بل آئے گا اور نازیہ کنول نادیہ فاطمہ رضوی اور راشدہ رفعت آپ جی میں ان کی تحریروں سے متاثر ہوں۔ بے مثال لکھتی ہیں ویسے رخِ سخن میں ریحانہ جی کو دلوی جگہ دیں پلےز۔

۶: آپ مجھے بہت عزیز ہے اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہوتی ہے اس کی تحریریں بہت آسان لفظوں میں ہر بات سمجھا دیتی ہیں اور بہت پر اثر تحریریں ہوتی ہیں کہ بندہ خود بخود اس پہ عمل کرنے پر مجبور ہوتا ہے آن کل کی بڑی لائف کی وجہ سے جو مائیں اپنی بیٹیوں کو ساج کی باریکیوں کا نہیں سمجھ سکتی ہیں یہ کام بھی آپ چل بخوبی کرتا ہے اس کے تمام سلسلے لاجواب ہیں بس قارئین ذرا دھیان رکھا کریں کہ اعلیٰ معیار کی چیزوں کا انتخاب کریں خاص کر ”سلسلہ دوست کا پیغام“ میں بے وجہ اور فضول کے پیغام کی بجائے کوئی مہر اور مفید پیغام دیا کریں جس سے تمام بڑھنے والوں کو کوئی اچھی بات سیکھنے کو ملے۔

بخشناور..... لبیہ شریف

۱: بہت سی ہیں لیکن آپ نے صرف آپ چل ڈائجسٹ کی کئی ہے تو ان میں افراد صغیر احمد اور میر اشرف طور ہیں۔
۲: نہیں میں نہیں منانی لیکن ایک دفعہ کچھ اسٹوڈنٹس نے وٹن کی تھی ابھی بھی کوئیکز یا فرینڈز وٹن کر دیتی ہیں لیکن منانی بھی نہیں۔

۳: یہ تو بڑا مشکل سوال ہے اب اتنا عرصہ گزر گیا بھول گیا سب کچھ متاثر تو خیر اتنا کسی نے نہیں کیا لیکن چراغِ خانہ اور ذرا مسکرا میرے گمشدہ کے اختتام کا انتظار ہم سب نے ضرور کیا اختتام جیسا بھی تھا ان کا ہم نے تو بس شکر کیا کہ ختم ہوئیں۔
۴: تحفہ کوئی بھی ہو خوشی تو ہوتی ہی ہے لیکن مجھے کتاب اگر کوئی دے تو بہت خوشی محسوس ہوتی ہے۔

۵: اگر آپ چل کی مصنفہ کے علاوہ کہیں تو عمرہ احمد کے ساتھ اور ہر اس جگہ جہاں کا ذکر ان کی کہانیوں میں ہوتا ہے اور خاص طور پر اس مسجد میں جہاں کا ذکر انہوں نے جنت کے پتے ناول میں کیا تھا اور ترکی کی مسجد میں بھی۔

۶: آپ چل کے لیے اور کیا لکھوں یا یہ کافی نہیں کہ ہم ہر ملکی 22 تاریخ کاشت سے انتظار کرتے ہیں اللہ ہماری تمام

مصنفین کو طویل حیات دے آمین

نورالحثال شہزادی..... کوئٹیاں قصور

۱: نازیہ کنول نازی کو ملکہ ادب کہوں گی ان کے الفاظ آج بھی میرے سچے نقش ہیں۔

۲: نہیں کبھی نہیں منانی لیکن بھولی سالگرہ پر بہت اچھا لگا میری خطانی نے ایک منگولیا تھا۔

۳: جینا مغرب مرنا شرق نے متاثر کیا اختتام سب کا ہی اچھا ہوتا ہے۔

۴: کتابیں میرا اوزن چھونا ہیں کتاب نہایت پسند ہے دل چاہتا ہے کوئی دوسری کتابیں گفت میں دے جائے۔

۵: نازیہ کنول نازی کے ساتھ۔

۶: آپ چل تو آپ چل ہے چاہے وہ علم و ادب کا استعارہ آپ چل ہو یا پھر سر پر اوڑھے جانے والا آپ چل ہو آپ چل کے لیے اپنے جذبات لکھنا ایسے ہیں جیسے کوزے میں دریا بند کرنے کے مترادف۔ آپ چل کو چاہے سر کے آپ چل کو سر پر رکھنے کی ہمت خواہو

تلقین کر سکتے آپ چل کو دشمن کے طور پر استعمال نہ کیا جائے آپ چل تو ہمت خواہ کا تاج ہے اور ملکہ تاج کے ساتھ جتنی ہے اس طرح آپ چل ڈائجسٹ جتنا چاہی ادبی اصلاحی کہانیوں کے ساتھ۔

سیدہ صبا..... میلسی

۱: مجھے آپ چل ڈائجسٹ کی بہت سی مصنفین پسند ہیں نازیہ کنول سمیر اشرف طوڑا افراسیور نے لکھنے والوں میں صبا

ایشل بہت اچھا لکھتی ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا کہ ملکہ ادب کون ہونا چاہیے بہت مشکل ہے۔ پھر بھی مجھے ملکہ ادب کے لحاظ سے نازیہ کنول نازی بہت اچھی لگتی ہیں انہیں میں ملکہ ادب کہوں گی۔ بے شک ان کا ناول طویل ہو گیا ہے مگر ابھی تک

ہماری دلچسپی قائم رکھے ہوئے ہے۔

۲: نہیں جی ہم اپنی سالگرہ یا نکل نہیں مناتے ہماری فیملی میں اس چیز کو چھاپا نہیں سمجھا جاتا ہاں البتہ بھانجے بھانجیوں وغیرہ کی منائیت ہیں۔

۳: پچھلے سال سب سے زیادہ مجھے فریدہ فرید کے ”رنگ حنا کی بات نہ چھیڑ“ نے بہت متاثر کیا ایک عورت ہو کر اتنا حوصلہ اور اپنے شوہر سے اتنی محبت دیکھ کر بہت حیران ہوئی۔

کس طرح تنہا ایک بچے کے ساتھ اموز نے معاشرے کے تلخ حالات کا سامنا کیا میں تو سب سے پہلے تحریر کا اختتام ہی پڑھتی ہوں کیونکہ میرے خیال میں آغاز جیسا مرضی ہو

اختتام اچھا ہونا چاہیے خوشگوار اور سبق آموز اور آجمل کی کوئی تحریر ایسی نہیں جس کا اختتام اچھا نہ ہو ہاں بعض اوقات دکھ ضرور ہوتا ہے۔

۴: ویسے تو حقے تحائف کا اتنا زیادہ دینا دلانا نہیں ہے پھر بھی جنھوں میں اچھا لباس اور اچھی اسلامی کتاب یا اچھا ناول لینا پسند ہے۔

۵: اگر مجھے آجمل میں ایک دن کسی مصنفہ کے ساتھ گزرنے کا موقع ملے تو میں نازی کنول نازی جی کے ساتھ گزرتا چاہوں گی۔ دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ کیسے بچوں کے ساتھ ہرماہ اپنے ناول کی قسط لکھتی ہیں شادی شدہ ہوتے ہوئے بچوں اور گھر کی مصروفیات کے ساتھ لکھنے کے لیے وقت کا ناکاہتہ شکل ہے۔

۶: آجمل کے لیے بس اتنا کہوں گی کہ یہ بہت بھرپور تقریبی ڈائجسٹ ہے اور اس کی تحریر عری بے حد سبق آموز اور دلچسپی لیے ہوتی ہے ہاں بعض اوقات تحریریں دیکھی بھی ہوتی ہیں جنھیں پڑھ کر بے تحاشا رونے آتے اور دل دگمی ہو جاتا ہے بہر حال یہ ایک اچھا ڈائجسٹ ہے سلسلہ وار ناولز کا تو ہر ماہ بے صبری سے انتظار ہوتا ہے۔

اب اجازت دیجئے اللہ حافظ!

ماریدہ کنول ماہی..... گوجر انولہ

۱: آجمل ڈائجسٹ میں میری پسندیدہ کافی رائٹرز ہیں مثلاً نزہت جنیں فیاض سمیرا شریف فاخرہ گل ہیں ملکہ لوب کا ایورڈ امہ ربیعہ کا نام۔

۲: کبھی ریکلو نہیں منائی لائف میں دو بار منائی ایک شادی سے پہلے ایک بعد میں۔

۳: جس تحریر نے متاثر کیا وہ ہے ذرا اسکا میرے

گمشدہ اور جس کا اینڈ پینٹ نہیں آیا وہ چارلی خانہ۔

۴: تجھ پر قسم کا اچھا لگتا ہے پر کوئی میرے فورٹ کلر کا ڈریس گفت کرے تو اچھا لگتا ہے۔

۵: آئی امہ ربیعہ کے ساتھ تھمیر کی دلیلیں میں۔

۶: دھڑکنوں کو کبھی راستہ بدلتے آجمل

آپ تو سادہ سادہ پہننے کیے بیٹھے ہیں

عائشہ پروین..... کرچی

۱: انہوں تو ملکہ لوب ہر رائٹر پر چٹا ہے لیکن پسندیدہ مصنفہ کی

بات آئی ہے تو وہ صائرہ قریشی (آئی) ہیں قدرتی طور پر آجمل

کے علاوہ ان سے میرا دل کارشکمی ہے۔

۲: میری سالگرہ اکثر اسی منائی میں تو دل کی ودائی میں ان

کے احساسات رقم ہونے لگتے ہیں اور اس روز کے شفاف

آئینے پر اپنا عکس دیکھنا یادوں کے منظر جب بھی عیاں ہوتے

ہیں تو ایک نازیدہ خوشی ہوتی ہے جس کے بیرون پر محبت اپنے

تغییرات دکھائی سے ڈھرے پڑ کر کتنی راتی بے تاب امید ہے اگلی

بار شوہر صاحبہ منائیں گے (۱۱۱۱)

۳: جیسی اس سلسلے میں تو ٹھیک سے کچھ نہیں کہہ سکتی کہانی

بنی ہی مثبت اور ترقی کردادوں کے بہترین جواز تو دے ہے لیکن

چارلی خانہ کے اینڈ پینٹ تو دیکھ کر ہوا بگڑتی تھی۔

۴: پہلے تجھ میری نظر میں بہترین تجھ کتاب ہے کیونکہ

کتابوں میں میری جان بستی ہے بلکہ یوں کہہ لیں مطالعہ میری

روح کی غذا ہے۔

۵: انا..... اب کیا پوچھ لیا آپ نے کوئی ایک مصنفہ

نہیں ایک نہیں مجھے ساری آجمل رائٹرز سے ملنا ہے ان کی بکس

لینی ہیں ان کے ناولز چرانے ہیں ان کا سارا ذخیرہ کتب اپنی

یادداشت کے نہیں خانوں میں محفوظ کرنا ہے اور بعد میں کے پی

سی ہوگی میں کافی کے ساتھ ان سے ذخیرہ ساری باتیں کرنی ہیں

اور..... اور جی مت پوچھیں گی۔

۶: چاہت ہو تو خوشی ہو کر ہوا تو میرے لفظوں میں

ملکی ہوئی ایک شام تیری سالگرہ ہو.....!

میرے پیارے دوست آجمل! آکاش سے بلند خوشبو

سے منظر کھیلے سے نازک پھولوں سے حسین و کھلے چھتاے

بڑھ کر روشن یہ روشنی یہ چائیں یہ وفا میں یہ دعائیں مساتیرے

سنگ ہیں اپنی دعاؤں کے سارے مولیٰ تمہاری نذر کرنی ہوں

ہیشہ یونکی دھنک دنگ کھیر تارے آئین (جاری ہے)

(الحمد لله مسلسل اشاعت کہ چالیس

سال مکمل)

☆

آج وہ زوہیر شاہ کے ہمر لہو تھی۔ زوہیر شاہ اس کا فین تھا۔ اسے یہ سب پسند نہیں تھا لیکن سکندر ریاض کو اذیت پہنچانے کے لیے اکثر وہ اس طرح کی حرکتیں کرتی تھی۔ سکندر کی توجہ آج کل اس کی طرف کچھ کم تھی وہ کسی نئے پراجیکٹ پر کام کر رہا تھا فلم کا کام اسی فیصد مکمل ہو چکا تھا اس لیے بھی مطمئن تھا ویسے بھی وہ جانتا تھا کہ اب اس نے کہاں جانا ہے کوئی ٹھکانہ تو تھا نہیں اس لیے ٹھوڑی سی ڈھیل بھی بکھار دے خود فراموش کر دیا کرتا تھا۔ زوہیر کم از کم اس سے دس نہیں تو آٹھ سال تو لڑا اچھا تھا۔ وہ اکتیس بیس کی ہونے والی تھی لیکن اس نے خود کو تائین ٹین رکھا تھا کہ کسی صورت بچیس سے اوپر کی نہیں لگتی تھی اس کا گلیمر اس کی سب سے بڑی خوبی تھی اور اس پر مستر داس کی ادائیں۔

وہ آج بھی ٹاپ کلاس ماڈل اور سب سے زیادہ معاوضہ لینے والی اداکارہ تھی سکندر ریاض اب بھی اس کے ساتھ تھا لیکن اب وہ اپنی مرضی کرتی تھی۔ وہ چھوڑنا چاہتی تو چھوڑ سکتی تھی اسے لیکن اس نے جو سزا خود کو سنائی تھی اس کا نام سکندر ریاض تھا۔ اتنے سالوں میں جہاں اس نے خود سے سمجھوتا کیا تھا وہیں اس نے سکندر سے بھی سمجھوتا کر لیا تھا لیکن اس کی تنہائی بہت اذیت ناک ہو گئی تھی اور اس کے لیے اس نے سہارے ڈھونڈنے شروع کر دیے تھے۔ اب وہ ہر روز ایک نئے لڑکے کے ساتھ دیکھی جانے لگی تھی اس کے لیے عزت ایکٹرنل سب کچھ بے معنی ہو گیا تھا۔

”تو۔۔۔ تم شادی کرو گے مجھ سے؟“ اس نے گرم کافی کے گک کے کنارے پر اپنی شہادت کی انگلی گھمائی۔ زوہیر شاہ نے اس تلی کو دیکھا پھر اپنی شاندار مسکراہٹ کو چہرے پر سجایا۔ اس کا اسٹائل تھا جب وہ جواب دینا نہیں چاہتا تھا تو صرف مسکرا دیتا تھا۔ ام جیبہ نے سوال دہرایا۔

”سرکار حکم کریں۔۔۔۔۔ اب کہ اس کی نظریں نیچی تھیں۔ قدرے توقف کیا۔

”اصل میں ام میں آل ریڈی میرڈ ہوں۔“ اس نے کہا۔۔۔۔۔ وہ چپ رہی۔

”شاید آپ کو شک لگا۔“ اس نے بغور اسے دیکھا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ کہتے رہو۔“ وہ ہنسی۔۔۔۔۔ ”پلکے آگے کی میں کہتی ہوں تمہاری بیوی تمہیں پسند تو بہت تھی لیکن اب اس میں وہ چارم نہیں رہا گھر اور بچوں میں الجھ کر وہ عجیب موٹی اور بھدی سی ہو گئی ہے خود پر دھیان نہیں دیتی تمہارا خیال تو رکھتی ہے لیکن خود کو کیسر بھلا دیا ہے اس نے۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔ ایک بات تو بتاؤ مرد عورت کو چھوڑنے اس سے نجات حاصل کرنے کے ہمیشہ یہاں کیوں ڈھونڈتا ہے۔ اسے وہ عورت تمہارے ہی گھر کا کام کرتی ہے۔ تمہارے ہی بچوں کو سنبھالتی ہے تمہارے لیے ہی تو کھانا پکاتی ہے پھر اگر اسے اپنے لیے ٹائم نہیں ملتا تو تم اسے چھوڑنے پر تل جاتے ہو یہ بھی اچھی بات ہے۔“ اس نے گک اٹھا کر کیوں سے لگایا سب لیا پھر گہری نظروں سے زوہیر شاہ کو دیکھا۔ وہ نظریں چار رہا تھا ایک مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھوٹی۔

”اصل میں۔۔۔۔۔ میں بھی میرڈ ہوں۔“ زوہیر شاہ نے چونک کر سر اٹھایا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔

”وہ سکندر ریاض۔۔۔۔۔ لیکن سنا ہے کہ وہ سب جھوٹ ہے۔“

”جھوٹی دنیا میں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ کون جانتا ہے لیکن۔۔۔۔۔ میں خود کسی سے مستقل تعلق نہیں رکھتی۔۔۔۔۔ اب جانی ہوں مجھے بوریٹ ٹیل ہونے لگتی ہے تمہارے ساتھ کتنے دن چلوں گی کچھ کہ نہیں سکتی لیکن جب تک چلوں گی ایمان داری کے ساتھ۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔“

”ہیلو۔۔۔۔۔ زوہیر۔“ اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی کوئی ایک دم سنان کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔



”لڑکی تو بہت اچھی لگی امی مجھے۔۔۔۔۔ بہت سادہ سی ہے۔۔۔۔۔ آج کل کے دور میں اتنی سادہ لڑکی کہاں ملتی ہے بانی گھر والے بھی کچھ زیادہ چالاک نہیں ہیں۔ میرے خیال سے بھائی خوش رہیں گے اس کے ساتھ۔“ ندا تو ہاسٹیل کر بہت ہی خوش ہو رہی تھی اسے پسند بھی بہت آتی تھی۔ سکندر لڑکی پسند کیسے نہ آتی؟ ملیجہ اس کی باتوں کے جواب

”میں میرب سے ہی تو ملنے آئی ہوں۔“ اس کا جواب
فجیعہ کی تحریر تھی۔

”میرب..... تم نہیں جانتیں..... میرب یہاں
نہیں رہتی.....“

”تو تمہیں کچھ نہیں پتہ..... مطلب..... ٹی وی فلم
کچھ نہیں دیکھیں تم؟ یعنی میرب کے مرجانے کی خبر تم نے
نہیں سنی۔“

”بہت بری موت تھی اس کی پرچے اڑ گئے تھے کچھ
بھی نہیں بچا۔“ فجیعہ کی باتوں کی بازگشت اسے اب بھی
سنائی دے رہی تھی۔ لیکن ابھی بھی اسے ان سب باتوں کا
آپس میں کوئی تعلق نظر نہیں آ رہا تھا۔

اور وہ نہیں جان پاتی تھی کہ اسے اب کتنے سالوں بعد یہ
سب کیوں یاد آ رہا تھا اور اسے کمرشلز میں آنے والی لڑکی
یکا یک میرب سے مشابہہ کیوں لگنے لگی تھی۔ اس نے
سوچوں پر قابو پایا۔ اس کا وہم بھی ہو سکتا ہے فجیعہ بھلا
میرب کے بارے میں ایسا کیوں کہے گی؟ وہ دونوں تو ایک
دوسرے پر جان چڑھتی تھیں اور میرب بھی کب لسی لگی؟
اسے کب شریز میں آنے کا شوق تھا وہ تو ٹی وی بھی کبھی کبھار
ہی دیکھتی تھی..... نہیں کوئی اور ہوگی تھوڑی بہت مشابہت تو
ہوئی جانی ہے کسی ناکسی سس نے خود کو تیلوں میں لیکر
وہ اس سوچ کو پوری طرح ذہن سے نکال نہیں پاتی تھی۔

اگلی شام وہ بیشال کے ساتھ یونیویسٹی کے باہر گھومنے آ گئی
بیشال بچوں کو اس کریم کھلانے لے جا رہا تھا وہ بھی ہمراہ
آ گئی۔ ان چودہ سالوں میں سب کچھ تبدیل ہو گیا تھا۔ سفید
پوشی کے بھرم کی جگہ برائڈز نے لے لی تھی۔ اوپنی اوپنی
دکانیں شاہجگ مانڈھر بہت ترقی کر گیا تھا۔

”عبدالرافع نے تو مجھے اسی پرانی دنیا میں ہی قید کر کے
رکھ دیا۔“ وہ ہنسی پر لہجہ میں ہلکا سا ملال تھا۔

”کیوں..... پابندی لگا تا ہے؟ مولوی تو ہے میں جانتا
ہوں۔“ اس نے ذرا سا سر مڑ کر بہن کو دیکھا جس نے بھی
اپنی شادی شدہ زندگی کے بارے میں ان کو کچھ نہیں بتایا تھا
لیکن بہر حال وہ حالات کو سمجھتے تھے۔

”پابندی لگانے کے لیے مولوی ہونا ضروری نہیں.....“
ردائے اس کے کہے کو جھٹلایا۔

”بھئی بھئی ہی لگتا ہے مجھے ایسے ہی ورنہ تو میں اپنی
زندگی سے بڑی مطمئن ہوں۔“ اس نے فوراً عبدالرافع کی
دفا شعار بیوی ہونے کا فرض بھجایا۔

”تم جتنی ہو۔“ بیشال نے گاڑی آس کریم پارک کے
سامنے روکتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔ اب وہ پیچھے مڑ کر
بچوں سے ان کے پسندیدہ فلمیور پوچھ رہا تھا۔ یہاں ہی اس کریم
کریم بہت مشہور تھی اور ہر وقت رش رہتا تھا۔ وہ یونیویسٹی باہر
دیکھنے لگی۔ اور جیسی اس کی نظر سامنے لگے بہت بڑے سائن
بورڈ پر لگی۔ وہی کمرشل تھا جاندار مسکراہٹ کے ساتھ.....

تو تھ پیسٹ خریدنے پر مجبور کرتی وہ ماڈل۔

”بیشال بھائی.....“ وہ بلا اختیار ہی پکار پڑی۔

”وہ سامنے والی ماڈل.....“ وہ کہتے ہوئے رکی۔

”ہاں..... مجھے پتہ ہے۔“ وہ بولا تو ردائے اسے تعجب
ہو گئی۔ لڑکا آنسو کریم لے آیا تھا بیشال بچوں کو سرور کرنے لگا۔

”بڑی خوب صورت ہے۔“ ردائے کا کپ اسے تھماتے
ہوئے بات ممل کی۔ ”میں تو آتے جاتے اسے دیکھ کر خوش
ہوتا ہوں۔“ وہ فل شراہٹ کے موڈ میں تھا۔ ردائے گھبراہٹ
اس نے کندھا چا کادے۔

”بھائی..... میں تجھ اور کہہ رہی تھی..... چلیں
چھوڑیں۔ آپ بتائیں چھٹی کب بل رہی ہے پھر ان کو بتانا
بھی تو ہے۔“ اس نے خوبی بات کا رخ بدل دیا ایک وہم کو
حقیقت سمجھنا یقیناً ناشدنی نہیں تھی۔



”اے تم.....“ زوہیر ایک دم کھڑا ہوا اور کھڑی تو ام
حبیبہ بھی ہو گئی تھی ایک دم حیران پریشان..... زوہیر اوسانے
والی شخصیت بڑی گرم جوشی سے لے رہے تھے اس شخصیت
نے ایک نگاہ غلط بھی اس پر نہیں ڈالی تھی۔ زوہیر اس کا ہاتھ
پکڑے اس سے ذرا فاصلے پر چلا گیا تھا۔ وہ دونوں یوں
بات کر رہے تھے جیسے برسوں کے شناسا ہوں۔

اور ام حبیبہ کا دل گویا آنکھوں میں تھا۔ کتنے سالوں بعد

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

پیش کشی: مجلسِ علماءِ اسلامیہ

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دلیلیز پر فراہم کریں گے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 700 روپے

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

7000 روپے

میڈل ایسٹ ایشیائی افریقہ یورپ کے لیے

6000 روپے

رقم ڈیٹا ڈارٹ منی آؤز منی گرام ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر

0316-0128216

مولیٰ کیش اکاونٹ نمبر

0300-8264242

البطه: طاہر احمد قریشی 0300-8264242

نئے آف گروپ آف پبلی کیشنز

کرنمبر: 7 فرید حمید ز عبد اللہ ہارون روڈ کراچی۔

فون نمبر: +922-35620771/2

aanchalpk.com

ganchalnovel.com

Info@aanchal@com.pk

تھی۔ وہ شادی شدہ ہونے جا رہا تھا اس کے ذہن کی اسکرین پر بل بھر کے لیے گل ہمارا لہا لہا بس ایک بار اس کی تصویر دکھائی تھی۔ لیکن چونکہ حافظہ اچھا تھا اس لیے یاد رہ گئی تھی اور وہ ہیں کہیں سے ایک اور شبیہ بھی ابھرائی تھی۔

”میری محبت مت لوٹاؤ.....“ بڑے ہاتھ منت کرتی۔

اور اس نے زور سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ سمجھا تھا دروازہ بند کر دینے سے شاید اس کی محبت اندر نہیں آئے گی؟ دروازے پر ہی سرخ سرخ کمر چراگئے لیکن وہ تو دروازوں دیواروں دروازوں سے یوں پھوٹ پڑی تھی جیسے کوئی مادہائی مخلوق ہو۔ فون بک رہا تھا اس نے سر جھٹکا اور ادھر متوجہ ہو گیا۔ یادیں بھی جیسے آتی ہیں تو سب کا اڑھٹاٹھٹا چلے جاتے ہیں۔ اسے اب اس لڑکی کے بارے میں نہیں سوچنا تھا اس کی محبت کا دروازہ بند کرنا تھا؟ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

رات وہ گھر نہیں گیا حالانکہ شہر سے سوا گھنٹے کی مسافت تھی، لیکن روز روز اسے پیچھو پورہ جاتے ہوئے مسئلہ ہوتا تھا اس نے امی کو اطلاع کی اور خضر کے فلیٹ پر آ گیا۔ وہ توجہ کچھ کچھ سمجھتا تھا۔

”ارے.....!“ اسے یوں آڑا ترچھا لینا دیکھ کر پہلے حیران ہوا پھر ہنس دیا۔

”تم تو سچ بچ کے مجنوں بنے پھر رہے ہو۔“ اس نے اس کی ٹانگیں پیچھے کر کے بیڈ پر اپنے لیے جگہ بنائی وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔

”یار چھوڑ دو بھی اب تم تو کھینے کو چاند مانگ رہے ہو۔“ اس نے سائیکل پینل پر برقی تصویروں کا ذخیرہ اٹھایا اور ایک ایک کر کے دیکھنے لگا اور پھر ایک تصویر پر اس کی نظریں ٹھہر گئیں۔ وہ اخبار کا ایک پرانا تراشہ تھا اور..... انٹرویو کے ساتھ جو تصویر بھی وہ صرف ان کھوں کی تصویر تھی، نہایت کھوں کی۔

”میرب.....“ اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔
 ”کیا؟“ غضنفر سیدھا ہوا۔ ”کیا کہا تم نے؟“ اس کے
 بچوں سے نام سن کر وہ چونکا۔

”کچھ نہیں۔“ اس نے نفی میں سر ہلایا اور نظریں اس لکھے یہ دوڑنے لگیں۔ وہ جیسے جیسے پڑھتا رہا اس کا رنگ

مغفیر ہوتا رہا تھا۔ انٹرویو چھ سات سال پرانا تھا۔

اور ام حبیبہ نے سب کچھ سچ کھڑا لکھا ایسا سچ.....
یشال کانپ اٹھا تھا کوئی اس طرح بھی اپنے عیب بتاتا
ہے؟ اس طرح بھی سب کے سامنے عیاں ہوتا ہے؟

”یہ انٹرویو میں نے ہی کیا تھا۔ اور پتہ ہے یہ
لڑکی..... تصویروں میں کچھ نہیں لیکن روبرو دیکھو تو ایمان
لے اڑے اور میں بھی اسی دن سے اس کا اسیر ہو گیا تھا۔“
مغفیر بڑے جوش سے بولا۔ ”اس کا کہا بہت کچھ میں نے
خود ہی حذف کر دیا۔ نتائج کوئی برداشت نہیں کرتا..... لیکن
یار اس کی کہانی سن کر میں بہت متاثر ہوا تھا۔ وہ اس شخص کو
بار بار گالیاں دیتی تھی جو اسے یہاں لے کر آیا تھا وہ ایک
شریف گھر کی لڑکی ہے اگر میں اسے اس دلدل سے نکال
لوں تو کیا برائی ہے؟“

”ہاں.....“ یشال نے تھوک نکلا۔ ”تو ام حبیبہ.....
میرب شاہ بھی وہ میرب جو اس کے آگے ہاتھ جوڑے محبت
کی بھیک مانگ رہی تھی۔“ اس نے اس انٹرویو میں کچھ بھی
نہیں چھپایا تھا۔ ہر راز سے پردہ اٹھا دیا تھا۔ وہ کیسے کیسے
بلیک میل ہوتی کہاں کہاں کھلو تائی سب کچھ اس نے بتا دیا
تھا اور اپنی پہلی محبت بھی۔

”اور پتہ ہے مسٹر یشال اس میگزین کی ڈھیروں کاپیاں
فروخت ہوتی تھیں۔ صرف اس سچ کی وجہ سے لوگ توجہ کو
بھی سالہ خبر بنالیتے ہیں ہاتھوں ہاتھ لگا تھا ایک ایکس
پائیس سالہ لڑکی جو قیم ہو وہ یوں سچ بولے لوگ برداشت
نہیں کرتے لیکن جسکے ضرور بنالیتے ہیں بہت دن زبان
زدعام رہا تھا یہ انٹرویو..... لیکن ان سب باتوں سے قطع
نظر..... مجھے اس سے محبت ہے میں نے آج تک اس لیے
چھپایا کہ تم اچھا نہیں سمجھو گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ محبت
میرے اختیار سے باہر ہوتی جاری ہے میں چاہتا ہوں تم
میری مدد کرو۔ اس سے ملو..... اسے مجھ سے شادی کے
لیے مٹاؤ۔“

”دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟“ یشال نے اس کی بات
کاٹی۔ ”یہ تم سے شادی کرے گی بھلا؟“ اس نے دل کو

بمشکل قابو کیا آنکھیں دھواں ہو رہی تھیں۔ ایک لڑکی اس
کے لیے اس کی محبت میں تباہ ہو گئی تھی اور اس نے چپ
چاپ اس کا تماشا دیکھا تھا۔

”کیوں نہیں کرے گی؟“ مغفیر کو اس کی بات بری لگی تو
ترنپ کر بولا۔

”یہ جو.....“ اس نے حلق میں پھنس جانے والا
آنسوؤں کا گولہ نیچے اتارا۔ ”یہ جو لڑکیاں ہوتی ہیں ناں اس
ٹائپ کی نہ صرف اور صرف پیسے اور شہرت سے محبت کرتی
ہیں محبت ان کا مسئلہ نہیں ہوتی۔ خود ہی دیکھ لو اگر اسے اس
زندگی سے نفرت ہے تو چھوڑ دے یہ فیڈل کہیں گناہی کی
زندگی گزار لے لیکن جو جسکے ان کو بڑکا ہوتا ہے وہ چھوٹا
نہیں.....“ وہ اس کو بدظن کرنا چاہ رہا تھا۔

”تم میرا دل تو زبردستی ہو۔“ وہ کبیدہ خاطر ہوا۔

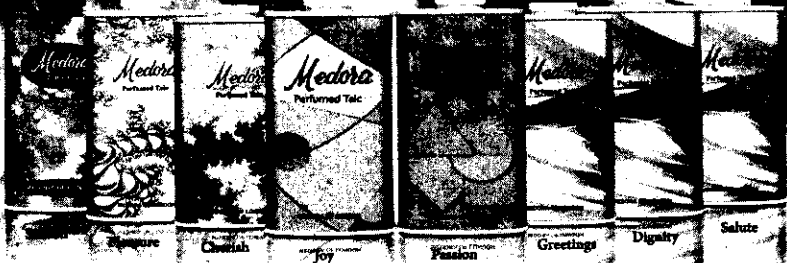
”مجھے ایک بار اپنی قسمت آزمایا ہے..... میں یہ
حسرت لے کر مرنا نہیں چاہتا کہ میں نے اپنی محبت کو
پانے کی کوشش نہیں کی تم مجھے مایوس کرنے کی بجائے
میری مدد کر لے پلیز..... ایک بار اس تک میرا پیغام پہنچاؤ تو
سہی۔“ وہ پتختی ہوا۔

اسے انتخابوں سے خوف آتا تھا جڑے ہاتھوں سے ڈر
لگتا تھا۔ وہ چپ چاپ اس کے فلیٹ سے نکل آیا۔ اس کی
مٹھی میں دباوا تراشا جو چرما گیا تھا۔ بالکل اس محبت کی
طرح جو کبھی میرب نے اسے تھمائی تھی۔ وہ بہت اب سیٹ
تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرب ام حبیبہ بن چکی ہوگی
کافی عرصہ پہلے جب مدعا کو اس کے گھر سے میرب کی موت
کی اطلاع ملی تھی تو وہ کتنا دکھی ہوئی تھی اور دکھی تو وہ بھی ہوا
تھا۔ پھر رات نے اسے اس کی تصویریں بھی دکھائی تھیں لیکن
ٹی وی فلم دیکھنے کے باوجود ایک بار بھی اس کے ذہن میں
نہیں آیا تھا کہ ام حبیبہ ہی اصل میں میرب ہے وہ اس فیڈل
میں گئی تھی بھی اس کے گھر والوں نے اسے مردہ قرار دے
دیا تھا۔ اس نے خاندانی عزت و ناموس ڈبو دی تھی اور
خاندان والوں نے اسے ہی ذن کر ڈالا تھا کرے تک آتے
ہوئے وہ نڈھال ہو چکا تھا۔ واپسی کا سفر تکلیف دہ ہوتا ہے

Medora

Perfumed Talc

عروشہ پر جو دل کو بہا رہے
تاروں جو ہو کوئی چارے

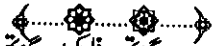


عروشہ پر دنیا کے 8 شگفتہ احساس

MEDORA OF LONDON

خواہ یا دل کا ہی کیوں نہ ہو۔

وہ تمام رات اس نے آنکھوں میں کافی..... محبت دکھ بچھتاوے اس کے ضمیر پر کچوکے لگاتے رہے تھے وہ سر کے نیچے دونوں بازوؤں کا تکیہ بنائے تمام رات بے آواز روتا رہا تھا۔



وہ واپس فلیٹ میں آگئی تھی۔ "تم مکمل ہو گئی تھی آج کل سوائے فیشن شوز اور کیٹ واک کے اس کی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ اس لیے اسے فلیٹ میں سکون محسوس ہو رہا تھا۔ دوسرا جب سے اس نے نمرہ اور ذیشان کو دیکھا تھا اس کا ذہنی سکون پھر سے درہم برہم ہو گیا تھا وہ سوچ رہی تھی ذیشان یہاں کیا کر رہا تھا؟ کیا وہ لاہور میں رہتا ہے اور نمرہ..... لی جان..... بڑے شاہ صاحب..... لالہ لالہ جی بھائی برہان..... وہ سب..... اس کا دل شدت سے سن سب کو دیکھنے ملے تو کر رہا تھا اس نے کھڑکیوں سے پورے ہٹائے سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ بالکل اس کی زندگی کی طرح..... پچھلے دس سالوں میں اس نے بہت کچھ دیکھا تھا اس میں ایک حالات سے سمجھتا بھی تھا۔ اس کے چاروں طرف گلیاں تھیں کہاں جاتی؟ سوائے سمجھتا کرنے کے اس کے پاس کوئی راستہ ہی نہ تھا لیکن وہ جو اپنوں کے لیے دل میں بڑک تھی وہ بھی کبھی کبھار شدت سے ابھرتی تھی اس نے پورے برابر کیے اور کمرے کی حالت پر نظر دوڑائی..... وہ اسی اندری کا شکار تھا۔ جیسا کہ عمر اور رہتا تھا۔ ایٹم بڑے مگر بٹ کے کلر اور..... بے پھر پرستوں میں گندی میبل بیڈ شیٹ بکھرے جوتے صوفوں پر کپڑوں کا ڈھیر اسے خوس اور کمرے کے ماحول میں مائلت محسوس ہوئی۔ وہ بھی اندر سے ایسی ہی ہو چکی تھی گندی میبل بکھری ٹوٹی اسے کمرے کا ماحول تکلیف نہیں دیتا تھا۔ موبائل بج رہا تھا..... اس نے ہاتھ بڑھا کر اٹھایا۔ "زوہیر شاہ" کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس کا قطعاً مؤثر نہیں تھا اس سے بات کرنے کا۔ لیکن کچھ سوچ کر اس نے کال اٹینڈ کی۔

"وہ غصے میں ہی تھا" کبل مل رہی ہو؟" اکھر پنپے

سے پوچھا۔

"بھئی نہیں" اس نے اٹل لہجے میں کہا۔

"اب یہ مت کہنا کہ تم یہ سب پھوڑ رہی ہو..... نیک بی بی بن رہی ہو" وہ استہزائیہ ہنسا۔

"نہیں کہوں گی" کیونکہ تم جیسے مرد جب تک اس معاشرے میں پس کوئی پاک باز ہونا بھی چاہے تو نہیں ہو سکتا۔" ساری فنی سن کر اس کے لہجے میں آگئی تھی۔

زوہیر شاہ ایک لمحہ کوچپ ہو گیا تھا۔ "تم لوگ عورت کو بازار میں لا کر کھڑا کرنا تو چاہتے ہو..... سر پر چادر رکھ کر گھر لے جانا تمہیں یاد نہیں رہتا..... رسوائیوں کا خوف جگمگاتا ہے تم جیسے مردوں کو....." اس نے سگریٹ کو سائینڈ پھیل پر ہی مسلا دیا تھا۔

"تم شاید ڈپریشن ہو رہی ہو" ادھر بھی کمال کا ضبط تھا یا پھر ڈھیٹ پن۔

"ہاں" اس نے اعتراف کیا۔

"آ جاؤ..... کھانا کھاتے ہیں کسی اچھی جگہ..... اور..... ہر مرد دکھاری ہے اسے اس وقت زوہیر کے لہجے میں سکندر ریاض محسوس ہوا۔

پچھلے دنوں جب وہ لاہور گئی تھی ایک فنکشن کے لیے تو سکندر ریاض کو وہ تقریباً بھلا ہی بیٹھی تھی۔ لیکن واپس آتے ہی پھر سے اس کے دہی روز و شب تھے اور کل ہی اس نے سکندر ریاض سے نکاح کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اب تک وہ اس کی بیوی ضرور تھی لیکن صرف سکندر ریاض کے کہنے کی حد تک..... اسے اب تحریریں حلف چاہیے تھا ایک ٹھوس ثبوت نکاح نامہ..... وہ صاف ستھری زندگی گزارنے کا سوچ رہی تھی۔ جب کہ وہ سکندر ریاض کے ساتھ کافی سالوں سے تھی تو نام دینے میں کیا حرج تھا جس سانپ نے اسے ڈسا تھا وہ تریاق بھی اسی سے چاتی تھی کہ وہ جاتی تھی وہ کسی بھی عزت دار مرد کے کام کی نہیں ہے کوئی بھی اسے گھر کی زینت نہیں بنائے گا تو پھر سکندر ریاض ہی اس کا لاشا تھا اسے نام دے..... اس نے بہت سوچ سمجھ کر سکندر کو کہا تھا۔

"کہاں کھو گئی؟" اس کی طویل خاموشی پر زوہیر بولا۔

بعد وہ واپس اپنے کمرے میں جانے کے لیے نکلی مگر یہی تھی کہ سکندر ریاض سے مل بیٹھ ہوئی اور اسے شاک لگا..... وہ وحیل چیتر پر تھا۔ (میں نے اس کی ٹانگ توڑ دی ہے) اس دن کے بعد سے اس نے سکندر ریاض سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی..... اسے اب اس شخص سے کوئی رابطہ کرنا بھی نہیں تھا۔ وہ سائیل سے ہو کر نکلنے لگی تھی کہ سکندر کی آواز نے قد مہوکہ دیکھائی میں کچھ خاص لوگ نہیں تھے۔

وہ ہولے سے ہٹ گیا (کچھ لوگ کبھی نہیں
سردھرت) وہ کی ضرورت ہی نہیں..... اسے اپنی آنکھیں
نہیں منوانی تھیں۔

”مجھے افسوس ہے شہلانے تمہارے ساتھ پیڑ پڑی کر۔“ وہ ہولے سے بولا۔ وہ آگے بڑھنے ہی والی تھی کہ سکندر نے ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ مڑی اور غضب ناک نگاہوں سے اس بھڑیے کو دیکھا جو اس کی ساری زندگی نوح نوح کرکھا گیا تھا اور اب ٹانگ تڑکا رہی خر متیاں نہیں بھولی تھیں۔ بہت اچھا کیا تھا اس کی بیوی نے کوئی تو تھا جو سکندر پر اس پر برتری رکھتا تھا اور عمل بھی کر سکتا تھا۔ اسے سکندر کو دیکھ کر خوشی کا احساس ہوا۔ وہ بے بس ہو چکا تھا لیکن یہ بھی اس کا خیال ہی تھا۔

”میرے کمرے میں آؤ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔“ اس کے لہجے میں وہ پہلے والی رعنت تو نہیں تھی البتہ خفیہ سا حکم ضرور تھا۔

”جہیں.....“ اس نے ہاتھ جھڑ لیا اور آگے بڑھ گئی۔
 ”تو پھر میں آجاتا ہوں تمہارے کمرے میں۔“ اس کے
 اظہارِ حسبِ عادت وہ سخت آہٹیں ہوا بلکہ نرمی سے بولا تھا۔
 ”مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے سکندر میں کہہ چکی
 ہوں۔ نصاب اور آئندہ سکندہ..... اپنے کمرے میں دھیان دو.....“ وہ
 ترش سے گویا ہوئی۔

دیں..... وہ بہت مدد کی بہت تڑپا، مجھ سے التجا کی کہ میں اس کی محبت نہ لوٹاؤں..... لیکن میں نے اس کی ایک نہیں سنی اور اس سے حکارہ کیا اپنے گھر کے دروازے سے اسے خالی لوٹا دیا میں نے گھر کا دروازہ بند کیا اور اس نے خود پر ساری خوشیاں حرام کر لیں میری محبت اسے کھا گئی اور اس نے ذیاب شاہ کی محبت کو زہر دے دیا۔

”کس نے بتایا یہ سب آپ کو؟“ اس کی آنکھیں نم ہوئیں لیکن ابھی ابھی وہ بے بسی کی کیفیت میں مبتلا تھی۔ ایسا ممکن نہیں تھا۔ وہ ذیاب شاہ کے ساتھ سے خوش تھی اس نے کبھی بیشال کا نام نہیں لیا تھا بلکہ کبھی وہ اس کے سامنے بھی نہیں گئی تھی۔

”آپ جھوٹ بول رہے ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی تو مجھے پتہ چلتا۔“ روانے نے اس کی باتوں کی تردید کی۔ وہ جواباً کچھ نہیں بولا بلکہ بازو آٹھکوں پر رکھے خاموش رہا تھا۔

”بھائی.....“ اس نے پکارا اور اس کے پاس آ بیٹھی۔

”بھائی.....“ اس نے دوبارہ پکارا اور بھی اس نے دیکھا اس کے جواں کرٹیل بھائی کے رخسار گیلیے تھے اور وہ دھک سے رہ گئی جو بات بیشال کی کیفیت بتا رہی تھی وہ دل دہلانے کو کالی تھی۔



زوہیر کا جیسے ہی فون آیا ذیشان جان گیا تھا کہ وہ کیا پوچھنے والا ہے اور بھی اس نے اس کی کوئی بھی بات سننے بغیر کہہ ڈالا۔

”میں جانتا ہوں تم کیا پوچھنے والے ہو..... اور تمہارے سارے سوالوں کا میں ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ وہ عورت غمزدہ کی ماں ہے اور میں اس گھر سے اس کا کوئی رشتہ نہیں..... اور اگر یہ سب جاننے کے لیے تمہیں اس نے کہا ہے تو یہ بھی بتا دینا کہ اس کے لیے چچے کچھ بھی نہیں اگر وہ اپنی بیٹی کو لے کر جانا چاہتی ہے تو لے جائے کیونکہ اعتراض کرنے والے اب نہیں رہی اور میرے لیے ایک لڑکی کی ذمہ داری اٹھانا مشکل ہے میں ایک بے وفا عورت کی اولاد کے لیے اپنا کیریئر داؤ پر نہیں لگا سکتا..... وہ جب چاہے

آئی..... میں سمجھ رہا تھا کہ ایک پینٹ میری غلطی سے ہوا جبکہ اس نے بتایا کہ وہ جان بوجھ کر گاڑی کے آگے آئی تھی مرنے کے لیے..... کیونکہ وہ یہ شادی کرنے پر رضامند نہیں اس کے ماں باپ زبردستی کر رہے ہیں..... اور یہ کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے..... وغیرہ وغیرہ..... بعض اوقات سیدھی سادی گھر پیلو لڑکیاں بھی اندر سے نکلتی تھیں اور بیسی ہوتی ہیں گھر بیٹھے عشق کے سارا سبق پڑھ لیتی ہیں اور ماں باپ ان کی سادگی کے قصیدے پڑھتے نہیں سمجھتے..... تم فون کرو وہ کچھ نہیں کہیں گے بلکہ اب تک وہ ذہنی طور پر تیار ہو چکے ہوں گے کہ ان کی بیٹی کو میں جس حالت میں چھوڑ کر آیا تھا اس کے بعد کسی سوال کی گنجائش نہیں بچتی..... امی کو سمجھا دینا تم..... اور.....“ اس کے بعد اسے سمجھ نہیں آئی وہ کیا کہے روا تو ساری بات سن کر یوں بیٹھی تھی کہ کانٹو تو بدن میں لہو نہیں..... وہ لوگوں کو کیا جواب دیں گے۔

”ایک اور شائنگ غمزدہ زن لو.....“ وہ بھی سارے انکشاف آج ہی کرنے پر حلا پشیمان تھا۔ روانے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

”تمہاری دوست میرب شاہ زعمہ ہے معروف فلم ایکٹر لیس اور ماڈل ام حبیبہ کے روپ میں۔“ اس نے انکشاف کیا..... اب کہ تو وہ کھڑی ہی ہوئی دوسری خبر پہلی سے زیادہ قاتل تھی۔

”کیا کہہ رہے ہیں میرا دل بند کر دائیں گے آپ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ اس کی نظر میں اس وقت پست والی ماڈل آ گئی، جس پر اسے شک ہوا تھا۔

”ہاں یہ سچ ہے اور یہ بھی کہ میری محبت نے اسے تباہ کر دیا۔“ وہ آج سارے بوجھ دل سے اتار بیٹھنے کو تیار تھا۔

”اللہ کے لیے بھائی بس کریں آپ؟“ وہ چلائی لیکن وہ نہیں رکھ سکتی تھی ایک سے ایک لگاتار لگاتار رہا۔

”تمہیں نہیں پتہ رہا مگر تمہاری دوست میرب شاہ مجھ سے خاموش محبت کرتی رہی..... ایک دن میں جان گیا میں نے اسے الماری میں گھٹ رکھتے دیکھ لیا اور اگلے دن میں نے اسے ڈانٹا اس کی ساری چیزیں بمعہ محبت اسے لوٹا

جس وقت چاہے اپنی اولاد لے جائے.....“ زوہیر کی کوئی بھی بات سنے بغیر اس نے فون بند کر دیا تھا۔ وہ یہ بوجھ اٹھاتے تھک گیا تھا نمبرہ کے سوالوں نے اسے زچ کر رکھا تھا۔ صدی خود سر تو وہ بچپن سے ہی تھی جب سے یکے بعد دیگرے لی جان اور باجی کی وفات ہوئی تھی وہ بالکل کنٹرول سے باہر ہو گئی تھی۔ عجیبہ کہ اپنی مصروفیات میں ڈیٹا بن کے اپنے منصوبے تھے جو گزشتہ دو سال سے نمبرہ کو پالنے پوسنے کے چکر میں ضائع ہو گئے تھے وہ سارا دن اس کو سنبھالتے ہوئے بلکان ہو جاتا اگر لی جان نے اپنی قسم نندی ہوئی تو وہ کب کا اسے فضیلت خاندان کی تحویل میں دے چکا ہوتا لیکن ادھر بھی اب کوئی نہیں رہا تھا۔ بارہا اس کے ذہن میں آیا کہ وہ نمبرہ کو اس کی ماں کے حوالے کر دے۔ اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا اس میں جہاں مرضی رہتی بلکہ ہو سکتا تھا کہ بیٹی ہی اسے سیدھے راستے پر لے آئے اور اس روز ریسنورٹ میں جب اچانک ہی نظر پڑی ام حبیبہ پر تو وہ یہی سوچ کر ان کی جانب بڑھا تھا..... وہ اسے کسی کام کے سلسلے میں کراچی آیا تھا لیکن وہاں زوہیر کو دیکھ کر غنی الحال اس نے ارادہ بدل دیا تھا اور ام حبیبہ کو مکمل ان گنور کر کے وہ زوہیر سے باتیں کرنے لگا تھا۔ ارادہ یہی تھا کہ ایک بار وہ نمبرہ کو اس کے ہمراہ دیکھ لے پھر خود ہی رابطہ کر لے گی اور وہی ہوا تھا اس نے زوہیر سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ نمبرہ کو لے جائے اس نے نمبرہ کو ذہنی طور پر تیار کرنا شروع کر دیا تھا اس نے نمبرہ کو میرب کی انصاف پر بھی دکھائیں اور یہ بھی سمجھا یا کہ وہ اس کی ماں ہے اور اس کو لینے آ سکتی ہے نمبرہ یہ سب دیکھ اور سن کر خاموش ہو گئی تھی اس کے ذہن میں بے شمار سوال تھے لیکن وہ چاچو سے نہیں کر سکتی تھی چاچو اس سے پتو بہت کرتے تھے لیکن ابھی کبھی کبھار غصے میں بھی آ جاتے تھے۔ چاچو کی باتوں نے اس کو سوچ میں ڈال دیا تھا۔ اگر وہ اس کی ماں تھی تو اس سے دور کیوں تھی اب تک گھر میں کبھی کسی نے بتایا کیوں نہیں کہ اس کی ماں بھی سب سے ذہنی جان ہی کو ماں سمجھتی تھی۔

ایئر پورٹ سے باہر آتے ہوئے اس نے سوار اپنا ارادہ

بدلتا تھا اور اگر غففر اسے ٹکٹ نہ کروا کے دیتا تو وہ کبھی آتا ہی
 ناں..... لیکن اس نے نہ صرف ٹکٹ کروایا تھا بلکہ اگلی فلائٹ
 سے خود بھی پہنچ رہا تھا۔ سو اس کے پاس اور کوئی راستہ نہ بچا
 تھا، ام حبیبہ کے متعلق تمام معلومات اس کو غففر نے فراہم
 کر دی تھیں، ایئر پورٹ سے اسے ہوٹل جانا تھا اور پھر غففر
 کے ساتھ اسے ام حبیبہ کے فلیٹ یا بنگلہ جہاں بھی وہ موجود
 تھی کی طرف روانہ ہونا تھا وہ ذہن میں جملے ترتیب دیتے
 ہوئے تھک گیا تھا کیا کہے گا وہ میرب شاہ سے؟ اور جو اس
 نے ماضی کی راکھ کرید ڈالی تو..... پہلے کی طرح کا سہ سوال
 اسی کی طرف بڑھتا تو؟ نہیں اس سے نہیں ہوگا اس نے
 ارادہ کر لیا کہ وہ غففر کے ساتھ نہیں جائے گا وہ اس کے
 سامنے نہیں جاسکتا تھا اس میں ہمت اور حوصلہ ہی نہیں تھا۔
 غففر کے آنے تک وہ ہوٹل کی لابی میں بیٹھتا رہا۔

روانے ابھی تک امی کو کچھ نہیں بتایا تھا وہ ایک بار خود
 جا کر تمام صورت حال معلوم کرنا چاہ رہی تھی اور آج ہی
 جانے کارا وہ کر رکھا تھا اسے گل ہما کی جرأت پر حیرت تھی
 جو ماں باپ کے زبردستی کرنے پر گھر سے مرنے کے لیے
 نکل کھڑی ہوئی تھی۔ شاید ہر عورت اتنی پادریل محبت ہی
 کرتی ہے اس نے سوچا۔

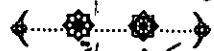
عنفتر جیسے ہی پہنچا وہ اس کو کمرے میں پکڑ کر لے آیا۔
 ”بریکنگ نیوز ہے! امام حبیب نے انڈسٹری چھوڑ کر گمنامی
 کی زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔ ابھی ابھی بت چلا ہے
 مجھے! دیکھا اللہ خود ہی میرے راستے سیدھے کرتا جا رہا
 ہے۔“ وہ حد سے زیادہ بے تاب تھا۔
 ”اور اگر وہ نہ چھوڑی تو.....؟“ ریشال نے پُرسوج
 نگاہوں سے اسے سدیکھا۔

”تو بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا..... مجھے صرف اس سے غرض ہے نہ کیا تھا کیا ہے کوئی لین دین نہیں میں بس اسے پانا چاہتا ہوں۔“ یثال کا دل ڈوب گیا اس کا دوست دھڑلے سے اس عورت کا ذکر کر رہا تھا جس سے وہ محبت

کرتا تھا اور ایک وہ تھا گھر آئی محبت کو ٹھوکر ماری وہ اس کے سامنے محبت کا اقرار نہ کر سکا لیکن زندگی کے دس سال اس نے یونہی گزار دیئے کسی موہم سی امید پر شاید کبھی کہیں وہ نظر آجائے اس کے مگر جانے کی خبر سننے کے باوجود وہ ایسی باتیں سوچتا تھا۔ غصہ کرنے دوسروں سے چائے آڑو کی اور خور و خیش ہونے چلا گیا۔

”سنو غصہ..... ایک بات کہوں.....؟“ اس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔
 ”ہاں ہاں بولو۔۔۔ مگر کچھ اچھا ہی بولنا۔“ وہ خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا۔
 ”اگر تم میرے بغیر جاؤ..... تو شاید تمہارا چانس بن جائے۔“

”کیا.....؟“ وہ اس کی طرف گھوما۔ ”اب غداری مت کرو، تمہیں میرے ساتھ چلنا ہی ہوگا۔ اٹھ جاؤ اٹھ بھی جاؤ۔“ غصہ کرنے بازو سے پکڑ کر اسے اٹھایا اور اسے اٹھتے ہی بنی۔



آج اسے حیران کن خبر ملی تھی۔

”ذیشان کے ساتھ جو بچی تھی وہ کسی اور کی نہیں بلکہ اس کی بیٹی تھی اور دوسری یہ کہ سکندر ریاض نے اس کی دس سالوں کی کمائی اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی۔ دوسری خبر سے زیادہ پہلی خبر نے اسے شاکہ کر دیا تھا۔ سمرہ اس کی بیٹی تھی مگر کیسے؟ اس نے تو ایک مرد سے بچے کو جنم دیا تھا۔ سکندر ریاض نے تو اسے یہی بتایا تھا کس نے کیا جھوٹ بولا تھا..... پھر..... اس نے زوہیر سے ذیشان کا نمبر لیا اور اسے کال کرنے لگی۔ چار پانچ رنگز کے بعد فون ریسرو کر لیا گیا تھا۔ دوسری طرف سے ذیشان کی آواز کان میں پڑتی تھی اس کے سارے لفظ گوگلے ہو گئے تھے۔ کتنے سالوں کے بعد کسی اپنے کی آواز سننے کی اسے لگا وہ شاکہ منہ بچے میں ہو۔

”خیر مایہ ام حبیبہ..... بیٹی لینے خود آئی میں کیا چھوڑ جاؤں؟“ اس کی طویل خاموشی نے ذیشان کو بتادیا تھا کہ دوسری طرف کون ہے؟ لیکن اس کے اپنے لہجے میں اس

قدر بے رخی اور بے گامگی تھی کہ ام حبیبہ کی ساتتیس پتھر ہونے لگی تھیں۔

”میں خود آتی ہوں تھوڑی دیر میں بیٹیں ہوں میں۔“ اس نے جلدی سے ریسور کر رکھا اور اپنے سر اپنے پر نظر دوڑائی۔ اسے اپنے گھر جانا تھا ایک مدت بعد اور ذیشان نے خود پوچھا تھا کہ وہ آئے گی؟ یعنی اب گھر والوں کے دل اس کے لیے بدل گئے تھے شاید انہوں نے اسے معاف کر دیا تھا اس نے ذرا سیر کو مارٹ کیا اور خود مناسب کپڑے تلاش کر رہی تھی جو وہ شاہ کا بیچ پہن کر جا سکتی ہو اس نے اپنی ساری وارڈرو بہرہ کھگائیں ایک سی ایک برائڈ کا لباس موجود تھا لیکن وہ برائڈ نہیں تھا جو ایک شریف گھرانے میں پہن کر جانے کے قابل ہوتا۔

بلکہ اس نے قدرے لانگ شرٹ اور جینز کا انتخاب کیا چہرہ حجاب میں چھپایا اور اپنا موبائل اور بیگ لے کر نکل آئی۔ اسے راستے اڑ رہے تھے بھولے نہیں تھے گھر کا رستہ کب بھولتا ہے اس نے ذیشان کو بتادیا تھا کہ وہ تھوڑی دیر میں پہنچ رہی ہے بیادوں کا جھومرا تھا گاڑی کی تو اس کے خیالوں کا تسلسل ٹوٹا اس نے دیکھا وہ شاہ کا بیچ کے سامنے تھی۔ وہ پہلے بھی یہاں آئی تھی معافی مانگنے لیکن اسے دھکے کھار دیا گیا تھا..... اور آج وہ ایک بار پھر اسی در پر کھڑی تھی تیل دینے سے پہلے اس نے ایک نظر اپنے گھر بڑائی بہت اجڑا اجڑا سا لکڑیوں جیسے کوئی رہتا نہ ہو..... اماں! باجی اور برہان برہان کی تو شادی ہو گئی ہوگی وہ تو خوش ہوگا شعیبہ کے ساتھ۔ ذیشان کو ٹیکسٹ کرتے ہوئے اس نے کئی خوش رنگ خواب دیکھ لیے تھیں بیچ منٹ بعد وہ ہار آیا۔ ساتھ سمرہ اور اس کا بیگ اسکول بیگ کا دھڑلے ہو رہا تھا وہ سبھی سبھی نظروں سے اوجھڑ کر کھڑی تھی اور ام حبیبہ سوچ رہی تھی کیا ذیشان اسے امد نہیں بلانے گا..... وہ بغیر سلام دعا کیے شروع ہو گیا۔

”یہ تمہاری بیٹی جسے تم چھوڑ گئی تھیں خود غرضی کی اٹلی مثال تو تم نے قائم کر دی تھی..... ذیان بھائی تو اسے لینے گئے نا پتایا۔ بس میں لے کر آیا اسے ہاسٹل سے اور یہ

میری ہی ذمہ داری رہی۔“

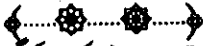
”ذیشان..... مجھے اندر تو آنے دو.....“ اس نے کہا
بھی تو اتنا ذیشان نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

”اب کچھ نہیں رہا۔ نہ کوئی انسان نہ جذبہ نہ رشتہ
تمہاری ماں بھی روٹی دھوٹی چلی گئیں اس دنیا سے اور ہا کو
تمہارا بھائی لے گیا اپنے ساتھ۔ تم اپنی بیٹی کو لو اور
چلو..... کوئی دیکھ نہ لے تمہیں یہاں۔“ اس نے بھی کو اس
کے کمرے کے کپڑے سر دھو دیئے آسو بیتی وہ گھٹنوں کے بل اس
کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ ہو ہو ہواں کی کاپی تھی نیلی آنکھیں
دودھیا رنگت آنکھوں میں خود سری اس نے گھبرا کر اپنا منہ
دوسری طرف پھیر لیا۔

”ایک اور میرب شاہ.....“ اس کے ذہن میں سایہ سا
اُٹھ لیا۔ لیکن اگلے ہی پل سر جھٹک کر وہ اس کو اپنے ساتھ
بچھنے چوم رہی تھی رو رہی تھی ہنس رہی تھی وہ سمجھ نہیں پاری
تھی کہ اسے کیسا محسوس ہو رہا ہے وہ ننھے ہاتھ جو اس کے
خوابوں میں آ کر وحشت کا باعث بنتے تھے آج اس کے
ہاتھوں میں تھے۔ وہ ایک ماں تھی..... ایک بیٹی کی ماں.....
اس نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لپا اور دیکھنے
لگی..... وہ پریشان تھی اس نے ایک پار بھی ماما نہیں کہا تھا
بول بھی کیسے سکتی تھی..... وہ عادی نہیں تھی بچپن سے دادی
اور پھوپھی ہی بولا تھا ماں ماما کے لفظ سے نا آشنا تھی وہ
آنکھوں میں حیرت بھرے اس عورت کو تک رہی تھی جس
کے بارے میں تھوڑی دیر پہلے چاچو نے بتایا تھا کہ اس کی ماما
اسے لیتے آ رہی ہیں اور اب اسے ان کے ساتھ ہی رہنا تھا
وہ متذبذب تھی۔ ذیشان واپس گھر کے اندر چاچکا تھا اور
دروازہ بند ہو گیا تھا۔

اس پر دروازہ بند ہی ہو جاتا تھا خواہ وہ خوشی کا محبت کا یا
زندگی کا ہو..... اسے ہر وہ ام بھول چکا تھا جو ان بند
دروازوں کو کھول سکے..... اس نے نمرہ کا ہاتھ پکڑا ڈرائیو
سامان گاڑی میں رکھ چکا تھا۔ وہ گاڑی کی طرف بڑھنے لگی
تھی نمرہ چیختی لگی اور ہاتھ جھڑا کر پیچھے کو بھاگی۔
”مجھے چاچو کے ساتھ رہنا ہے مجھے آپ کے ساتھ نہیں

جانا۔“ وہ دونوں ہاتھوں سے گیت گھر بڑھنے لگی ام حبیبہ
پیچھے لپکی..... وہ چل رہی تھی رو رہی تھی ذیشان نے گیت
نہیں کھولا..... ام حبیبہ نے اسے ہاتھوں میں بھر اور گاڑی
میں بیٹھ گئی وہ تمام راستہ روٹی رہی اور ام حبیبہ اس کے
آنسوؤں کو پھوٹوں پر چھتی رہی۔ جبکہ بند گیت کے پیچھے کھڑ
اذیشان بے وارز داتا رہا تھا۔



اور یہ وہی لمحہ تھا جب وہ نمرہ کو لے کر گھر میں داخل
ہو رہی تھی..... یثال حیدر اور غففر نیکیسی سے اتر رہے
تھے..... وہ ایک لمحہ بھی وہاں نہیں رہی تھی اور گھر آ گئی تھی۔
اس پر نظر پڑنے ہی بلا ارادہ یثال کے منہ سے نکلا۔

”میرب.....“ غففر اور ام حبیبہ نے بیک وقت پلٹ
کر اسے دیکھا۔ وقت ختم کیا تھا ہر گز نہیں رک گئی تھیں اور
زندگی سا تک ہو گئی تھی۔

کوئی تھلاؤ کا کام عمر کا چھڑا محبوب
اتفاقا مل جائے تو کیا کہتے ہیں.....

چند قدم کا فاصلہ تھا دونوں کے بیچ مگر درمیان میں
صدیاں حال تھیں غففر حیرت سے دونوں کی شکلیں تک
رہا تھا اور وہ دونوں ارد گرد سے بے خبر ایک دوسرے کو تک
رہے تھے۔ وہ آج بھی اس کی ہر حرکتوں پر دسترس رکھتا تھا۔
اُسے سائلوں بعد..... بھی وہ وہیں کی وہیں کھڑی تھی ماما.....
وہ شخص خود چل کر اس کے در تک آ گیا تھا۔ میرب شاہ کو
ٹھکرانے والا ام حبیبہ کے دروازے پر آ کر کھڑا ہوا تھا۔

غففر نے کھٹک کر خاموشی توڑ دی۔ یثال شرمندہ ہوا اور
ام حبیبہ سر جھٹک کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ جاتے ہوئے
گاڑی کو انہیں عزت و احترام سے اندر بٹھانے کا بھی کہہ گئی
تھی۔ انہیں ام حبیبہ کے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں
بیٹھے ایک گھنٹہ ہو گیا تھا وہ پلٹ کر نہیں آئی تھی دونوں پہلو
بدل رہے تھے۔

”میرا خیال ہے چلتے ہیں۔“ یثال نے آہستگی سے کہا
وہ غففر نے لپکی میں سر بلایا۔
”آئے ہیں تو“ کچھ نہ کچھ کر کے ہی جانیں گے۔“ وہ

اتنی دیر آ کر بے پروا جانے کے حق میں نہیں تھا۔

وہ بیٹھا رہا اور اس کا دم کی زینت کا ریشم میں اپنا خیال بٹانے لگا اور ذہن میں ان الفاظ کو تہیہ دینے لگا جو اسام حبیبہ سے کہنے تھے۔ غنفر کے ذہن میں الگ کچھڑی پک رہی تھی۔ یثال کا اسے میرب کہہ کر پکارنا اور ام حبیبہ کا یثال حیدر کو بے خود ہو کر نکالنا..... وہ سمجھتی تھی کہ الی کمال اتارنے والا دونوں کے چہروں کے اتار چڑھاؤ اس نے دیکھے تھے اور جان گیا تھا یثال نے جس لڑکی کا قصہ سنا رکھا تھا وہ شاید یہی تھی۔

ام حبیبہ باہر نہیں آئی وہ واپس ہو کر اٹھائے اس نے پھر کسی دن آنے کا کہا تھا۔ واپسی کا سفر دونوں نے خاموشی سے طے کیا دونوں سوچ رہے تھے کہ اچھا ہوا وہ ہر نہیں آئی ورنہ ان کے پاس الفاظ ہی نہیں تھے غنفر سوچ رہا تھا کہ یثال کیا کہتا؟ اور یثال سوچ رہا تھا کہ وہ بات کرتا تو کیا غنفر کے بارے میں کرتا..... وہ واپس آگئے لیکن اگلے ہی دن نہ وہ آپس میں ملے نہ بات کی ایک عجیب سی خاموشی ان کے درمیان حاصل ہو گئی تھی۔



”سمجھ نہیں آتی میرب کہہ کر پکاروں یا ام حبیبہ.....“

جو بھی ہو کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں آپ سے جو میں رو برو نہیں کر سکتا۔ مجھے نہیں پتہ اس سارے فساد اور جانی کی ابتدا کب ہوئی؟ لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ان سب کے پیچھے دو ہی عوامل کارفرما ہیں۔ نمبر ایک آپ کا حد سے بڑھا ہوا غرور اور نمبر دو اسے شرعی احکامات کو بھلا دینا۔ آپ خود کو اس قدر اعلیٰ و ارفع سمجھتی تھیں کہ باقی سارے حسب نسب والے آپ کو اپنے آگے بڑھ دیکھتے تھے آپ بھول گئی تھیں صرف تقویٰ ہی ہے جو آپ کو اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے۔

دوسری غلطی بھائی سے ہوئی..... اس نے اسلامی احکامات کی سراسر خلاف ورزی کی اور اپنے گھر میں جو ان بیوی کے ہوتے ہوئے غیر مردوں کو گھسایا آج جو ہم اتنے بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں تو اس کی وجہ یہی یہی ہے کہ ہم سب کچھ بھلا بیٹھے ہیں۔ مغربی اقدار کی پیروی کرنا ہمارا

فرض عین بن گیا ہے تو میں کہاں سے کہاں نکل گیا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ بھائی سے نہیں کسی اور سے محبت کرنی تھیں شاید اسی سے جس کے ساتھ آپ چلی گئیں۔ کچھ غلط نہیں تھا آپ کسی کو بھی اعتماد میں لے کر ہتھ دیتیں دیر سے ہی..... شاید مان ہی جاتے آپ نے خاموشی اختیار کی اور نتیجتاً وہ سب کچھ ہوتا چلا گیا جو بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں سچ کہوں گا آپ کو کسی نے بھی معاف نہیں کیا۔ میں نے بھی نہیں..... لیکن میں یہ ضرور چاہتا تھا کہ آپ سے ملوں اور آپ سے بھی پوچھوں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کیوں میرے بھائی کی زندگی اجاڑی؟ کیوں اپنے آپ سے اپنی اولاد کو دور کیا؟ کیا ایک نامحرم کی محبت آپ پر اس طرح حاوی ہو گئی کہ آپ نے اپنے سارے شے داؤ پر لگا دیئے فائدہ نقصان کچھ نہیں سوچا؟ بی جان کا حکم تھا کہ اس گھر کا کوئی فرد بھی آپ کی شکل دیکھے نہ آپ کو اس گھر میں آنے دے فضیلت خال البتہ آپ کو معاف کر چکی تھیں اور آپ کا انتظار بھی کرتی تھیں..... گھروں میں اٹھنے والی دیواریں دلوں میں بھی اٹھیں تھیں بی جان اور شاہ صاحب نے اپنا جوان بیٹا کھویا تھا وہ تو معاف کرنا چاہتے بھی تو نہ کرتے..... لیکن ایک شخص تھا جو جان گیا تھا اور جس نے آپ کو معاف بھی کر دیا تھا اور وہ تھا ذیان..... ذیان شاہ..... حیرت ہوئی ناں آپ کو..... مرنے سے ایک رات مل میں انہیں جب ہاسٹل لے کر گیا تھا تو انہوں نے مجھ سے احتجاج کی بھی کہ میں نمبرہ آپ کو سوپ دوں..... میں نے احتجاج کیا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میرے ہاتھ تھام کر کہنے لگے۔

اے معاف کر دینا ذیشان بی جان سے بھی کہنا وہ اتنی قصور وار نہیں تھی جتنا ہم سمجھ بیٹھے ہم سب بھی قصور وار تھے میں بھی قصور وار تھا۔ محبت غیر ارادی فعل ہے اس نے چھوٹی عمر میں محبت کی اور سنبھال نہیں پائی دکھ لگا لیا خود کو میں اس کا اپنا تھا مجھے سنبھالنا چاہیے تھا محبت دینی چاہیے تھی اسے نہیں دی شک کیا اور کرتا ہی چلا گیا میں جان گیا تھا کہ وہ شخص سکندر ریاض نہیں تھا مجھے عبدالعزیز نے بتایا تھا کہ سکندر

پھر گیا۔

”کیا؟“ رما جیروں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔
”مغففر بھائی کا رشتہ؟ آپ..... مجھے یہ بات مضم
نہیں ہو رہی۔“

”مغففر ام حبیبہ سے عشق کرتا ہے ام حبیبہ سے میرب
سے عشق کرنا آسان ہے لیکن ام حبیبہ سے بہت مشکل اور وہ
ام حبیبہ کو اپنا نا چاہتا ہے اسے اپنا نام اور عزت دینا چاہتا ہے
اس کا خاندان عظیم خانہ ہے اور خاندان والے بھی وہی سوکی کو
اس کے فلم ایکٹر کس یا ماڈل ہونے پر اعتراض نہیں ہوگا۔
اسے خود ہی اس کے ساتھ زندگی بتانی ہے حوصلہ اس کا۔“
”اور بھائی آپ؟“ رما نے اس کی بات کاٹ کر اسے
مجبوراً ”آپ میں حوصلہ نہیں ام حبیبہ کو اپنانے کا؟ اسے
اپنے نام کی محبت دینے کا۔ وہ بھی تو آئی امی اپنی محبت کی
بھیک مانگنے..... آپ بھی جائیں گز گزائیں چیر پکڑ لیں
عورت بس عورت ہوتی ہے اچھی یا بری اسے مرد دیتا ہے
ہم کیوں اپنا ظرف بڑا نہیں کر لیتے عورت کو معاف کرنے
کے لیے..... اس کا گناہ کہیں ڈن کرنے کے لیے؟ محبت کی
سچ آپ نے پھر حوصلہ کیوں نہیں رکھتے.....؟“ وہ اس کی
آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہی تھی۔

”تم لوگ اپنا لوگ اسے؟ جس طبقے سے ہمارا تعلق
ہے لوگوں کے سوال جواب برداشت نہیں ہوں گے تم
سے..... ایک ماڈل اور ایک ایکٹر کس کو کون قبول کرے گا
یہاں؟ سب سے پہلا اعتراض تمہارے سرال کی طرف
سے آئے گا اور پھر سب سے پہلے مجھے فون کر کے اس
رشتے کو ختم کرنے کے لیے کہو گی تمہارا شو میرب اباز نکاٹ
کر دے گا تمہارا گھر خراب ہوگا اللہ نہ کرے آسان نہیں
ہے یہ سب وہ صرف میرب شاہ ہوتی تو اور بات بھی ام حبیبہ کو
اپنا نا بہت مشکل ہے۔“

”کسی کو کیوں مسئلہ ہوگا بھائی آپ ان بوڑے بہانوں
کے پیچھے چھپ رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ میں
ہی حوصلہ نہیں ہے ایک بدنام لڑکی کو سہا دینے کا..... محبت
کرتے تو یہ سب نہ سوچتے ایک بدنام آوارہ شرابی مرد کے

ساتھ ایک نیک عورت ساری زندگی بتا سکتی ہے لیکن ایک
بدنام عورت کے ساتھ مرد رشتہ بناتے ہوئے بھی مصلحت
اندیش ہو جاتا ہے کیوں؟“ وہ حذر جہذبانہ ہو رہی تھی۔
اس کے پاس رما کے کسی سوال کا جواب نہیں تھا سو
خاموش رہا لیکن مدامیرب سے ملنے کا تہیہ کر چکی تھی۔



وہ اپنی تمام بیکنگ مکمل کر چکی تھی بس ایک دو روز میں وہ
یہاں سے شفٹ ہو رہی تھی۔ وہ تمام پرائیکٹس کے
ایڈوائس واپس کر چکی تھی اس نے پرانا نمبر بدل لیا تھا اسے
اپنی پچھلی گزری زندگی سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا تھا۔ وہ شاہ
کا بیچ نہیں جا رہی تھی وہ وہاں جا ہی نہیں سکتی تھی؟ کس
حیثیت سے جانی؟ لوگ اسے مردہ مان چکے تھے وہاں جا کر
رہتی تو لوگوں کے ذہن میں آنے والے سوالات کا جواب
کیسے دے پاتی اس نے اپنا ٹیلیفون بیچ دیا اور یہ بنگلہ کرائے پر
دے دیا تھا لاہور کے ایک متوسط طبقے میں اس نے پانچ
مرلے کا ڈبل اسٹوری گھر خریدا کچھ ضروری سامان کے
علاوہ اس نے سارا سامان بنگلے میں ہی چھوڑ دیا تھا نمبر ابھی
نک اس سے مانوس نہیں ہوئی تھی۔ ہر وقت چاچو چاچو جی
کرتی رہتی لیکن وہ اس کو پا کر بہت خوش تھی اس نے اپنی
تمام تصویریں پوسٹر ڈجواس کے پاس تھے جلا کر رکھ کر دیے
تھے وہ تمام چیزیں جو اس کی تنہائی کی ساتھی تھیں اور جنہوں
نے اسے ذہنی و نفسیاتی مریض بنا دیا تھا اس نے دبا برد
کر دیں اور جس دن اس نے کراچی کو خیر باد کیا پچھلی زندگی
کی تمام باتوں کو بھی خیر باد کہہ دیا تھا۔

ام حبیبہ کو اس نے زبردے دیا اور خود حجاب اوڑھ کر
میرب شاہ بن گئی پھر سے..... اس نے نمبر کا اسکول تبدیل
نہیں کیا تھا تا کہ کم از کم یہاں وہ ڈسٹر بن ہو..... زندگی
ایک ڈھپ پر چل نکلی تھی آس پڑوس کے لوگ ملنسار تھے
اس نے سب سے کہہ دیا تھا کہ نمبر کے والد کینڈا ہوتے
ہیں اور یہ جھوٹ بھی محض اس لیے بولا تھا کہ کوئی اس کو اکیلا
نہ جان لے..... اس نے کوئی میڈ بھی نہ رکھی۔ کہہ کر گھر
میں پھرنے والی عورتوں کو وہ لینے کی بری عادتیں ہوتی ہیں۔

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں قسیم ہوں



ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دلیہ پر فراہم کرینگے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

6000 روپے

میڈل ایسٹ ایشیائی افریقہ یورپ کے لیے

5000 روپے

رقم ڈیمانڈ آرڈر منی آرڈر منی گرام ڈیپازٹیشن کے
ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد

ایزی پیس اکاؤنٹ نمبر

0316-0128216

موبائی پیش اکاؤنٹ نمبر

0300-8264242

رابطہ: طاہر احمد قریشی 0300-8264242

نئے آئی ٹی گروپ آف پبلی کیشنز

ممبر: قسیدہ مجید زعب اللہ ہارون روڈ کراچی

فون نمبر: 922-35620771/2

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

Info@aanchal@com.pk

اس نے سب سے پس سلام دعا کا رشتہ رکھا تھا۔ ہاں ساتھ والی فیملی اسے ابھی لگی تھی آگنی بہت اچھی تھیں..... وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ پکا کر بھجواتی رتی تھیں۔ انکل جاب لیس تھے لیکن چاروں بیٹے باہر سے اتنا کچھ بھجوادیتے تھے کہ ان کی گزراوقات بہت اچھی ہو جاتی تھی۔ گھر میں ہر کام کے لیے ملازم تھی اور باہر کے کاموں کے لیے لڑکا جو انکل کو گاڑی میں بٹھائے مختلف کاموں کو سرانجام دیتا تھا..... اور وقت ضرورت میرب کے بھی کام آ جاتا وہ بھٹکون ہو گئی تھی یہ زندگی گزشتہ دس سال کی زندگی کے مقابلے میں اسے نعمت لگا کرتی تھی۔

رہا وہاں چلی گئی اور غنفر خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے دوبارہ کہا ہی نہیں اور ریشال حیدر بھی ہمت ہی نہ کر سکا کہ میرب سے مل لے رہا بہت ناراض ہو کر گئی تھی اس نے جاتے ہوئے طیح کو سب بتا ڈالا تھا۔ جو بھی ریشال نے اسے بتایا تھا..... اور وہ تاسف سے اسے دیکھ کر کہہ گئی تھیں۔ وہ اس کی قسمت میں ہی نہیں تھی..... اس نے خود کو باور کرایا تھا اور کوئی چار ماہ بعد کی بات ہے طیح نے جب وہ دیک اینڈ پر گھرا یا تو پاس بٹھالیا بہت چپ چپ ہو گیا تھا وہ۔
”مجھے لے چلو۔ میں بات کرنی ہوں۔“ انہوں نے اس کا سر گود میں رکھتے ہوئے آہستہ سے کہا تو وہ چونکا..... اور ماں کو دیکھنے لگا۔

”کیا بات کریں گی؟“ اس نے آنکھیں میچ لیں۔
”کچھ بھی کرلوں گی منت گزراش.....“ انہوں نے اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ ”کپنے بیٹے کی خوشیوں کے لیے..... جس سے میرے بیٹے کا بن باس ختم ہو جائے..... وہ ایک مکمل زندگی جی لے۔“ ان کے لہجے میں محبت حلاوت تھی..... وہ بیٹے کا دکھ پوروں پہ چن لینا چاہتی تھیں۔

”اتنا حوصلہ کن کرے گا؟“ وہ ٹوٹا ہوا لگ رہا تھا۔

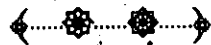
”یا تو حوصلہ کرو یا پھر محبت چھوڑ دو۔“

”اس کا ماضی؟“

بلک اسے دیکھ رہا تھا لیکن میرب نے دوبارہ اس کی طرف نہیں دیکھا۔ یہ دیکھنا سے بہت رسوا کرتا تھا۔
”ساتھ..... ساتھ والے گھر میں۔“ بہت آہستگی سے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں آؤں گی۔“ انہوں نے سر ہلایا اور اٹھ کر اندر چلی گئیں۔ اس کے بعد وہ وہاں رک نہ گئی۔ اس قدر بولڈ اور پُر اعتماد نظر آنے والی ام حبیب ایک اسی شخص کے سامنے ہی اپنا اعتماد کھو بیٹھتی تھی۔ گھر آ کر بھی اسے چین نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیوں آنا چاہ رہی تھیں؟ اتنی نا سمجھ تو نہیں تھی وہ لیکن اس نے دل ٹٹولا..... اب اس کے دل میں کوئی جذبہ پنپ ہی نہیں رہا تھا اندر سکوت تھا مکمل سکوت..... نہ خوشی نہ غم۔

وہ رات بہت بے درد تھی..... خود کو سنبھالتے نہ معلوم بچپنی نے اسے سر پٹختے پر مجبور کر دیا تھا۔ سکندر ریاض نے اسے مکمل بے حس کر دیا تھا لیکن وہ لکڑا اب بھی ردھم میں تھا وقفے وقفے سے شور کرتا تھا اس کی آنکھوں میں ساری گزری زندگی تھی۔ تلخ یادیں تھیں کوئی بھی اچھی یاد نہیں تھی۔ ساری رات گزر گئی تھی۔ موذن نے اذان دی اور پہلی بار وہ کسی غیر مرنی طاقت کے زیر اثر آگئی اور وضو کرنے لگی۔ سجدے میں جاتے ہی منہ کا بندھن ٹوٹ گیا اور وہ ہچکچاہٹوں سے ردی۔ اپنے گناہوں پہ کالے کرموں پہ مجھے معاف کر دے میرے اللہ مجھے معاف کر دے وہ تڑپ رہی تھی بلکہ ہی تھی۔



اس نے چائے کا پانی چوسنے پر چڑھایا اور ٹوسٹر میں ٹوسٹ رکھنے لگی نمرہ اسکول جا چکی تھی آج اس کا کوئی بھی کام کرنے کا موڈ نہیں تھا۔ پورا بدن دکھ رہا تھا۔ منحن میں ہلکی ہلکی دھوپ اتر آئی تھی۔ خالی ٹوسٹ اور چائے کا کپ لے کر وہ برآمدے میں آ بیٹھی..... اس وقت وہ بالکل خالی الذہن تھی۔ سارے گلے شکوے ذہن سے محو ہو چکے تھے۔ اس نے چائے کا کپ لیا کہ دروازے پر دستک ہوئی..... اس کے دل میں بے نام سے دوسرے نے سر اٹھایا.....

دروازہ کھولا تو غیر متوقع طور پر بیشال کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ اتنی جلدی ان کے آنے کی توقع نہیں تھی۔ وہ وہیں کھڑی رہی۔
”راستہ تو دے دو۔“ ایک چپکلی آواز نے اسے پیچھے دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

”رہا.....!“ ایک خوشگوار حیرت نے اس کا احاطہ کیا..... وہ بیشال کو پیچھے ہٹائی اس کے گلے آ گئی۔
”توبہ ہے“ بھی بھی انسان جس کو ڈھونڈ رہا ہو ایسی ایسی جگہوں پر مل جاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ خوشی سے اس کا منہ چوم رہی تھی۔ حیران تو میرب بھی بہت تھی..... یہ سب اسے کس جگہ مل رہے تھے وہ ردا کو لے کر ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

”اکیلی رات تو ہو؟“ اس نے بیٹھے ہوئے پوچھا۔
”نہیں میری بیٹی ہے۔“ اس نے بتایا۔
”بیٹی.....؟“ ردا نے چونک کر میرب کو دیکھا۔
”ہاں..... نوسال کی بیٹی ہے میری نمرہ۔“
”ہاں یا یاد؟“ ردا کو وہ ضد کرنی چاہتی تھی یاد آگئی۔
”نہیں لگتی تمہیں۔“ چلو اچھا ہوا۔“ اس نے ڈرائنگ روم پر طائرانہ نظر ڈالی بیشال اندر نہیں آ پاتا شاید وہاںس چلا گیا تھا۔
”انگل پھیل میرے سر ہیں۔“ ردا نے جانا شروع کیا اب چونکنے کی باری میرب کی تھی۔

”بہت سال پہلے پر لوگ پاکستان شفٹ ہو گئے تھے۔ ہم اب بھی وہیں ہیں اتنی جلدی کہاں آیا جاتا ہے۔ ابھی چار ماہ پہلے ہی تو وہاںس گئی ہوں۔“ آٹھ سال بعد آئی تھی بیشال کی شادی کے سلسلے میں۔ (اس کے دل کو کچھ ہوا دوسرے اب بھی وہ رکھتا تھا مانے یا نہ مانے) اور اب اچانک انگل کی ڈیٹھ ہوئی تو آنا پڑا اور تو دس دس سال گزر جاتے ہیں۔“ ردا میں ایک تبدیلی آئی تھی اور وہ یہ کہ بہت بولنے لگی تھی۔ دوسرا عہد یہ پہنچنے لگی تھی وہ ردا کے لیے ناشتے کا انتظام کرنے کچن میں آئی۔ چائے کا پانی چڑھا کر اس نے فریج سے کچھ فروزن ٹکڑے نکالے اور گلاس میں سافٹ ڈرنک نکل کر وہاںس آ گئی۔

”مجھے کل امی نے بتایا کہ تم یہاں رات تو نہ رہا کرتے تھے کل امی نے بتایا کہ تم یہاں رات تو نہ رہا کرتے تھے

تمہیں کتنا ڈھونڈا تمہارے بنگلے کے کرائے دار تو بتا رہے تھے تم مستقل کینڈا شفٹ ہو گئی ہو۔“ روانے بتایا۔

”کیا.....؟“ اس نے نگاہیں اٹھائیں وہ تو اب تک یہی سمجھ رہی تھی کہ ردا اس کے ماضی سے ناواقف ہے اور اتنی بے تکلفی شاید اس لیے ہی برت رہی تھی پرانے رشتے کے حوالے سے۔

”تم بہت بدل گئی ہو میرب.....“ روانے آہستگی سے کہا وہ وہ نظریں نہ اٹھا سکی آکھوں میں نمی آگئی۔
”ہاں“ یہ نہیں حالات اور قسمت ہم سے کیا کیا کروا لیتے ہیں۔ تم ڈرامٹک روم میں بیٹھو میں چائے لے کر آتی ہوں۔“ اس نے کہا تو روانے روک دیا۔

”نہیں..... میں اب چلوں گی میرا تو آج گھر سے نکلنا بھی مناسب نہیں تھا لیکن بیشال بھائی کو لگا کہ کہیں تم پھر سے نہ کھو جاؤ۔“ وہ ڈھونپی سے بولی تو میرب نے ایک دم ردا کا چہرہ دیکھا وہ اسی کو دیکھ رہی تھی..... اس کی محبت تو اشتہاری ہو گئی تھی۔

”میرب.....“ اس کے قریب چلی آئی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”مجھے واقعی یہ نہیں تھا کہ تم بھائی سے محبت کرتی ہو اور وہ بھی اس قدر شدید..... میں تو بھی سمجھتی رہی کہ تم زبان بھائی سے محبت کرتی ہو اگر مجھے یہ چل جاتا تو میں پاؤں پڑ کر تمہارا رشتہ لے لیتی..... لیکن آج سب کچھ خود تمہارے اپنے اختیار میں ہے۔ خوشیار تم سے دو ہاتھ کے فاصلے پر ہیں بھائی ہاتھ بڑھائے کھڑے ہیں۔ ان کا ہاتھ تھام لو..... بہت دکھ دیکھ لیے خوشیوں پر تمہارا بھی حق ہے۔ گزرے لمحات کے متعلق مت سوچنا بھائی تمہیں خوش رکھیں گے کیونکہ انہیں بھی بہت بعد میں احساس ہوا کہ وہ تم سے محبت کرتے ہیں زیادہ مت سوچنا۔ جلدی فیصلہ کر لینا۔“ وہ اس کی پیشانی چومتے ہوئے چلی گئی۔ وہ وہیں بیٹھی رہ گئی وہ محبت کے پیچھے بھاگی اور محبت اس کے پیچھے دونوں ایک دوجے کو پکڑ نہ پائیں اور نہ ہی ایک دوجے کے ہاتھ آئیں۔ کتنے رشتے روندے گئے ان ٹوٹ گئے اور اب

جب وہ صبر کا پہاڑ پی چکی تھی محبت پھر سے دروازے کے باہر آن کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ اپنی گزری زندگی کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن کچھ نہ کچھ ایسا ہو جاتا تھا کہ وہ پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ وہ سارا دن خالی الذہن کام نمٹاتی رہی..... رات جب وہ سونے کے لیے لیٹی تو نمرہ اس کے ساتھ آ کر لیٹ گئی۔ وہ بہت حیران ہو گئی۔ نمرہ اس کے پاس کبھی آ کر نہیں لیٹی تھی وہ تو بات بھی بس ضرور دیتا کرتی تھی۔ اس نے ماں کے سینے پر سر رکھا اور ساری ممتا سمٹ کر میرب کی آکھوں میں آگئی..... اس کی بیٹی خود اس کے پاس آئی تھی۔

”نمرہ.....“ اتنی چاشنی تھی نمرہ کے لہجے میں وہ قطرہ قطرہ پکھلنے لگی۔

”آپ اگر شادی کرنا چاہتی ہو تو کر لیتا..... میری فکر نہ کرنا..... میں چاچو کے پاس چلی جاؤں گی یا پھر ماموں کے پاس وہ مجھ کو کھس گئے۔“

”نمرہ.....!“ وہ اسے اپنے ساتھ بھیج کر رودی۔ اس کے دل کو کیسے خبر ہو گئی۔

”اتنی مشکلوں سے تو ملی ہوتی..... اور اب میں کسی اور کا ساتھ پانے کے لیے تمہیں چھوڑ دوں؟ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔“ وہ تمام بات اس کے فیصلے کی صلیب پر گزری تھی۔ نمرہ نہ بھی کہتی تو بھی اس کا دل اس بچ پر نہیں آ رہا تھا۔

صبح نمرہ کو اسکول میج کر وہ ردا کے سرال آگئی۔ ایک تو وہ اس دن کے بعد سے اتنی سے نہیں مل پاتی تھی..... دوسرا اسے ردا سے بات کرنا بھی..... لیکن ردا سے پہلے اس کی ملاقات گیٹ سے باہر بیشال سے ہو گئی..... وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کوئی سولہ سال کی لڑکی تو نہیں تھی جو درختوں کو بے قابو ہو جانے دے۔ اس نے خود پر قابو پایا..... اور آہستہ روی سے چلتی بیشال کے قریب آگئی۔

”زہے نصیب.....“ وہ مسکرایا۔ اسی وقت ردا بھی باہر آئی بیشال سے کچھ کہنے دونوں کو وہاں کھڑا دیکھ کر اوٹ میں ہو گئی..... نامناسب تھا لیکن نہ جانے کیوں یہ حرکت سرزد ہو گئی۔ دونوں خاموش کھڑے تھے..... لفظوں کی تلاش میں

پھریشال نے پہل کی۔

ہی مجھے..... ہمارے پاس اب عمر ہی نہیں بچی گننانے کے لیے۔“ کس عمر کی بات کر رہا تھا۔ میرب نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا وہ جھج بول رہا تھا ایک لمحے کو اس کا دل ڈالوں ڈول ہوا لیکن اگلے ہی بل وہ خود کو سنبھال گئی۔

”کیا تمہیں میرا ساتھ قبول ہے میرب؟ میں صدق دل سے تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔ میری محبت کو مت لوٹاؤ۔“ ایک روٹی کسکی آواز کسی نے زور سے دروازہ بند کیا تھا اور اس کی محبت دھتکار دی تھی۔

”میں نے کہا تھاں مرے ہوؤں سے محبت نہیں کی جاتی اور کسی نے کیا خوب کہا

بند دروازے پر دستک دیتے ہوئے اس کے ہاتھ تھک گئے تھے دروازہ نہیں کھلا تھا اس کے ہاتھ کی لکیروں میں ابھی تک سرنی تھی۔

اب حیرے واسطے لے آؤں کہاں سے اس کو وہ جو اک میں تھا۔ دفنائے ہوئے عرصہ ہوا وہ کہہ کر کی نہیں..... واپس پلٹ آئی..... گھر کا دروازہ بند کرتے ہوئے دکانوں کیوں کا حصار تو ڈکر لکھ اور گریبان میں جذب ہو گئے اسے اب محبت کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ مرض لا روہ ہو چکا تھا۔ ٹوٹا پھوٹا کچرے کے ڈھیر جیسا وجود ابھی بھی تعفن دے سکتا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی ریشال حیدر کی محبت پر اس کے وجود کی بدبو حاوی ہو جائے اور وہ اس سے جان چھڑا کر چلا جائے اس لیے اس نے اپنی تھوڑی محبت کو وہیں دروازے کے باہر پھینک دیا اور کنڈی لگا دی..... زندگی گزارنے کے لیے اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں رہی تھی اور اب اسے صرف اور صرف نمرہ کے لیے جینا تھا..... نمرہ جو فیضان شاہ کی آخری نشانی تھی اس کے پاس..... کافی تھی۔

اس نے سر اٹھایا..... کئی سیال پہلے کی شکست خوردگی آج بھی اس کی آنکھوں میں رقم تھی..... اور کھوینے کا مال ابھی تھا۔

”یشال حیدر.....“ شاید پہلی بار زندگی میں یوں نے اس کا نام چھوٹا تھا۔ اس کے ہونٹ جل اٹھے تھے۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بول رہی تھی۔

”جس دن میں تمہارے در سے خالی ہاتھ لوٹی ییشال حیدر بہت سے جنازے اٹھے تھے میرے اندر سے میری محبت کا..... میری عزت نفس کا..... اور اس جنازے کو اٹھائے اٹھائے میرے سارے شے شے ہو گئے..... میں نے اپنا مردہ وجود کہاں کہاں نہیں گھسیٹا؟ اور آج تمہیں مجھ سے محبت ہوگئی تو چلے آئے..... ہونہ.....“ وہ استہزائیہ ہوئی..... ”کون سی محبت اور کہاں کی محبت؟ مرے ہوؤں سے بس یہی محبت ہوتی ہے کہ انہیں یاد کر کے رو لیا جائے ان کی قبر کی صفائی کر کے یا جلایا جائے ان کے ساتھ جا کر قبر میں نہیں لیٹا جاتا اور نہ ہی انہیں اٹھا کر گھر لایا جاتا ہے میں اپنی محبت کو رو چکی ہوں اب کیسے اٹھ کر اس کے ساتھ جینے کے لیے چل پڑوں..... محبت مدتوں زندہ رہتی ہے لیکن عزت کے ساتھ۔ بے عزت ہو جائے تو شرم سے ہی مر جاتی ہے۔“ وہ رکی..... ریشال دو قدم بڑے بڑھا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہو گیا..... اس وقت وہ سر تاپا محبت تھا۔

”محبت کبھی نہیں مرتی میرب شاہ..... تمہاری آنکھوں میں اب بھی زندہ ہے اس لیے پلیز نہ تو خود کو اذیت دو اور نہ

وہ روز روز مرنے کا قصہ ہوا تمام وہ روز دل کو چیرتی وحشت تمام شد

(الحمد لله مسلسل اشاعت کہ چالیس سال مکمل)



رانیہ نے جونہی ہال میں قدم رکھا سب نے فوراً اس کے لیے رستہ چھوڑ دیا۔ مرد حضرات نظریں جھکائے ادھر ادھر بکھر گئے۔ خواتین اپنے چہروں پر شگفتہ مسکان سجانے کی کوشش کرنے لگیں اور رانیہ شان بے نیازی سے چلتی ہوئی اسد کے ساتھ سب سے ملنے لگی۔

”کیا بھتی ہے خود کو؟ بدتمیز اور غیر مہذب عورت۔“
کچھ خواتین نے سرکشی کے انداز میں نفرت و خوف سے ایک دوسرے سے کہا۔

”بوڑھی گھوڑی لال لگام۔۔۔۔۔ ذرا اس کا میک اپ اور پوشاک ملاحظہ فرمائیے جیسے سولہ سال کی حسینہ عالم تو یہی ہے لیکن اللہ کی شان کہ اسے دل سے ناپسند کرنے والے لوگ جب اس کے سامنے جاتے ہیں تو ان کی نگاہیں بچھ جاتی ہیں اور زبان قہیدے اٹھنے لگتی ہے پھر تو ایسا لگتا ہے جیسے اس کے بارے میں دوسروں کے تمام نظریات سراسر غلط ہیں۔“ فرزانہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

”ہاں بالکل درست کہا تم نے“ لیکن ان سب کی مجبوری ہے کیا کریں بے چارے لوگ؟ اپنا حال درست رکھیں گے تو مستقبل میں چیز مین اور چیف ایگزیکٹو کے عہدے کی شان و شوکت حاصل کر سکیں گے۔“ ثریانہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ بنیادی وجہ یہی ہے ہر ایک اس سے ڈرتا بھی ہے اور اس کے قریب بھی رہنا چاہتا ہے ذرا غور کرو کہ اس کا نتیجہ بہت بھیاں کھلا ہے کہ اب وہ دوسروں کو بے عزت کرنے اور خود کو ہر عورت سے بالاتر سمجھنے میں اپنی مثال آپ ہے۔ آئی ہیٹ دس لیڈی۔۔۔۔۔“ آمنہ نے نفرت آئین لہجے میں کہا۔

”منہ سے نکلے ہوئے ان لفظوں کو فوراً اپنی قید میں لے لو باز در کل ہی ان کے شوہر کے آفس میں پیشی ہو جائے گی اور پھر ان کی پرموشن کو ہمیشہ کے لیے بھول کر رہی نوکری کے لیے جگہ جگہ خاک چھانی پڑے گی تم تو جانتی ہو نا کہ یہاں نوکریاں ہیں ہی کہاں؟“ فرزانہ نے سہم

کر کہا۔ ”اور ساتھ مجھے بھی نہ مروادینا بھی۔۔۔۔۔ تم جانتی تو ہو شہباز کو کدہ میری کھال مارے نہ سکی ڈانٹ ڈپٹ اور طعنوں و تھکوں سے ادھر جڑ کر کھدے گا۔ خراس کی بھی تو مجبوری یہ تو کوری ہی ہے۔ سب کا مسئلہ ایک جیسا ہی ہے یار۔۔۔۔۔ آپس کی بات ہے ویسے یہ خاتون ویل ڈریسڈ اور ویل ایجوکیٹڈ ہونے کے ساتھ اسٹامپش بھی ہے۔ بچپن سال کی نہیں سے نہیں لگتی۔“

”ذرا مڑ کر دیکھو۔۔۔۔۔ کہ مختصر بلاؤز سے جھلکتا ہوا اس کا نمکین بدن۔۔۔۔۔“ اس نے ناقدانہ انداز میں اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ اور سرعت سے دوسری خواتین کی طرف مڑ گئی۔

”باتیں بنانے سے باز نہیں آتی اور پھر ڈر کے مارے ہنسی ملی بھی بن جاتی ہے۔“ سب نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر پھر سے حشر مکی باتیں شروع کر دیں۔

”ذرا غور کرو کہ ہم سے زیادہ ڈگریاں اس کے پاس نہیں ہیں“ تھرڈ ڈویژن میں بی بی اے کی ڈگری حاصل کرنا کون سا کمال ہے۔“ آمنہ سخت برہمی سے بولی۔
”کوا لیفیکیشن کے لحاظ سے کم بخت باطل ہی زیرو ہے کہاں سے ہے ویل ایجوکیٹڈ۔“

”بے شک تم درست کہہ رہی ہو لیکن ذرا ملاحظہ تو فرماؤ کہ سائنولی رنگت پر پوائے کٹ ہال اور چال میں ہلکے ہلکے پچکولے اور جب ہونٹوں کو گول کر کے اور آنکھوں کو منڈکا کر انگش میں بات کرتی ہے تو کسی گوری خاتون سے کم نہیں لگتی۔“ ہستی ہے تو کھل کر دوسروں کا مذاق اڑاتی ہے۔۔۔۔۔ فرزانہ نے مذہبی انداز میں کہا۔

”ویسے تم بھی کمال کی شے ہو گنگٹو میں زہر اور شہد کی آمیزش کرنا کوئی تم سے سیکھے۔“ آمنہ نے اسے ہنسی دیتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے؟“ وہ مسکرا ہٹ دباتے ہوئے بولی۔
”تعریف بھی کر ڈالی اور اس میں کیڑے بھی نکال دیئے۔“ فرزانہ اس کی بات سن کر ہنسنے لگی۔

﴿☆﴾

”میں کتنی بار آپ سب کو سمجھانے کی کوشش کر چکی ہوں کہ مجھے رانی باجی قطعاً پسند نہیں، رانی ہوں میں آپ سب کی..... رانی صاحبہ مجھ پر بھی چتا ہے اور آپ سب کی زبانوں کو بھی اسی کی عادت ہوئی چاہیے۔“ وہ قدرے ناگواری سے بولی تو گول ٹیبل کے آس پاس بیٹھی ہوئی خوشامدی خواتین ایک دم سے چوہک کر ایک دوسرے کو ہک دک دیکھنے لگیں۔

”تو پھر سناؤ کس قسم میں اور کیا چل رہا ہے؟ کوئی نیا اسکینڈل؟ نیا مسئلہ یا کوئی نئی افواہیں.....“ وہ رازدارانہ انداز میں بولی۔ ”لڑکیوں آنکھیں اور کان کھلے رکھا کرو ورنہ اپنے شوہروں سے اتھو دھو بیٹھو گی۔ یہ جگہ بہت خطرناک ہے۔“ اس کی یہ بات سن کر سب کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیونکہ اسکینڈل مزے لے کر بیان کرنا اور پھر اسے پھیلانا اس کے لیے ٹراکھولا زر سے کم نہیں تھا۔

اس کی زبان پر ہمیشہ دوسروں کے لیے ادب لحاظ سے سناٹی باتیں ہوا کرتی تھیں اور اپنی ذات شریف کے لیے بے تحاشا پذیرائی اور بلندی و عالی شان من گھڑت افسانے ہوتے تھے۔ سب اس کی اس عادت کو بخوبی جاننے کے باوجود اسے جھوٹی بچی افواہیں سناتے اور اس سے خوب داد و وصول کیا کرتے تھے۔

”رانی صاحبہ ویسے آپ کا بھی جواب نہیں کیا عقل دیکھا اور دورانہ کیسی بائی ہے..... ہیں آپ ہر فن مولا.....“ ثریانے پُرستائش لہجے میں کہا تو وہ جھوم سی گئی۔ ”وہ کیسے یار؟“ رانیہ نے جان بوجھ کر پُر اشتیاق لہجے میں کہا۔

”ہائیں آئی کیو لیول آپ کا لیڈر شپ کو ایلیز آپ میں موجود؟ کنونٹنگ پاور میں آپ بے مثال اور پھر ریفارمر کے کردار میں آپ کا جواب نہیں سپر نیچرل شخصیت کسی سے ڈھکی چھپی بھی نہیں آپ کو یہاں کا ہر فرد بخوبی جانتا ہے اور بہت امپر لیس بھی ہے۔“ آمنہ نے پُرستائش لہجے میں لگاوٹ سے کہا۔

”بس یار! کچھ ایسا ہی ہے..... آج کل اپنا گھر ریویوٹ کر داری ہوں ڈراما لوگ اس کو دیکھنا کا اسے رانی کا محل نہ بنادیا تو نام رانی نہیں مہ رانی رکھ دیجیے گا۔“ وہ سرشارانہ لہجے میں بولی۔

”رانی صاحبہ! ایک بہت اہم خوبی بتانا بھول گئی۔“ آمنہ نے سنجیدگی سے نظریں جھکا کر کہا۔

”بولو.....“ رانیہ نے بے اختیاری میں کہا۔ کیونکہ وہ اس محفل میں اپنی جھوٹی بچی تعریفیں ہی تو بٹورنے آیا کرتی تھی۔ ”حد درجے کی خود اعتمادی! ماشاء اللہ ذہانت و فضائل اور حسن اخلاق میں یکساں ہی تو ہیں آپ..... ہم نے ایسی خاتون آج تک نہیں دیکھی۔“ آمنہ نے پھر توصیف اور ستائش سے لٹاوا۔

”رانی صاحبہ ہم نے تو آپ سے تمام سلیقہ و طریقہ سیکھا ہے..... اگر آپ ہماری زندگی میں شامل نہ ہوتیں تو ہمارے شوہر پر ہی برفوں چلیجنگ کو برداشت نہ کر پاتے اور ڈیپلومیسی کے تمام کاموں میں وہ بھی ناکام ہی رہتے..... اب تو وہ اس تیز رفتار زمانے میں رہنے کا ڈھنگ بھی خوب سیکھ چکے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی تو آپ کی باتوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ ہماری ہر حرکت اور ہر بات پر آپ کی مثال دینا ہمیں بہت بھلا لگتا ہے۔ یہ بھی تو ہمارے لیے درس ہے نا۔“

”شکریہ نوازش.....“ وہ کہہ کر بولی۔ ”یہ ایک اہل حقیقت ہے کہ عزت کی بنیاد انسان کے اپنے سلوک و رویے پر ہوتی ہے۔ جیسے میں تم سب کی مربی و محسن بھی ہوں اور نامکن کو نامکن بنانے میں ماہر بھی ہوں۔ اب دیکھو ناں کتنا کمنا کامیاں تو کب کا یہاں سے بے عزت ہو کر چاچکا ہوتا..... یہ میں ہی تو تھی کہ اس کو سمجھا بھا کر ٹھنڈا کر دیا..... ورنہ مزاج کے وہ گرم تو مجھ سے دس ہاتھ آگے ہیں۔ شوہر کو قابو کرنے کا طریقہ بھی مجھ سے ہی سیکھ لو۔ زندگی بھر اسے انگوٹھے تلے دبا کر رکھو گی تو وہ اف تک نہیں کرے گا۔“

”رانی صاحبہ! ہم سب مجرم اور بھروسہ تو آپ پر ہی

کرتے ہیں کیونکہ آپ اس قابل سمجھی جاتی ہیں آپ کو ایک بے جا رویے کو پھنسل کرنا آتا ہے، ناممکن تو ایک منطقی سوچ ہے ناں اور ممکن ایک مثبت سوچ روئیہ آپ کی سوچ بہت اعلیٰ ہے۔“ آمنہ بظاہر مرعوب ہوئی ہوئی نظر آئی تو سب نے اپنی ہنسی اپنے اندر ہی دبائے کی کوشش کی۔

”آمنہ چند دنوں بعد تمہیں ایک بہت اعلیٰ وارفع خبر سنانے والی ہوں۔“ وہ سامنے کھڑی لڑکی کی طرف غور سے دیکھنے لگی جس کی پشت اس کی طرف تھی۔ ”اور ذرا اس کم بخت نامراد کو بتا دینا کہ میں اسے نظر نہیں آئی کیسے میری طرف پیچھ موڑے کھڑی ہے خود کو بہت کچھ سمجھنے لگی ہے کیا اسے سرخاب کا پر لگ گیا ہے جو اس قدر اکڑا گئی ہے۔ مجھے گردن سے سر ہانکنا بھی آتا ہے اور سرخاب کا پر کاٹنا کوئی مجھ سے سیکھ لے۔“

رانیہ تکبر و پندار بھرے لہجے میں بولی۔ ”منافع ہم سے وصول کرے اور دو دشتیاں لگائے میری دشمنوں سے جس گروپ میں کھڑی قہقہہ لگا رہی ہے میں ان عورتوں کو قطعاً پسند نہیں کرتی۔ دو ٹکے کے ٹکے خاوند کو ہیوی ٹریولنگ الاؤنس دلوانے والی میں ہوں۔۔۔۔۔ اتنی قیمتی ڈیزائنز لمبوسات میکے سے لے کر نہیں آئیں۔ اپنی حیثیت بھول گئی ہیں بے فیض اور خود غرض لوگوں کا ہماری کمپنی میں کوئی مقام ہے نہ جبکہ اسے سمجھاؤ کہ میری جلی مجھے ہی میاؤں۔۔۔۔۔ مجھے جانتی نہیں ہے یہ کوڑی کوڑی کا محتاج کر دیا تو میرا نام رانی نہیں۔“ وہ نفرت آگئیں لہجے میں بولی تو سب نے حیرانی سے ماہ رخ کی طرف دیکھا وہ اپنے حسن جمال اور بلند کردار و اعلیٰ اخلاقیات کا شاہکار تھی اور رانی ہمیشہ اس کے خلاف گھنٹوں تک چینی کرتی خود کو تسکین پہنچایا کرتی تھی۔ اسے ہمیشہ ایسی خواتین سے اللہ واسلے کاہیر تھا۔

”رانی صاحبہ۔۔۔۔۔ آپ اس کی پروا کرنا چھوڑ دیں۔۔۔۔۔ یہ عورت ہی گھٹیا ہے۔۔۔۔۔ اسے اپنے حسن پر بہت مان ہے۔“ آمنہ نے لقمہ دیا۔ ”دس پیاریوں کی

شکار خاتون سے آپ کا کیا واسطہ اور لیٹا دیتا۔ جنونی اتنی کہ ہر وقت ہاتھ منہ صفائی دیتی ہے۔ اس کے گھر جانا کسی آزمائش سے کم نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ہر کپڑے کو استری کر کے جراثیم کا قلع قمع کرنے کا عمل دن میں بیسیوں بار دہرایا جاتا ہے سر پھری اور پاؤں ہے یہ ٹیس تو اس کے قریب ہی نہیں جاتی۔“

”یہ تم مجھ پر طعن کر رہی ہو کہ ماہ رخ کی بیماری کا ذکر کر رہی ہو۔“ رانیہ تنک کر مینوئیں چڑھا کر بولی۔

”رانی صاحبہ۔۔۔۔۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔“ آمنہ نے لرزیدہ لہجے میں کہا۔

اسے تو وہم کی بیماری بھی ہے ہر وقت ہر ایک کو شک کی نظر سے دیکھتی ہے اور اپنے میاں کی ہر حرکت کو پرکھتی رہتی ہے کیا کمال وہ کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لے۔ اس کے گھر میں ہر وقت قیامت کا ساں رہتا ہے۔“

”کسی اور بیماری کا بتاؤ جو بتانا باقی رہ گئی ہو۔“ رانیہ نے معنی خیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔

”نیندر نہ جانے کی بیماری کا تو ہر وقت رونا دھونا سنتا پڑتا ہے۔ ایسی عادات اور بیماریاں لاحق ہوں گی تو نیند کہاں سے آئے گی وہ تو روٹھ ہی گئی ہے اس سے کبھی کبھار اس پر بے تحاشا ترس و جرم بھی آنے لگتا ہے۔ لیکن کیا کریں۔۔۔۔۔“ آمنہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا اس کی زندگی ہی مسائل سے بھر پور ہے۔

”یعنی Insomnia (نیند نہ آنے) کی بیماری بھی اس پر عاشق ہو چکی ہے۔ وہ تو اس کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دے گی۔“ رانیہ نے رواں انگلیں میں کہا۔

”جی رانی صاحبہ یہی توجہ ہے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ غرور تکبر کی جان لیوا بیماری نے اس کو اپنے ٹھکانے میں لے لیا ہے، سمجھتی ہے کہ اس کا حسن ہی ہر جگہ دھاک جمائے گا۔“ آمنہ نے خود اعتمادی سے کہا۔ ”یہ خوب صورتی، سلیقہ و قرینہ سب دھڑے کا دھارہ جائے گا۔“

”آمنہ! بکواس بند کرو اور یہاں سے فوراً دفع

ہو جاؤ..... ماہِ رخ کا فسانہ بنا کر مجھے اور کیا سنا چاہتی ہو..... میں سب سمجھ گئی ہوں۔“ وہ بلند آواز میں بولی تو اس کے آس پاس بیٹھی ہوئی چھ عدد سیلیاں یکساں کی دھڑکیاں سنیں کہ اس نے رائی کو تار کی کوئی بات نہیں کی کہ یوں بھری محفل میں بے عزت کر دیا جاتا۔

”اپنی سیلف ور تھ پچانو میں بے وقوف اور جاہل عورت نہیں ہوں ماہ رخ کو سامنے رکھ کر تم نے مجھے آئینہ دکھانے کی کوشش کی ہے..... اس کا نتیجہ کل ہی تمہارے سامنے آ جائے گا اور یاد رکھو..... جو اپنے میاں سے غلط بیانی سے کام لیا تمہاری زبان گدڑی سے نکال دوں گی۔ تمہارے جیسی کنشی ہی چیزوں کو میں نے اس جوتے کے نیچے پکلا ہے، تم بھی مجھ نہیں پاؤ گی۔“

”سورہی رانی صاحبہ..... آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔“
 آمنہ ہاتھ جوڑ کر التجا سیدھے لہجے میں بولی۔ ”آپ تو بے
 مثال ہیں، ذہنی و نفسیاتی بیمار یوں کی پوٹلی تو وہ نامزد عورت
 ہے۔ جس سے آپ کو گھن آتی ہے..... آپ درست ہی تو
 کہتی ہیں ہار.....“

”میں کسی کی یار نہیں، تم سب میرے برے وقت کے انتظار میں ہو کہ کب ہمارا سورج ڈوب جائے تم سب ہم سے انتقام لینے میں کامیاب ہو چڑھتے سورج کی پوجا کرنے والے بیچ خاندان.....“ وہ سانپ کی طرح بھونکنا شروع ہوئی۔

”تم اس کا انجام بھول گئی ہو، کم بخت کا کیا نام تھا؟“
 شگفتگی..... Intimacy میں اپنی حیثیت ہی بھول گئی۔

مجھے کہتی ہے، ان تو تمہارے لان سے چند پودوں کے پتے اور نام چاہیے تاکہ اپنا لان میرے لان سے بھی خوب صورت بنا سکے۔ میں نے انکار کر دیا، بھلا اپنا ٹیسٹ اور ہنر اس میں کیونکر متعل کر دوں آخر جاتے ہوئے کئی بیبلوں کے پتے تو ذکر کر لے گئی، مجھے کانوں کان خبر نہ ہونے دی، جب میں نے اس کے لان میں اپنی پسند کے پودے بڑھتے ہوئے دیکھے تو میں نے اس کی چوری کپڑی اٹا گئے، عی دن اسے ایسی سزا سنائی کہ اب پودوں میں پانی دینے

گرہ نمبر سلگرہ نمبر سلگرہ نمبر

کے ساتھ میرے سامنے آنا دیکھوں تو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت سے نوازا ہے۔ میں ابھی بتائے دیتی ہوں میں خود کو بخوبی جانتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی خوب ٹیلنٹ دیا، باغبانی اور بہترین کوکنگ جس کا جواب نہیں..... جو ایک بار میرے ہاتھ کا کھانا کھا لیتا ہے ناں تو انگلیاں چاٹتا رہ جاتا ہے۔ ”وہ خوشدلی سے بولی۔

”پلیز حافظے پر زور ڈالو کہ تمام ریسیپرز تمہیں کس نے دی تھیں۔“ وہ نزاکت سے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

”ایک دوا آپ سے لینے کا موقع ملا تھا اور بقیہ تو میری ماما کی تر اکیب ہیں۔ میرے ہاتھ میں ان کا ہی ذائقہ منتقل ہوا ہے۔“ خاتمہ نے فخریہ اعزاز میں کہا۔ ”ان کے ہاتھ کے پکے ہوئے مغلائی کھانوں سے لے کر انگلش اور چائیز کھانے اور پکنگ کا جواب نہیں۔“

”تم بہت بے فیض اور احسان فراموش عورت ہوؤ اور
 ذہن پر زور دے کر تفریفوں کے پل بناؤ۔“ وہ معاندانہ
 انداز میں تنہے چلا کر بولی۔ ”تمہاری ماں میٹرک پاس
 تھیں کیا خاک سکھائے گی بات کرنے کی تہیہ؟ رزمیہ بہن
 کے طریقے“ پہنے اوڑھنے کا سلیقہ تو سکھانہ سکی۔“ ناتمہ
 معذرت طلبانہ انداز میں ذرا سا سسکرائی..... اور پچھتاوا
 اور زردگی کے اثرات اس کے چہرے پر پھیل گئے.....
 کہ وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی سانپ کا منہ چبانے پر
 مجبور ہو گئی تھی۔

”رانی صاحبہ..... آپ بتائیں ناں کس آپ کا روف لان کب دیکھنے آئیں..... ہمارے میاں لوگ تو اتنی تعریفیں کر چکے ہیں کہ ہمارا اشتیاق اب تو آسمان کو چھونے لگا ہے۔“ زینر نے پھر موضوع بدلنے کے لیے جمبونی خوشامد کا سہارا لیا۔

”اب تم کہو کہ میں تمہارے لیے میز سجا کر دعوت پر مدعو کروں تو آئی ایم سوری..... میں کسی کے لیے ایسا خوشامدانہ عمل نہیں کر سکتی..... ایسی گرمی ہوئی حرکت مجھ سے آج تک سرزد ہوئی ہے نہ ہی آئندہ ہوگی۔ تم سب

احساس کمتری کا شکار ہو..... جو ڈانٹنگ ٹیبل پر بیٹوں قسم
کے کھانوں کی ڈشیں سجا کر خود کو بدنامی اور اور پختائی کا نام
دیتے ہو..... مجھ میں اس بیماری کی ہلکی سی ریش بھی
نہیں..... آخر ایک جانے پہچانے وکیل کی اولاد
ہوں..... تمام عزت و ناموس اپنے گھرانے سے لے کر
آئی ہوں....." وہ مقتدرانہ لہجے میں بول کر سب کے

چہرہ کا جائزہ لینے لگی۔
اس کے عمومی اور غیر محسوس تکلیف دہ سلوک اور گفتگو کی
پرچمائیاں ہر ایک کے چہرے پر پھیلی ہوئی دیکھ کر وہ
مزید اکتڑ کر پئی۔

”لہجہ کی نرمی اور مزاج کی عاجزی ہمیشہ زوال کا سبب بنتی ہے۔ دراصل قصور میرا ہے کہ میں نے اپنی کمپنی میں کام کرنے والی ہر ملازمہ اور ملازم کو کمند لگا کر سر پر چڑھا لیا ہے..... لیکن مجھے سر سے اتار کر نیچے پھینکانا بھی آتا ہے اور اس پر چلنا بھی خوب آتا ہے۔“

”رافیہ اب اندر کی کشیدگی کم کرنے کے لیے اتنا بولیں کہ الفاظ ختم ہو جائیں، تم سننے کے لیے تیار ہیں۔“ آمنہ نے اپنی قوت ارادی کو متحکم کرتے ہوئے کہا۔ ”میرا شو ہر اس کمپنی میں ملازم ضرور ہے لیکن یاد رکھو کہ بھکاری ہرگز نہیں lums کا گریجویٹ اور NYU سے ماسٹر ڈیگری ڈگری وہ بھی امتیازی پوزیشن میں حاصل کی ہوئی ہے۔ تم اسے کل مرزا سنانے کی تکلیف مت کرنا اس کی ضرورت نہیں رہی میں ابھی تمہیں اپنا فیصلہ سناتی ہوں کہ وہ صبح ہی ریزائن دے کر اس سے بہتر جاب حاصل کر لے گا اس کو کئی پیشکش کمپنیز نے کئی بار آفری ہے یہ یونائیٹڈ میسرز میں اس کے لیے جاب آج بھی موجود ہے اور یہ جو پانچ عدد چھ خرما تین تمہارے سامنے شکول لیے کھڑی ہیں چلو بھر پانی میں ڈوب مرین ہوش کے ناخن لیں سب شکوکس ہونے میں نہیں زیادہ وقت نہیں لگے گا ہمت کریں..... تم دیکھنا کہ ہمارا مستقبل کس قدر روشن اور خوش آئند ہوگا..... تم ہماری کس قسم کی ہمدرد اور مہربانی ہو کر ہمیں اپنی بے بس محتاج اور کمزور عابا سمجھ کر ہم پر حاکم

اپنی زندگی کے بچپن سالوں میں کسی بھی رشتے کو بھانا نہیں سیکھا تھا۔ وہ کمزور کے لیے ظالم اور طاقتور کے لیے نرم و ملائم بن جایا کرتی تھی۔ یہی اس کی سائنیکی تھی جو عمر کے ساتھ بکلی اختیار کر رہی تھی تجربات و مشاہدات سے یہی دیکھنے میں آیا اور یہی سیکھا ہے کہ ہر عورت اس قدر گرم مزاج کی نہیں ہوتی، صبر و تحمل اور لحاظ داری اسے کبھی میں ملتی ہے لیکن رانیہ تو اس کے بالکل برعکس تھی کہ جس نے صرف خود سے پیار کیا تھا دوسروں کی عزت کرنا اس کی فطرت کے منافی تھا یہی وجہ تھی اسکول اور کالج کے زمانے میں بھی اپنی گہری سہیلیوں سے معمولی سی بات کا جھگڑنا لیتی اور وہ اس سے فاصلہ قائم کر لیتیں۔

آخر اپنے اکیلے پن کو مٹانے اور مخالفین کلاس فیلوز پر حاوی ہونے کے لیے پھر ایک نیا گروپ بنانے کی تنگ و دو میں مصروف ہو جاتی تھی۔ بچپن کی وہی عادات عمر کے اس حصے میں اس قدر پختہ ہو چکی تھیں کہ وہ خوشامد ماحول میں ہی خوش رہتی اور اپنی خویوں کو بڑھ چڑھ کر بیان کرتی، جو دوسروں کے نظریات کے مطابق خامیاں بھی جانی تھیں آج وہ سب کی سانسے تک دک کھڑی تھی۔

”تم اوزم ہو..... ہم سب اس کا اعتراف کرتی ہیں لیکن ہم بھی کبھی گمراہ نہیں رانیہ یہ یاد رکھو کوئی بھی کمپنی ہمارے بغیر نہ تو ترقی کر سکتی ہے نہ ہی قائم و دائم رہ سکتی ہے اس کا بہت جلد جنازہ اٹھ جاتا ہے۔“ نانہ نے بھی دو بدو جواب دیا، ہمیں ریزائن کرنے دو اور کمپنی کے لیے قبر کا انتظام ابھی سے شروع کر دو۔“ یہ کہہ کر تمام خواتین اپنی کرسیوں سے اٹھ کر اس کی طرف شعلہ باریکا ہوں سے دیکھتی ہوئی ایک خالی میز کی طرف چل دیں۔

”خواتین ذرا سوچے اور سبق سیکھیے کہ یہاں تک نوبت کیوں آئی۔ کیونکہ قصور ہم سب کا ہی ہے آج شکرانہ ادا کریں ہم سب کو قوت گفتار سے ہمکنار ہوئیں اور اس مردہ ضمیر کو کمی بیدار ہونے کا موقع ملا۔“

وقت بنی ٹیٹھی ہو..... ہر وقت ہمیں برا بھلا کہتی ہو ہمیں ناچیز اور حقیر سمجھ کر ہر ملاقات میں ہماری انسلٹ کرتی ہو تم کہاں سے ٹھہری ہماری مربی اور ہر دم تو ایک ظالم اور جابر مالکن ہو اس کمپنی کی..... جس نے شوہر کو بھی ہانک رکھا ہے۔“ رانیہ منہ کو کھدک دیکھ رہی تھی کہ منہ جو خوشامدوں میں اپنی مثال آپ تھی آج اس کی زبان نے گفتگو کا رخ کیسے بدلا؟ کہ تمام لحاظ داری اور وضاحت داری اس کے لہجے سے روپوش ہو گئی تھی۔

”رانیہ..... مجھے بھی تم سے ایک حساب چکانا ہے تم جو ہر ملاقات پر مجھے ذلیل و خوار کرتی رہی ہو اسے میں نے شیر مادر سمجھ کر پی لیا تھا تم اپنے اندر کا زہر ہم میں اٹھیل کر شاداں و فرحان ہوتی ہونا..... ہم سب آج اپنے اندر کی شیرینی تم میں منتقل کرنے کی کبیہ بکلی کرنے کی خواہاں ہیں۔ ہمیں اس کی اجازت دے دو۔ شاید تمہارا مردہ ضمیر زندہ ہو سکے کہ رشتہ دینے والا رب ہے نعوذ باللہ تم ہرگز نہیں۔“ شامکہ نے بھی ہمت کو یکجا کرتے ہوئے کہا۔

”اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ رازقی تم ہو تو ہمارے شوہر کل ہی نوکری سے دستبردار ہو جائیں گے۔ وہ نوکری کمپنی کی کرتے ہیں تمہاری نہیں۔“ فرزانہ نے بمشکل کہہ دیا..... وہ سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگی تھی۔

”اوزم ہو کہ میں.....“ وہ چچی تو شادی حال میں سب نے مڑ کر ان کی میز کی طرف متوجہ نظروں سے دیکھا کیونکہ رانیہ ایک انا پرست، حسد و عناد اور احساس کمتری کی شکار عورت تھی جس کی فطرت سے کمپنی کا ہر فرد بخوبی واقف تھا۔ جس نے صرف اور صرف دوسروں پر اپنے انیشیٹس کی وجہ سے حاوی ہونا ہی سیکھا تھا۔ جسے وہ اپنی بڑائی اور عظمت گردانا کرتی تھی، مرد اس کی ہر ناجائز و نامناسب بات کو اس لیے ٹال دیا کرتے تھے یہ سوچ کر کہ عورت کی اپنی بھی عزت و حریم ہوتی ہے اگر اسے اپنے مقام کا علم نہیں تو مرد کو ہی اس بات کا دھیان رکھ کر اس کی بیہودہ اور فضول باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ رانیہ نے

چار کا واسطہ نہیں۔ تمہارا کیا حشر کرتی ہیں شرط یہ وہ تمہارا
اس شہر میں جتنا حرام کر دیں گی یہ جو یہاں دفتناں پھرتی
ہوئاں اور اترا تری ہوئی نظراتی ہوئیں پر پانی پھر جائے گا
اور تم جیتے جی مر جاؤ گی۔“

”سب کو اس میں اتنے سے بات کرنا ہی بیکار ہے۔
میں اپنا ہر مسئلہ حل کرنے کے لیے خود ہی کافی ہوں۔“ وہ
ننگ کر بولی۔

”خبردار جہاز کے بعد میرے کسی معاملے میں دخل اندازی کی۔ تم میرے آفس سے باہر کے تمام مسائل حل کر سکتی ہو مجھے قطعاً اعتراض نہیں..... خبردار جو تم نے میرے آفس کی طرف رخ بھی کیا۔ میں سب کے سامنے تمہارا وہ حال کروں گا کہ تم دوبارہ اس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہیں کر سکو گی۔“ وہ حکمانہ لہجے میں بولا تو اس نے اپنا ٹیکہ اٹھایا اور بڑبڑاتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

”دماغ پہلے ہی بہت خراب تھا‘ اب تو حد ہی ہو گئی ہے کہ کسی کو اپنے جیسا سمجھتی ہی نہیں‘ ہر ایک کو انگوٹھے تلے دبا کر رکھنے سے عزت پرستی نہیں بھرتی ہے لیکن افسوس کہ مجھڑوں کے چھتے میں ہاتھ کون ڈالے‘ ہر ایک اپنی عزت بچانے کے چکر میں ہے‘ میری ہی قسمت بچوٹ گئی‘ پنج بھی اس سے ٹکے‘ کروڑوں ملکوں میں جا کر آباد ہو گئے‘ ورنہ یہاں انہیں کسی چیز کی کمی تو نہ تھی۔ اسی کی وجہ سے غیروں کی نوکریاں کرنے پر مجبور ہے پھارے۔ میری عمر بھی ڈھل رہی ہے‘ نہت اور وقت میں بھی زمین و آسمان کا فرق آ گیا ہے‘ لیکن اس کی نہ جوابی ڈھلی نہ ہی مزاج شہنشاہِ بڑا۔“ وہ خود کھائی کرتے ہوئے بستر سے اترے اور گاؤں کن حدوں پر ڈال کر اس کی طرف چل پڑا۔

”گھر میں ہم دو لوگ ایک دوسرے کے ساتھ خوش و غرم رہنے سے قاصر ہیں یقیناً قیامت ایسی ہی ہوگی چھوڑو اسد پار اپنے جیون ساکھی سے لڑنا“ بھگنوا ناراضگی اور لعن طعن درست نہیں۔“ وہ بڑھری میں

گھرے سوچ رہا تھا۔

”اسد باز آ جاؤ خبردار جو اس کو منانے کی غلطی کی اس کو سیدھا سارے دکھانے کی سبیل نکالنی چاہیے میری نرم مزاجی نے ہی تو اسے ہکا بکا کر رکھ دیا ہے اس نے جس سے تعلق و رابطہ ختم کرنے کا حکم صادر کیا ہے وہ فو اسد نے سر تسلیم خم کر لیا۔“ وہ یہ سوچ کر واپس پلٹا اور اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازہ اندر سے لاک کر لیا..... میں جہیں اپنا کمرہ اس وقت تک شیئر کرنے کی اجازت نہیں دوں گا جب تک تم ایک عورت کے عظیم مقام کو پہچان نہیں لیتی۔

جو اکڑو غرور میں گمراہ تو بھروسہ ٹوٹ کر پاش پاش
ہو جاتا ہے بڑا بھی چاہے اٹھنا بھی چاہے دوسروں کو
گلے لگانا بھی چاہے لیکن ایسے ہونٹیں پاتا دنیا اس کے
اوپر سے گزر کر اسے مٹی میں ملا دیتی ہے کچھ ایسا حال
تھارانیہ کا۔

”کہاں گیا مذاق طنز و مزاح؟ نہایت باتیں دوسروں کو نیچا دکھانے والی حُریتیں تمہارا فلسفہ حیات کہاں چلا گیا..... کس آج بالکل تنہا ہو۔“ وہ کھڑکی میں کھڑی بیٹے ہوئے ماضی میں خود کو تلاش کرنے لگی اسے محسوس ہوا کہ وہ توکل بھی تنہا تھی اور آج بھی اکیلا پن ہی اس کے ساتھ ہے۔ ”اس حسین و دلنشین زندگی میں میں کہاں پر تھی؟ کہیں بھی تو نظر نہیں آتی، خاوند بھی علیحدگی میں خوش رہنے لگا اور مجھے کسی دوست نے بھی مٹانے کی کوشش نہ کی یہ سوچ کر پرواز خیال بھی دھیماپڑنے لگا، سر چکرانے لگا اور آنکھوں سے گئے گئے اندھیرے کا دبیز پردہ گر کر کھاکل کرنے لگا اور چند لمحوں بعد وہ ہنس ڈھنسی۔

جب اسے موٹی آیا تو اس نے خود کو ہسپتال میں پایا اور وہی اس کی چھ عدد تعلیم یافتہ خواتین جنہیں وہ اپنی رعایا میں سے سب سے بڑھ کر حقیر سمجھا کرتی تھی وہ اس کے بیڈ کے آس پاس بیٹھی سو رہی تھیں۔ سوچنے سمجھنے کے بعد اس نے فوراً آگئیں موند لیں، دل

ندامت سے خون خون ہونے لگا تھا۔

ذُرّہ اور لُجّ آپ کے بغیر بدرم ہو گئے ہیں۔ محفّلیں سونی
 پڑ گئی ہیں۔ رونقیں روپوش ہو گئی ہیں چار سوا دسی دیاویسی کا
 ڈیرہ ہے سب آپ کے لیے دعا گو ہیں۔“

”مجھے رانی صاحبہ کہو نہ ہی رانی میں آپ سب کی آپا ہوں بڑی بہن“ آپ سب سے معافی کی التجا کرتی ہوں۔“

”رانی آپا..... ہمیں گناہ کا رمت کریں۔“ سب نے یکے اور کہا۔

”ہمیں معاف کر دیں آپا سے ہم ایسی ہی توقع رکھتی ہیں۔“ آمنہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے عقیدت مندانہ لہجے میں کہا۔

”میری چھوٹی پیاری بہنو..... میں اعتراف کرتی ہوں کہ پہنی آپ سے ہے اس میں کوئی شک کی محبت بخش نہیں رہی.....“ وہ پانی کا گلاس ایک سانس میں لی کر بولی۔

”اور ہم کمپنی سے ہیں..... دونوں لازم و ملزوم.....“
شمالیہ نے اس کے ہاتھ دبا تے ہوئے کہا۔

تو رانیہ کی آنکھیں اٹھار ہو گئیں..... وہ فوراً اپنا بازو آنکھوں پر رکھ کر آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی۔ سب نے سسرت سے بھرپور مذاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا کبھی جھک جاؤ تو کبھی دوسرے کو جھکنے پر مجبور کر دو آواز ان سے ہی زندگی حسین دولائیں ہوتی ہے ورنہ خوشامد تو ایسا علاج مرض ہے کہ انسان کو اندر سے کھوکھلا اور ظاہر کو سرب بھاری بنادیتا ہے رانیہ مسلسل سوچ رہی تھی۔

(الحمد لله مسلسل اشاعت کہ چالیس سال مکمل)



(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

زید بچن میں آتا ہے تو زہریلی دوا دیکر کچھ چوک جاتا ہے بوا کی زبانی اسے صوفیہ کی بچن میں آمد کا پتا چلتا ہے جب ہی وہ فوراً وہاں پہنچ کر ان کی خودکشی کی کوشش ناکام بنا دیتا ہے صوفیہ بے اختیار تمام باتیں اسے بتا دیتی ہیں جس پر زید اپنی ماں کی جانب سے معذرت کرتا تمام حالات کو بہتر کرنے کا یقین دلاتا ہے دوسری طرف سودہ کے لیے بھی ماں کا رویہ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے اپنی ذلت اور رسوائی کے بعد وہ شدید ڈپریشن کا شکار ہو کر برسوں کی بیمار نظر آتی ہے جس پر بوا اور دیگر گھر والے بے حد متشکر نظر آتے ہیں۔ لاریب اپنے ارادوں کو ناکام ہوتے دیکھ کر جہاں آرا کے پاس پہنچتا ہے اور اپنی گستاخی کی معافی طلب کرتا ہے وہ انشراح کو حاصل کرنے کے لیے بے چین نظر آتا ہے جس پر جہاں آرا بھی کسی سوچ کے تحت اس کی معذرت قبول کر لیتی ہیں۔ انشراح یوسف صاحب سے بدلہ لینا چاہتی ہے اور اس مقصد کے لیے اسے نفل کو بطور تھپا یا استعمال کرنا پڑتا ہے جب ہی وہ اس کے بدلتے رویوں پر خائف ہونے کے بجائے اس سے دوستی کر لیتی ہے تاکہ اپنی ذات کی تذکیل کرنے والوں سے بھرپور بدلہ لے سکے جبکہ نفل اس کے تمام ارادوں سے بے خبر اپنے دلی جذبات سے مظلوم ہو کر اس دوستی پر بے حد خوش نظر آتا ہے۔ یوسف صاحب کو بابر رحمت کے ذریعے مکافاتِ عمل کا احساس ہوتا ہے انہیں لگتا ہے کہ ماضی میں ہونے والے گناہ آج بھی انہیں بے چین رکھتے ہیں اور وہ ان کا ازالہ کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ بابر کے والدین باہر چلے جاتے ہیں ایسے میں عاصفہ اپنی سرال آتی ہے تو انشراح کو بھی اپنے ہمراہ لاتی ہے جہاں نفل اسے گھر ڈراپ کرنے کی آفر کرتا ہے انشراح بھی اسے اپنے جال میں پھنسانے کی خاطر ہامی بھر لیتی ہے وہاں پر کچھ افراد ان کی گاڑی روک لیتے ہیں نفل ان کے آگے ہار مانے پر آمادہ نہیں ہوتا لیکن وہ انشراح کو ڈھال بنا کر نفل کا ضبط آزما تے ہیں ایسے میں نفل کے لیے یہ برداشت کرنا بے حد مشکل ہوتا ہے انشراح کے ہونٹ سے خون بہتا دیکھ کر نفل پریشان ہو جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)



بہتے خون کو محسوس کرتے وہ ہونٹوں کو چھونے والی تھی کہ نفل نے نشو باکس سے کئی نشوڑ نکال کر فوراً اس کی طرف بڑھائے۔

”خون مکمل رہا ہے تمہارے منہ سے“ ہمیں فوراً اسپتال جانا ہوگا۔“ وہ بری طرح پریشان ہوا۔
 ”اسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہے ٹھیک ہو جائے گا ابھی۔“ وہ نشو سے ہونٹوں کا زخمی حصہ دباتی ہوئی گویا ہوئی۔
 ”تمہارے فیس پر سونلنگ بھی ہے پین لازماً ہو رہا ہوگا میڈیکل ٹریٹمنٹ تمہیں فوری ضرورت ہے۔“ نفل اس وقت ایک مکمل ہمدرد بے حد حساس شخص نظر آ رہا تھا اس کے انداز میں نرمی و لہجہ دوستانہ تھا وہ شدت سے اس کی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔

”میں اسپتال نہیں جاؤں گی مجھے گھر جانا ہے۔“
 ”لا حاصل بحث کرنا تمہاری پرانی عادت ہے بٹ میں تمہیں اس طرح گھر نہیں چھوڑوں گا انڈر اسٹینڈ۔“ اس کی نہ نہ کی ٹھکرانے نفل کو سخت لہجہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا اس کی نگاہیں گاہے بگاہے انشراح کے ہاتھ میں دبے نشو پر اٹھ رہی تھیں جو سرخ ہوتا جا رہا تھا۔

”اسٹوڈنٹ کرل یہ وقت آنکڑ دکھانے کا نہیں ہے تمہارے اندر جلتی بدلے کی آگ کو سرد کرنے والا یعنی تمہارے انتقام کا شکار بننے والا پہلا اور اہم مہرہ بھی فیض ہے تو خود بالی کے ساتھ مل کر اس بندے کو موم کرنے کی پلاننگ کرتی

راتی ہے اور اب جبکہ وقت کی مہربانی تم پر نچھاور ہو رہی ہے تو ٹوٹا ہوا آبی بازی کو خود مات دے رہی ہے۔“ اس کی جھلاہٹ پر وہ کوئی کراہہ سا جواب دینے والی تھی کہ اس کے اندر سے کسی نے سرگوشی کی۔
 ”یہ وقت کی مہربانی ہی ہے ناں کہ کل تک تیری پر جھانک سے بھی دور رہنے والا شخص اس وقت کیسا موم بنا ہوا ہے تیری خیر خواہی میں لگا ہوا ہے کل اس کے کو وقت بدل جائے اور یہ پھر پھر بن جائے مجھے مشکل سے کام لینا ہوگا۔“



جنید جس دروازے کو بلا جھجک عبور کر کے آگے بڑھ جایا کرتا تھا آج وہاں پاؤں رکھتے ہوئے بھی اسے جھجک و گھبراہٹ کا سامنا کرنا پڑا تھا عجیب موڑ دیا یا تھا زندگی میں..... کل تک وہ دوست کی حیثیت سے آتا رہا تھا کوئی ایسا مسئلہ درپیش نہیں تھا اور اب جبکہ اس سے بہت خاص دوستی درشنے داری کا بندن بندھ چکا تھا تو قربت کی جگہ فاصلے اور بے تکلفی اجتناب میں بدل گئی تھی۔ رشتہ ہونے کے بعد روبرو ان کی پہلی ملاقات بھی زید کے انداز میں سرد مہری و کھر درا پن تھا مصافحہ بھی بے جان ہاتھوں سے کیا تھا۔ جنید کو اس سے اسی رویے کی توقع تھی۔ وہ جانتا تھا اس کا رویہ اسی طرح سخت و اجنبیت بھرا ہوگا مگر پھر بھی دوستی کی ڈھنسی کشی کے ساتھ ساتھ اگر اکا دل بھی ڈوبنے لگا تھا کہ زید کی بے رخی و بے گمانی اسے کسی طور گوارہ نہ تھی۔

”کیا لوگے جائے کافی یا کولڈ ڈرنک۔“ وہ دونوں آٹنے سامنے پراجمان تھے درمیان میں تمام لوازمات سے بھی میز تھی وہ مصلحتی کے بعد لیپ ٹاپ میں الجھ گیا تھا یا راہ فرار حاصل کی تھی پھر طویل توقف کے بعد وہ گویا ہوا وہ بھی اسی طرح لیپ ٹاپ پر لگا ہیں جمائے ہوئے سرسری لکھے ہیں۔

”وہ ہی بی ایلن کا جو تم پرینا چاہو گے۔“ مسکراتے ہوئے اس نے لہجے میں بے تکلفی پیدا کی۔
 ”ہائی داؤے میرا کچھ بننے کا موڈ نہیں۔“ تیزی سے متحرک انگلیاں لہجے بھر کر کہیں نگاہ پل بھر کو اس کی طرف اٹھی وہ شا کڈرہ گیا لہجے سے زیادہ آنکھوں میں کات بھی بوجھل سرخ آنکھوں سے عیاں تھا وہ کئی راتوں سے سکون سے سویا نہیں مضطرب انتشار مضطرب اس کی روشن آنکھوں میں چمک رہا تھا جنید پہلو بدل کر رہ گیا۔
 ”کوئی بات نہیں..... موڈ میرا بھی نہیں ہے آٹس سے جوں کی کر ہی چلا تھا۔“

”ہوں کوئی کا تم؟“ وہ لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کرتا ہوا اسی لہجے میں اس سے مخاطب ہوا جو جنید کو پریشان کر رہا تھا۔
 ”میرا مطلب..... یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟“

”مجھے معلوم تھا تمہارا رویہ یہی ہوگا میرے ساتھ..... معاف کرو میں نے تمہارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔“
 ”معافی کس بات کی؟ تم نے وہ ہی کہا جو تمہیں کرنا چاہیے تھا غلطی میری ہے حق بن مجھ سے سرزد ہوا آستین میں سانپ پال کر تو قلعہ کر بیٹھا تھا کہ مجھے ڈسا نہیں جائے گا لیکن.....“
 ”زید پلیز..... جتنے جو تے مارنے ہیں مار لو جو سزا دینی ہے دے دو میں اف نہیں کروں گا مگر اتنی اجنبیت دے بے گمانی مت برتو۔“ جنید کی آواز جذبات کی شدت سے بھر گئی تھی۔

”فحس ہے میرے سامنے تمہارے یہ ڈسائے فلاب ہیں میں ایسی باتوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ آؤی کتابہ کرو اور ادبائش ہو مگر اخلاقی طور پر دوستوں کی بہنوں کو اپنی بہنوں کی مانند ہی عزت دیتا ہے مگر تم تو اخلاقی طور پر بھی اس قدر سخی ذہنیت کے حامل نکلے کہ..... میں یہ سوچ کر شرمندہ ہوں کہ کیا میری دوستی کا معیار اتنا گھٹیا ہے۔“ وہ سر جھکا کر رہا تھا یہ اس کی بد اعمالیوں کا نتیجہ تھا زندگی لڑکیوں سے فلرٹ کرتے ہی گزری تھی اور حد یہ تھی کہ اس کے چر فلرٹ کا گواہ وہ شخص ہی تھا قسمت سے جس سے اتنا اہم رشتہ جڑ گیا تھا زید نے قدم قدم پر اس کی رہنمائی کرنی چاہی تھی لیکن وہ بدی کا

”حیرت ہے..... بہت زیادہ حیرت.....“ رات کا سیاہ آنچل ابھی تک قائم و دائم تھا سرک پر ٹریفک برائے نام تھی کار درمیانے انداز میں روال دوال تھی۔

”کیسی حیرت ہو رہی ہے جو بہت زیادہ ہو رہی ہے۔“ اسٹیرنگ گھماتے ہوئے وہ اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر بولا مگر اس کے رخسار کی وجہ و نیلاہٹ نے اس کے لبوں سے مسکراہٹ ایک دم غائب کر دی تھی اس نے گہری سانس لیتے ہوئے ونڈ اسکرین پر نگاہ جمادی ذیل پر مردہ ہو گیا تھا۔ اس کی اس حالت کا ذمہ دار اسے اس ورد میں مبتلا کرنے والا وہ خود تھا کیوں اس نے ان لٹیروں کو ڈھیل دی کہ اسے نکتے ہی درگت کیوں نہ بنا ڈالی اس کی سیٹھی کے خیال سے ہی ان پر وار نہ کیا تھا مگر چوٹ اسے پھر بھی لگ گئی تھی۔

”آپ کے متعلق پوری جامعہ میں یہی مشہور ہے کہ آپ پتھروں ہیں، کسی لڑکی کو دیکھنا اپنی انسٹ فیل کرتے ہیں لڑکیوں سے نفرت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔“ وہ اس کی سوچوں سے بے خبر تکلیف کے باوجود کہہ گئی تھی۔

”نفرت کرتا ہوں، لڑکیوں سے بات کرنا بھی تو بہن سمجھتا ہوں ان لڑکیوں سے جو رشتوں کے تقدس کا قتل کرتی ہیں اعتماد و وفا کو تماشہ بنا دیتی ہیں اور ایسی لڑکیوں کو میں عزت نہیں دیتا۔“ اس کے چہرے پر مخصوص سنجیدگی چھا گئی تھی۔

”ہر لڑکی ایسی نہیں ہوتی، ہر تالاب میں کچھ پھلیاں گندی ہوتی ہیں پھر سب کو گندہ کہنا کہاں کا انصاف ہے ایسے ہی کچھ مرد بے وفادارے رحم ہوتے ہیں بظاہر بہت نیک و پارسا پولا سنٹ، ہر کسی کی داد دے کے لیے تیار ہر ایک کے دکھ و درد میں کام آتا جن کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے باہر سے روشنی کا مینار دکھائی دینے والے ایسے لوگ باطن کو سیاہ رکھتے ہیں وہاں اتنا اندھیرا ہوتا ہے کہ اگر وہ لوگوں کی نگاہوں میں آجائے تو ساری شخصیت مسخ ہو کر رہ جائے۔“ وہ اپنی رو میں بہتی چلی گئی۔

”مجھے پتا ہے..... دنیا میں اچھے برے لوگ ہوتے ہیں یہ ہم پر منحصر کرتا ہے ہم کس سے کیا حاصل کرتے ہیں؟ ہر عمل کا دار و مدار نیت پر ہوتا ہے۔“ وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔



شاہ زیب نے باپ کی طبیعت کے پیش نظر یو کی زبانی سنی تمام حقیقت بیان نہ کی تھی سب چھپا گیا تھا جانتا تھا کہ وہ سودہ کو سگی بیٹی سے بھی زیادہ چاہتے ہیں بہت ہی محبت بھرا رشتہ تھا اس سے اگر اس واقعے کی معمولی سی بھٹک بھی ان کو مل گئی تو ان کی طبیعت مزید بگڑنے کی سبکدوش نہ کی وہ بڑی ماکو اچھی طرح سبق بھی سکھا دیں گے اور بڑی ہما کے مزاج کی تندی و تڑپ سے بھی وہ خوب واقف تھا جواباً وہ خاموش بیٹھنے والی نہ تھی گھر میں شدید ہنگامی ماحول پیدا ہو جاتا سودہ کی شامت پہلے سے زیادہ بڑھاتی جاتی..... صوفیہ پھوپھو کو مزید طعنے سننے کو ملتے اور سب سے زیادہ کھجانی یو کی ہو جاتی جو خوف سے پہلے ہی کچھ بتانے کو راضی نہیں ان سے وعدہ خلائی کا مرتکب بھی نہیں ہو سکتا تھا کی قبائیں تھیں درحقیقت کئی مشکلات راستہ رو کے کھڑی تھیں وہ اس کڑوی چٹائی کو لی گیا تھا۔

مگر مدثر صاحب کو اندر ہی اندر بے نام سی بے چینی لگ گئی تھی صوفیہ کے آٹا نانا سودہ کی معنی کی وشادی کرنے کے فیصلے نے ان کو بے سکون کر دیا تھا ایک ہفتے تو وہ بستر سے گھرے اور ہمت پاتے ہی وہ سیدھے گھر آئے منور زمرہ اور صوفیہ ان کو لاؤنچ میں ہی مل گئی تھیں سلام و دعا کے بعد وہ سیدھے اپنے مدعا مانے۔

”تمہیں یہ پھیلی یہ سروسوں جمانے کا شوق پیدا کیوں ہوا صوفیہ اپنی جلدی کوئی گڑیا گڈے کی شادی کرنے میں بھی نہیں کرتا، جتنی جلدی تم سودہ کی شادی کرنے کا فیصلہ کر رہی ہو۔“

”بھائی جان وقت دیکھ رہے ہیں آپ کتنا نازک چل رہا ہے عزتیں سنبھالنا مشکل ہو گیا ہے منت ہی خبریں سننے کو

واجب بین کے گیٹ وا کرنے اور اس کے اندر جا کر غائب ہونے تک وہ رکارہا اس کی نگاہیں اوٹھل ہونے تک اس کا پیچھا کرتی رہی تھیں پھر زن سے وہ کار لے لڑا۔

حسب معمول ہالی اس کے انتظار میں جاگ رہی تھی اس پر نگاہ پڑتے ہی وہ گھبرا گئی اس نے مختصر جھوٹا ہاتھ دیا ایک تو تکلیف کی شدت زیادہ تھی جس کو وہ فوٹل کی موجودگی میں ضبط کرنی آئی تھی کسی بھی حال میں وہ اس کے کمر پر ہونا نہیں چاہتی تھی پھر کمر آتے ہوئے انکجشن نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہالی سے گفتگو کے دوران ہی وہ مدھوس ہو گئی تھی صبح بیدار ہوئی تو درد میں بھی خاص آرام آ گیا تھا اور چہرے کی وجوہن بھی غائب ہو گئی تھی ہونٹوں کے پاس معمولی سا زخم رہ گیا تھا وہ فریٹش ہو کر آئی تو نالی ناشتے پر اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

”ارے یہ کیا ہوا ہونٹوں کے قریب یہ زخم کیسا ہے اور تمہارا چہرہ بھی کچھ سو جھا ہوا لگ رہا ہے۔“ وہ عینک درست کرتی ہوئی متفکر انداز میں کہتا تھا۔

”ایئر پورٹ پر سب ہو گئی تھی نا تو معمولی سی چوٹ لگی ہے آپ فکر نہیں کریں میں ٹھیک ہوں۔“ وہ کرسی پر بیٹھتی ہوئی مسکرا کر ان کو تسلی دینے لگی۔

”وہ لڑکی عاکفہ کوئی بدروس لگتی ہے جو ہر وقت تمہیں اپنے بس میں رکھنا چاہتی ہے کوئی بھی بات ہو کوئی بھی کام ہو تمہیں اس طرح ساتھ رکھتی ہے گویا تم اس کی زرخیز غلام ہو ایک آنکھ نہیں بھائی مجھے اس حزانہ لڑکی سے تمہاری دوستی۔“

”نا تو جان پلیز عاکفہ کو گالی مت دیں۔“

”کیسے ندوں! اگر میرا بس چلے تو اس لڑکی کو گالی نہیں گولی مار دوں! سسرال والے اس کے جارہے ہیں اور ساتھ تمہیں لگتی ہے تم بھی اس کی کوئی بات ٹالنی کب ہو۔“ وہ انڈے پر انڈے کا دسکی ناشتہ کرتے ہوئے غصہ کر رہی تھیں۔

”اچی نے بہت انکار کیا تھا ماسی لیکن وہ مانی ہی نہیں۔“ ہالی اس کے لیے چائے لاتے ہوئے بولی۔

”عاکفہ کے بہت احسان ہیں مجھ پر پھر وہ بہت محبت کرتی ہے نا تو اس جیسے دوستوں کے لیے جان بھی دینی پڑ جائے تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گی میں تو عمر رہی تھی از غدی سے نفرت ہو گئی تھی ہر سانس آزار بن کر رہے گی تھی اگر عاکفہ اور اس کے ممد و پیادے غلوں سہارا نہ دیتے تو میں نا معلوم کہاں ہوتی آج..... قبر کے بے رحم اندھیروں میں یا کسی پاگل خانے میں۔“

”تمہیں ان لوگوں نے کوئی تعویذ ملا دیا ہے جو ہر وقت ان کی شان میں قصیدہ گوئی کرتی راتی ہو..... اور پھر تم صبح ہی صبح خالی چائے پینے پیٹھ کی ہزار بار سنج کیا ہے مگر.....“ اسے چائے پیتے دیکھ کر وہ موضوع بدلتی ہوئی گویا ہوئی۔

”صبح صبح کہاں بھوک لگتی ہے نالی جان۔“



”ماندہ..... ماندہ بات سنو۔“ وہ تیز تیز اس کی طرف رہا تھا اور ماندہ روٹی ہوئی پارنگ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

”انیم سوری یا زوری سوری میں شاید بہت ردو ہو گیا تھا۔“ وہ اس کا بازو پکڑ کر خجالت آمیز لہجے میں گویا ہوا۔

”چھوڑیں مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی بہت خراب لڑکی ہوں جو آپ کے پیچھے آئی اور خود ہی محبت کا اقرار بھی کر لیا عجیب و دو غلا سٹم ہے ہمارے معاشرے کا بھی مرد خواہ ہزاروں لڑکیوں سے جھوٹی محبت کی چٹکیں لڑاتا رہا ہے اسے کچھ نہیں کہا جاتا اور لڑکی غلطی سے اپنی جی محبت کا اظہار بھی کر دے تو اسے طعنہ مارا جاتا ہے کہ ”تم خود پیچھے آئی تھیں۔“ وہ اس کی مضبوط گرفت سے بازو نہ چھڑ پائی مگر زبانی وار برابر کرتی رہی تھی جیند نے زبردستی اسے کار میں بیٹھایا۔

کی کتاب واکر کے بیٹھ گئے تھے۔ دافف، جہاں خاندانی رئیس تھے پیرسٹن کی لوہڑی تھی عیش و عشرت میں وہ لپٹے آئے تھے دولت گھر کی باغی ہو اور ساتھ ہی جاہلانہ ظالمانہ حاکمیت بھرے حزان ہوں تو لحاظ مروت و خلوص چھو کر بھی نہیں گزرتے پھر سامنے کوئی چٹا نہیں ہے اپنا نقد ہی سب سے بلند دو کھائی دیتا ہے دافف، جہاں بھی خود سے کٹر لوگوں کو کیڑے مکوڑوں سے تشبیہ دیتے تھے اپنی دولت و منصب سے ان کو بے حد پارتھا یہی وجہ تھی کہ مرحوم بھائی کی بیٹی جو ان کے بیٹے یوسف سے عمر میں اٹھارہ سال بڑی تھی گھر کی دولت گھر میں ہی رہنے کی نیت سے کم عمر بیٹے سے اس کی مرضی کے برخلاف شادی کر دی گئی۔

”بابا جان آپ نے زبردستی اپنی من مانی تو کر لی مگر میں کبھی بھی اسے اس کا حق نہیں دے پاؤں گا پھر آپ مجھ سے کوئی شکایت نہ کرنا وہ مجھ سے بہت بڑی ہے بہت بڑی۔“ نوجوانی کا ابتدائی دور تھا وہ ستاروں پر کند ڈالنا چاہتا تھا پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کرنے کی شوریہ سری اس کے اندر لپچل برپا کیے ہوئے تھے اسی لگ رہا تھا وہ ایسا چمکی ہے اڑان سے نکل ہی جس کے پر کاٹ دیے گئے ہوں۔

”یہ میری پہلی اور آخری زبردستی تھی بیٹا آپ پر میں اب کسی بات کے لیے آپ کو فورس نہیں کروں گا زرقا سے شادی کرنے کا مقصد یہ تھا کہ گھر کی عزت گھر میں ہی رہے باہر نہ جائے۔“ تجلہ عروسی میں رہیں اس کی منتظر تھی اور وہ گلے میں ڈالے گئے پھولوں کے ہاروں کو مار کر پاؤں تلے روندتے ہوئے غصے سے کہہ رہا تھا۔

”عزت نہیں بابا دولت کہیں دولت گھر سے باہر نہ جائے۔“ وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوا تھا وہ ہتھیار لگا کر ہنستے چلے گئے تھے۔ اس زبردستی کی شادی نے اس کے اندر شدید ترین سرکشی اور بغاوت پیدا کر دی تھی گھر میں پہلے ہی ٹائم کم گزارا تھا اب تو گھر سے بھاگنے لگا تھا زرقا کے وجود سے اسے دشت ہونے لگی تھی وہ خاموش و دم سمی لڑکی جس نے کوئی شکوہ و شکایت اپنے لبوں پر نہ جایا تھا وہ ہر جھکائے سوچوں میں گم رہتی تھی۔

”عمما زرقا کی خاموشی مجھے ڈسٹر ب کرنے لگی ہے اس کا کوئی حل نکال لیے ناں آپ۔“ وہ مونے مونے طلائی نگین سے کھیلتی ہوئی بھاری بھر کم ہاں سے ایک دن موقع پا کر راز داری سے بولا۔

”کیوں ڈسٹر ب ہوتے ہوتے تنہا اور بے سہارا لڑکی کیا کرے گی۔“

”میں اسے ڈائریس دیتا ہوں آپ اس کی کہیں اور شادی کر دیں کیوں اس کی عمر خراب کرتی ہیں۔“

”دماغ ٹھکانے پر ہے؟ اچھا آئی سو نے کی چڑیا کون اڑاتا ہے پڑا رہنے دو اسے ایک کونے میں ہاتھ آئی سو نے کی چڑیا میں اڑا سکتی ہوں ناں آپ کے بابا تمہیں دو ٹین چار جتنی شادیاں کرنی ہیں کریں کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“ وہ شادی تو پھر کرنے کے موڈ میں نہیں تھا کہ ایک کر کے ہی سکون نہیں مل پارتا تھا پھر وہ پڑھائی کے بہانے امریکا چلا آیا اور وہاں پھر سال پر سال گزرتے چلے گئے تھے۔ دولت کی فراوانی و بے خوف زندگی آزادی کی تمام حدود کو اس کرکٹی چلی گئیں تعلیم مکمل کر کے ملک واپس آئے تو باپ کے ساتھ سیاسی اکھاڑے میں قدم جمائے میں کچھ وقت گزارا اور انکسشن میں بھاری اکثریت سے ووٹ حاصل کر کے منشر کی کرسی پر براہِ جہان ہو گئے کردار تو داغ دار تھا مگر لوگوں کی حالت زار نے ان کی مفلسی اور غربت بے بسی ولا چاری کے دکھ نے ان کے اندر کے انسان کو بیدار کر دیا تھا وہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتے چلے گئے۔ بہت کم عرصے میں وہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرنے لگے تھے لوگ ان پر جان دینے کو تیار تھے اس دوران انہوں نے بڑی دھوم دھام سے دوسری شادی کی اور وہ اس شادی سے بہت خوش تھے۔



زید گھر آیا تو سب سے پہلے سامنا ہوا سے ہوا اور حسبِ عادت انہوں نے مڈر صاحب کی طبیعت خرابی کی خبر اس

English

Beautify
your skin,
naturally



facebook.com/snscares

کے گوش گزار کی وہ بریف کیس وہیں رکھا ہوا منور صاحب کے پاس چلا آیا۔
 ”معمولی سا درد تھا ڈاکٹر نے چیک اپ کیا میڈیسن دی آدھے گھنٹے میں ہی مدثر کی طبیعت سنبھل گئی تھی تم پریشان نہیں ہووے ٹھیک تھا کار خود را بنور کر کے گیا ہے اور گھر جا کر خیریت سے پہنچنے کی کال بھی کر دی ہے۔“ منور اس کے پریشان چہرے کو دیکھ کر تسلی دینے لگے زمر نے بھی باپ سے اس کی محبت محسوس کر لی تھی۔
 ”آپ نے ان کو جانے کیوں دیا راستے میں بھی ان کی طبیعت خراب ہو سکتی تھی شاہ زیب کہہ رہا تھا خاصے عرصے سے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور وہ پار چیک اپ بھی نہیں کر رہے۔“ اس کے لہجے میں تشویش موجود تھی۔
 ”ہم سب نے ہی بہت اصرار کیا کہ رک جاؤ مگر وہ ر کے ہی نہیں ان کی عادت ہے ایک بات پڑوٹ جانے کی۔“
 زمر دیکھنے نے بھی گنگو میں حصہ لیا۔

”طبیعت کیوں خراب ہوئی کیا ہوا تھا؟“ اسے خوف تھا کہ عمر اندالی حرکت ان کو معلوم نہ ہو گئی ہو۔
 ”کمزور وہ پہلے سے ہو رہا ہے سودہ سے ملنے اس کے روم میں گیا تھا وہاں جا کر کچھ دیر بعد ہی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔“

”سودہ نے کچھ بتایا تھا یا ما کو؟“

”نہیں..... وہ ایسا نہیں کر سکتی۔“

”آپ نے پوچھا ہے اس سے؟“

”پوچھنے کی بات ہی نہیں تھی سودہ کا حراج ہی نہیں ہے کہ اپنے لاپرواہیوں کی دواستان کی کو سنائے۔“

”پاپا اس کے پاس گئے اور ان کی طبیعت بگڑی۔“

دل تو اس کا بھی گھائی دے رہا تھا کہ وہ ایسی اوجھی حرکت نہیں کر سکتی لیکن اس کے پاس جا کر ان کی طبیعت خراب ہونے کا مقصد تھا کیا یا منور کچھ ہوا ہے جو وہ ضبط نہ کر سکے تھے۔

”اس کی لاڈلی بہت جلد برائی ہونے والی ہے مگر میں آتے ہی اس کی نگاہیں سودہ کو دیکھنے کی عادی ہیں اب وہ رخصت ہو جائے گی اور یہی خیال اسے سنجیدہ کر گیا تھا۔“

”لاڈلی وہ ہم سب کی ہے میں ابھی سے یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ سودہ کے جانے کے بعد ہم کیسے اس کے بغیر رہ سکیں گے کون ہمارا خیال رکھے گا؟ گھر بالکل ہی سونا ہو جائے گا۔“ زمر دیکھ کر گھوٹا آواز میں گویا ہوئیں

اور وہ پریشان کھڑا رہا۔

”بیٹیاں گھر کی روشنی ہوتی ہیں آنکھوں کی صفحہ ان کو دیکھ کر ہی ملتی ہے لیکن رب کائنات کے حکم پر ان کو رخصت کرنا ہی ہوتا ہے یہ ریت صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔“ وہ خود بھی آبدیدہ ہو گئے تھے انہیں سمجھاتے ہوئے زمر دروئے لگیں۔

”مائی جان وہ ابھی تو رخصت نہیں ہو رہی ناں۔“ وہ ان کے آنسو صاف کرتا ہوا اور کچھ دیر وہ اپنے کمرے میں جانے کے لیے بیڑھیاں چڑھا رہا تھا تو دم بوجھل ہو گئے تھے۔

خلاف معمول عمرانہ کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا وہاں کے پاس چلا آیا جو ڈلی کرائے گئے بالوں میں برش کر رہی تھیں اس کے سلام کا جواب انہوں نے بڑی خوش دلی سے دیا اور ساتھ ہی بال سمیٹ کر جوڑا بنایا۔

”کیا بات ہے بہت پریشان لگ رہے ہیں۔“ وہ گہری نگاہوں سے اس کے چہرے کا جائزہ لیتی ہوئی گویا ہوئیں۔

”آپ کو معلوم ہے آج پاپا یہاں آئے تو ان کی طبیعت بگڑ گئی تھی؟“

”میں مائدہ کے ساتھ شاپنگ پر گئی ہوئی تھی پھر وہاں سے رضوانہ بیچا کے گھر چلی گئی اور بیچا کی عادت تو آپ کو معلوم ہی ہے کھانا کھلانے بنا کہاں آئے دیتی ہیں وہاں سے گھر آئی تو یوں بتایا تھا۔“ وہ بے تاثر لہجے میں بولیں۔

”پاپا میں دلکس بڑھتی جا رہی ہے بہت پیار رہنے لگے ہیں۔“
 ”اے یہ کیا سن رہی ہوں ہاں..... آپ اس آدمی کے لیے فکر مند ہو رہے ہیں جس نے کبھی ہماری فکر نہیں کی زندہ ہوتے ہوئے تھی ہمارے لیے زندہ نہیں ہے میں اور مائدہ گھر میں آئے تو وہ ہمیں تھا۔ لیکن اس کی عبادت کو نہ میں گئی نہ مائدہ کیوں جائیں بھلا؟ اس کی بیوی موجود ہے چاہنے والی بیٹا ہے کیر کرنے والا۔“ ان کا لہجہ بدگمانی و نفرت سے بھرا ہوا تھا زید کے لہجے میں باپ کے لیے محبت و تکرر دیکھ کر ان کو برا محسوس ہوا تھا۔

”آف کورس مباحث ہمارا بھی ان سے وہ ہی تعلق ہے پھر اب طویل عرصہ گزر گیا ہے اس سارے قصے کو قوت پر زور ہوئے جو ہوا سو ہوا پلیز معاف کر دیں پاپا کو وہ.....“

”شٹ اپ..... شٹ اپ، یہ معلوم بھی ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں میں اور اس ہر جانی آدمی کو معاف کر دوں دوبارہ سے اس کا ساتھ مانگ لوں۔ یہ ممکن ہی نہیں..... جس طرح زمین و آسمان مل نہیں سکتے اسی طرح مدثر اور میرا لہجہ نا ممکن ہے۔“ وہ شدید ترین غم و غصے میں مبتلا ہونے لگیں۔

”معاف کرنا اچھی بات ہے درگزر کرنا زندگی کو بڑھ سکون کرتا ہے آپ ایک بار ان کو معاف کر کے تو دیکھیں ماما۔“ اس کے بھاری لہجے میں التجا تھی جب سے منور صاحب کی زبانی باپ کی مظلومیت کا پتا چلا تھا تب سے ہی دل میں بھرا ان کے خلاف غصہ، عناد و شکوے دھیرے دھیرے کم ہونے لگے تھے۔

”اسے معاف کر دوں..... اس کے لیے دوبارہ تعلق جوڑ لوں؟“

”آپ کا ان سے تعلق جڑا ہوا ہے آپ ان کی شریک حیات ہیں۔“

”یہ تعلق محض کاغذوں میں جڑا ہوا ہے دل سے سالوں پہلے ٹوٹ چکا ہے اور یہ تعلق بھی آپ کی اور مائدہ کی وجہ سے قائم ہے تاکہ کوئی آپ دونوں کی طرف انگلی نہ اٹھائے کوئی یہ نہیں کہے کہ ان بچوں کی ماں طلاق پا رہی ہے۔“

”مائدہ کہاں ہے؟“ ماں کو پتھر کی طرح اٹل دیکھ کر اس نے موضوع بدلتا ہی بہتر جانا ورنہ ان کی خطلی کا بھی اندیشہ تھا۔

”اپنے روم میں سونے چلی گئی ہے۔“

”اتنی جلدی ابھی تو ڈنکا ٹانگ بھی نہیں ہوا۔“

”سر میں درد ہو رہا تھا ٹیبلٹ کھا کر لیٹی ہوگی۔“



دل چلنے کے اسباب ہوا کرتے ہیں

بعض چہرے بڑے نایاب ہوا کرتے ہیں

نیند سے جن کی غمی رہتی ہے ہر شب یارو

ان کی جھولی میں کئی خواب ہوا کرتے ہیں

رات اسے دیر سے نیند آئی تھی ذہن کی اسکرین پر بار بار وہی مناظر رواں تھے لڑکوں کا کار کو روکنا اس سے تکرار کرنا انشراح کا کار سے نکلنا اور لڑکے کا اس کی کپڑی پر پستول رکھنا ساری رات یہی سب ذہن میں چلتا رہا تھا خاص طور پر اس کے چہرے کی سوچن اور ہونٹوں سے نکلنے خون کے قطرے ذہن پر فریز ہو کر رہ گئے تھے۔ باہر کو رات ہی ساری بات بتا دی تھی۔

”تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی ناں؟“ اس نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔
 ”نہیں... وہ خاصی انجڑ ہو گئی ہے میں نے اسے کبھی ہاتھ مارا ہے نہیں لکنا وہ مجھ پر بھی نکل آئی تھی۔“
 ”لڑکیاں جب ڈرتی ہیں تو بلا سوجے کچھ فیصلے کرتی ہیں جن میں سراسر نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے اپنی دے تم
 انشراح کو کمر تک چھوڑ کر آئے تھے آئی من گھر کے اندر گئے تھے؟“
 ”نہیں میں نے اسے گیٹ کے پاس ہی ڈراپ کر دیا تھا۔“

”اگر وہ اپنی نالی کی نیچر کی نہیں ہے تو ان کو نہیں بتائے گی۔“ باہر سے بات ہونے کے بعد بھی کئی گھنٹوں تک وہ جاگتا رہا اور بہت جلد ہی بیدار ہو گیا تھا۔ کچھ کھلتے ہی خیال آیا کہ وہ کیسی ہوگی؟ اس نے کال کرنے کے لیے فون سائیڈ ٹیبل سے اٹھا یا تھا تاہم دیکھا تو بالکی کی صبح نمودار ہو رہی تھی اس نے کھڑکی کھول کر باہر دیکھا۔

ماحول پر بخشی اندھیرے کا راج تھا دوسرے اذان کی بُر نواؤں کا آواز سن رہی تھیں اور وہ بے خود سنا سنا چلا گیا، سکون ہی سکون تھا وہ جب نماز کے لیے بیٹھا یا تو پہلے سے موجود رحمت بابا اور یوسف صاحب سے دعائیں پکڑیں اور ایک طرف بند آنکھوں کو کھولنے کی سعی میں جھٹلا رہا یہ کو دیکھ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

”آنکھیں کھول کر چلو گر جاؤ گے۔“ وہ قریب آ کر گویا ہوا۔

”ہاں بھائی میں ہی غلط ہوں باباجی کے یہاں رہتے ہوئے مجھے تو اپنی روٹیں چھینج کرنی پڑے گی ورنہ میرا حشر نشر ہو جائے گا۔“ وہ بڑبڑاتا ہوا چلنے لگا۔



رضوانہ نے بیٹی کے ساتھ مل کر سودہ کے خلاف عمرانہ کے کان خوب بھردیے تھے وہ جانتی تھیں عمرانہ ہر جھوٹ کو بچ مانے گی اور وہ ہر تحقیق کے نہ صرف سودہ کی درگت بنا ڈالے گی بلکہ زید کو بھی اُسے ہاتھوں سے لے گی اور پھر سودہ کو قلع کے مطابق ہوا تھا عمرانہ نے سودہ کی ایسی مار لگائی تھی کہ وہ کئی ہفتوں تک بستر سے نہ اٹھ سکتی تھی اور زید کو بھی خوب سنائی تھیں۔ اس قصہ کو بھی گزرے دو ماہ گزر گئے تھے سودہ کی منگنی پیارے میاں سے کل ہی ہوئی تھی بڑی سادہ سی تقریب تھی

کردیں اس دور میں اچھے رشتے ملتے ہی کہاں ہیں زید کے راضی ہوتے ہی میں سیدھی بارات ہی لے کر آؤں گی یہ میرا وعدہ ہے۔“ وہ بہن کا ہاتھ پکڑ کر یقین دلانے والے لہجے میں بولیں۔
”یہ میں کس طرح کروں گی؟ بڑی بیٹی رہ جائے اور چھوٹی کی مکھی ہو جائے تو لوگ طعنے دے دے کر مار دیتے ہیں۔“

”اب وقت بدل گیا ہے چھوٹی کی کر دیا بڑی کی کچھ نہیں ہوتا۔“
”آپ مجھے کب تک زید کو راضی کرنے کے چکر میں لٹکا کر رکھیں گی؟ مجھے معلوم ہے وہ نہیں مانے گا اس رات میرے منہ پر پتھر نہارتے ہوئے انہوں نے یہی کہا تھا کہ اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ میں دنیا کی آخری لڑکی ہوں تب بھی وہ مجھ پر قہو کن پل بند نہیں کریں گے۔“ اس کے طنز یہ لہجے میں ایک دم درد منٹ آیا تھا۔
”دل پر مت لیں اس کی بات غصے میں بول دیا ہوگا۔“ عمر اندے نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”تمہاری محبت دیکھ کر ہی تو میرا دل مردہ کی کسی دوسرے شخص سے شادی کرنے پر راضی نہیں ہوتا پھر اس رشتے سے ہم بہنوں میں بھی یکا دکھ اور محبت جڑی رہے گی ورنہ پھر کہاں ایسی محبت روتی ہے۔“



تیری خاموشی کے سمندر میں ڈوب جانے کو مئی چاہتا ہے

دیکھ کر بے درخی تیری سر جانے کو مئی چاہتا ہے

تو کیا جانے راہ الفت کے ایم

سر لیا الفت بن کر تیرے بدل میں اتر جانے کو دل چاہتا ہے

بہت کرتے ہو وفاؤں کی باتیں تم

تیری وفا کو اب سر عام آ زمانے کو دل چاہتا ہے

”تم نے ماسی کو کیوں نہیں بتایا رات والے واقعے کا؟“ آج اس نے یونیورسٹی سے چھٹی کی تھی جہاں آ رہا تھا چپکے کرتے نہیں تو بالی نے پوچھا۔

”نالو کی عادت تم جانتی ہو بھول کا ذکر آتی ہے ان کو اپنی پرانی روش پر لوٹ جانا ہے اور وہ بے بسی وہ گاہے لگا ہے بھول کو اوبہا کر دولت لوٹنے کے گردوں سے چھٹا کا گاہ کرتی ہیں ایسے میں وہ ساری حقیقت جان لیں تو مظلوم کیا کر سکتی ہیں۔“ وہ جمیدگی سے گویا ہوئی تو بالی نے افسردگی سے کہا۔

”مجھ میں نہیں آتا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ماسی کو پیسے سے محبت کیوں ہے؟“

”پیسے سے محبت انسان کو انسانیت سے گرا دیتی ہے اور جب کوئی انسان گر جاتا ہے تو مگر ہی ہوتی حرکتیں ہی کرتا ہے نہ اس اپنی عزت کا خیال ہوتا ہے نالو کا بھی یہی حال ہے۔“

”رات کے واقعے کا ایک حد تک مجھے دکھ ہے تو خوشی بھی ہے۔“ بالی اس کے سر ہانے بیٹھ کر بالوں میں مساج کرتی ہوئی بولی۔

”دکھ کا تو سمجھا تا ہے یہ خوشی والی بات کچھ نہیں آتی مجھے۔“ بالی کے روئی کے گالوں کی مانند ہاتھوں میں ایک سحر چمکا تھا وہ ہولے ہولے لگھکیوں کو ایک خاص انداز میں حرکت دیتی ہوئی سر کے ہر گوشے کو سکون بخشتی تھی انشراح بھی اس کے سر میں ڈوبتی ہوئی نیند کی آغوش میں جا سنے لگی تھی۔

”تم اپنی چال میں کامیاب ہونے جا رہی ہو وہ تمہارے چال میں بہت جلد چھٹنے والا ہے دیکھو ناں جو کل تک

تمہارا ایک حریف تھا تمہاری اچھائیوں میں برائی ڈھونڈ کر آتا تھا آج وہ تمہارے لیے ان بد محاشوں سے لڑ پڑا کتنا خیال کیا اس نے تمہارا اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی ورنہ وہ شخص اتنا سنگ دل و کھور ہے کہ تمہیں ہوٹل میں ابولہان دیکھ کر بھی چلا گیا تھا اب اتنی معمولی سی چوٹ پر اس کا بالکل ہن بہت معنی رکھتا ہے۔“

”تم دیکھتی جاؤ ابھی میں اس کا شکر کیا کروں گی۔“

جب ہی عاصمہ کی کال آ گئی وہ بہت پریشان ہو رہی تھی جامعہ جانے پر نونفل اور بابر کی زبانی اسے حقیقت حال کا پتا چلا تھا۔

”میرا دل کدہا ہے میں اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں مگر تمہاری مانی سے خوف آتا ہے کل ہی انہوں نے بڑی مشکل سے اجازت دی تھی آج تو وہ مجھے گیٹ کے اندر بھی قد نہیں رکھنے دیں گی۔“

”میں ٹھیک ہوں یا نہ بہت معمولی سی چوٹ تھی اب خاصی بہتر ہے۔“ اس نے اسے تسلی دی ساتھ عاصمہ کے کہنے پر وہ اس کا ٹپ پر ہیڈ یو کال پر آ گئی تھیں بالی ایک طرف ہو گئی۔

”خاک ٹھیک ہو میں پر ابھی بھی سوچ رہی ہوں اور زخم صاف دکھائی دے رہا ہے کیا مارا ہے اس ظالم نے اللہ کرے اس کے ہی ہاتھ ٹوٹ جائیں مگر مجھے بھگت نہیں کا بیڑہ عرق ہواں گا۔“

”ارے..... بس بھی کرو کیا بڑھی کھوسٹ عورتوں کی طرح بد دعائیں دے رہی ہو جو ہوتا تھا وہ ہو گیا ویسے بھی میرے ساتھ کوئی نہ کوئی ٹر پٹھری ہوتی ہی رہتی ہے اس بابر یہ چوٹ ہی تھی۔“ وہ بے فکری سے مسکرائی۔

”نونفل بھائی بہت فطنی فعل کر رہے ہیں کہ یہ سب ان کی وجہ سے ہوا..... اگر وہ نہ روکتے تو ایسا نہیں ہوتا کاررو کئے کا فیصلہ ان کا بہت غلط ثابت ہوا۔“ عاصمہ بولی۔

”تم کیوں نونفل کی ترجمانی بنی ہوئی ہو یہ خود ایک سیو ز کرے گا۔“ بابر نے کہتے ہوئے عاصمہ کو دور کیا پھر اس کی خیریت معلوم کرتا ہوا خود بھی دور ہٹ گیا اب سامنے مسکریں پر نونفل تھا اس کے چہرے پر بے حد ہنسی کی گھی چند لمحوں تک وہ نگاہیں جھکائے کھڑا رہا شاید لفظوں کو ترتیب دے رہا تھا۔

”کیسی ہو تم..... آئی مین آپ کیسی ہیں؟“ اس کے گڑبڑانے پر اس کے ساتھ ساتھ بالی نے بھی اپنی مسکراہٹ بشکل ضبط کی بالی سائٹ میں بیٹھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

”ایم فائون آپ مجھے تم کہہ کر ہی مخاطب کریں کی کوئی مجھے معلوم ہے آپ کپڑا کیوں سے بات کرنے کی تیز نہیں ہے آئی مین عادت نہیں ہے ڈونٹ مائنڈ۔“ بالی کو بھی دہانی مشکل ہو گئی۔

”لیس..... آف کورس مجھے لڑکیوں سے بات کرنے کی تیز ہے نہ عادت لیکن کچھ کام مجبوری میں بھی کرنے پڑتے ہیں اور مجبور کو نہ کرتا ہے ہمیں ہمارا ضمیر اس کے دباؤ میں آ کر میں تمہاری خیریت معلوم کرنا چاہ رہا ہوں۔“ اس کا لہجہ نارمل تھا مگر وہ لفظوں کو جما جما کر ادا کر رہا تھا اس کے لہجے میں کچھ ایسا وقار و کمکت تھی کہ وہ فوراً ہی کوئی جواب نہ دے سکی تھی بالی کی ہنسی کو بھی گویا بیک لگ گئے تھے۔

”جی..... میں بالکل خیریت سے ہوں۔“ وہ مسکرائی۔ ساتھ ہی اس کا ٹپ لاگ آؤٹ کر دیا تھا۔



”یہ پیارے میاں تو بہت ہی لٹو ہیں تم پر اور ان سے زیادہ تمہاری ساس جو ہر دوسرے دن بھاگے بھاگے چلا آتے ہیں۔“ بوا کی زبانی ان کی آمد کی خبر سن کر مائدہ طعنا گویا ہوئی۔

”ایک میری مدد ان لاء ہیں ان کو بیٹے کی خوشی کا ہی احساس نہیں..... دو ماہ ہو گئے ہیں پر پوزل ایکسپٹ کیے

ہوئے مجال ہے جو ایک فون ہی کر لیا ہوا تھا کہ پوزیو اور سیلفش لوگ ہیں وہ جدید کی داد دی بھی ایک بار آ کرہ گئیں اور یہاں مٹھنی کا ٹھنڈن ہوئے ہیں جن میں سے چار دن دھا چکے ہیں۔“

یہاں ہی کا تھوڑا سا کھانا کھا کر وہ اپنے گھر پہنچا۔ وہاں اس نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ وہ کس طرح اپنے گھر پہنچا۔ دوستوں نے اس کی تعریف کی اور اسے بہت تعجب سے دیکھا۔ اس نے کہا کہ وہ تو جیسی ہی ہر دوسرے دن ان کا آنا دوسرے دن سے قبل آج بھی بنیم فون کر کے ناشتے اور پھر کھانے کی فرمائش کرتی تھیں اور صرف اس پر ہی اکتفا نہیں تھا دوسرے دن کے لیے کھانا بندھا کر بھی لے جاتی تھیں صوفیہ اعتراض کے باوجود صبر سے کام لے رہی تھیں پھر زمر داور منور نے سختی سے منہ بند کرنے کی بھی ہدایت دے دی تھی۔

”بٹا اچھی آ پاتھیں دیکھنے کے لیے بے قرار ہو رہی ہیں اس لیے بلاری ہیں۔“ اطلاع کے بعد اب بڑا اس کے بلانے چلی آئی تھیں۔

”انجمنی آ پاپا ایللہ اللہ عمر میں آپ سے دس بارہ سال چھوٹی تھی ہوں گی اور آپ انہیں آپا کہہ رہی ہو۔“ مائدہ ہنستی ہوئی گویا ہوئی۔

”ارے..... میں ہی کیا بیٹا! ان کو تو چھوٹے بڑے سب ہی آپا کہتے ہیں سنتے سنتے میرے منہ پر بھی آپا چڑھ گیا۔“

”جاؤ نہ جلدی کرو کیوں ہر پارہی ہوا میں بیٹھے کو جا کر اپنے پیارے پیارے نازک سے ہاتھوں سے ان کو لقمے بنا کر کھلاؤ۔“ اس کے لہجے میں حسد و جلن صاف محسوس ہو رہا تھا وہ کچھ کہے بنا بڑا کے ساتھ کر کے سے نکل آئی اس کے منہ لگنا فضول تھا۔

”مائدہ نبی نے اب تم سے جلتا شروع کر دیا ہے سسرال والے ان کو پلٹ کر جو نہیں پوچھتے، حسد وہ تم سے کرنے لگی ہیں۔“

”چھوڑیں بوالہسی باتیں مت کیا کریں اچھا نہیں لگتا مجھے“

”خوش رہو بیٹا تم لو اپنے دشمنوں کے لیے بھی برائیاں نہیں سوچ سکتی۔“ ڈورائنگ روم میں سب موجود تھے وہ جھپکتے ہوئے اندر سلام کرتی داخل ہوئی اچھی تاپا نے اٹھ کر اس کی پشانی چومی گلے لگایا اور ہاتھ پکڑ کر قریب ہی بیٹھا تے ہوئے گویا ہوئیں۔

”میری تمنا ہوتی ہے کہ میں آج ہی تمہیں دیکھوں تمہارا یہ پیارے سا کھڑا ہر وقت میری نگاہوں میں بسا رہتا ہے میں روز دن گمن گن کر گزارتی ہوں کہ کب یہ روپ کی لٹکے میرے آئینے میں خوشبو بکھرے گی۔“ انہوں نے اسی صوفے پر اسے بٹھایا تھا جس پر پیارے مہیا بیٹھے تھے ان کی یہ شوق نگاہوں کی توجہ وہ محسوس کر رہی تھی۔

”اماں میرے دل کی ترجمانی کر رہی ہیں۔“ وہ چمک کر سرگوشی میں بولا۔

”چند ہفتے رہ گئے ہیں سودہ کو دلہن بن کر آپ کے گھر آنے میں۔“

”اف..... یہ چند ہفتے نہیں..... صدیاں ہیں صدیاں جو گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہے۔“ اس نے پھر خوشی کی۔

”بھائی سودہ میری بچی ہے جنم کے لیے خوار مت ہونا معمولی سا سامان ہونا چاہیے اللہ کا دیا سب ہے میرے گھر میں میری طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی ذیما ع نہیں ہے۔“ ان کے لہجے میں سچائی۔

”جو اس کا نصیب ہو گا وہ لے جائے گی یہاں نہ تم انکار کر سکتی ہو نہ ہم اصرار“ منور صاحب نے مروت بھرے لہجے میں کہا۔

عبرت کا لہجہ

طلعت نظامی

ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر

لوگ کیوں بس کے اجڑ جاتے ہیں کبھی سوچا ہے
کس لیے جاں سے گزر جاتے ہیں کبھی سوچا ہے
جو نظر آتے ہیں آئینہ سی پوشاکوں میں
وہ بھی مٹی میں اتر جاتے ہیں کبھی سوچا ہے

ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر

ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر

ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر



سرگوشی پر وہ خاموشی سے چھوٹی بیٹی کا اسکول پر اجیکٹ مکمل کرنے میں اس کی مدد کرتی رہی دل کو عجیب سا لگا پر ہنسنے کا دھمکن آج تک کوئی ایسا دن نہ کر پایا تھا۔

”ہاں..... سوتو ہے پرائیڈ مین پر آ کر دھستے تو نہیں کرنا تا

”قنڈر کے فیصلے میں مجبورہ کرنے کی کیا بات اور مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ ہے کہ وہ ان کے لیے اچھے ہی فیصلے کرے گا آپ فکر مند نہ ہوں۔“ چند سالہ نال انہیں بہت بڑی دکھائی دے رہی تھی۔

کی کون سی منزلتیں ملے کر رہی تھیں اپنی مقصود بچپن سے
سے کوئی پریشانی نہیں تھی انہوں نے پیشاں کو اس قدر تابعدار اور
لگجھی ہوئی تھیں کہ لگتا ہی نہ تھا کہ مگر میں کسی فرد کا وجود بھی
ہے اسکول کے ساتھ ساتھ مگر کے کام میں بھی ہاتھ بٹاتیں
تینوں بچپن کو پالتے ہوئے روشنائے کو کمان ہی نہ تھا کہ اس
نے بچے پالے ہیں۔ وقت بہت سہولت سے گزارنا چلا گیا
بچے مگر میں جہاں روشنائے خوش اور مطمئن تھی وہاں پانچ
بیٹوں کی ماں گزارا اس سے زیادہ مسرور و کمالیہ رہتیں۔

تو خود بینشیں کا دوسرا نام ہیں تربیت کرو گھر داری سکھاؤ اور بڑھنے لگنے بجو تو ہر اہم بدل دھڑکے جب تک بڑھ کر وہاں نہ آ جائیں دل سوٹھے پتے کی طرح کانپے گھر پر بھی کہیں اکیلا چھوڑ کر نہ جا پاؤ پھر شادی بیاہ کی گھروں میں غرق رہو۔“

”بے شک..... بے شک بس اللہ ہی رکھولا ہے ان کا بھی۔“ اب بھی ان کی ہر بات میں ہو کر اور سو سے تھے۔
روشنانے منہ کھول کر کوئی سخت بات نہیں کہہ سکی تھی۔
سرال میں ان کے علاوہ اور تھا ہی کون سا سر تو وفات
پا چکے تھے اس کی دھند میں اور شیراز ایک ہی بھائی تھے چھوٹی
نند لکھان میں بچپائی گئی تھی بڑی ننھا اپنے دونوں بہن بھائی
سے عمر میں کافی بڑی تھی کسی اس کے فوت ہونے کے بعد
شیراز اور چھوٹی بہن کو ماں بن کر پالنا تھا اسی لیے اپنے انداز
و اطوار سے بھی ساس جیسے حاکمانہ پن کا اظہار کرتی تھیں جو منہ
میں آتا بولتیں شیراز تو عادی تھا ہی اس طرز عمل کا آہستہ
آہستہ روشنانے بھی یہ سب سہنے کی عادی ہو گئی تھیں مگر

”میسرک کہاتے ہی بچوں کے رشتے تلاش کرنا شروع کر دیا عمر و سلتے ہی اچھے رشتے ملنا بند ہو جاتے ہیں۔ مہر تہار ہی بڑی بیٹی ہے بھی کچھ قبول صورت ایسے میں ہے کہ کمر چلدا از جلد کرو یا بتی عقل مندی ہے۔“ ان کی

دروازہ کھولا تو سامنے قلعی کی چپیاں کھڑی نظر آئیں جو شاید ان کی باتوں کے طوفان کی زد میں آ چکی تھیں اور اب گھبرا کر ایک دوسرے سے سر جوڑے کھڑی تھیں نگاہیں تو فرش سے جا لگی تھیں۔

”نہاں تو قیلو فرمائیں گی اب مغرب تلک اپنی اپنی نیندیں پوری کریں گی لڑکیوں کو لگام ڈالے تو کون بس اپنے آرام سے غرض ہوگا ایسے نہیں باشت باشت کی لڑکیں اغوا ہو جاتی ہیں اور مائیں بعد میں ایسا داویلا عیانی ہیں کہ میڈیا تک گھر آ جاتا ہے۔“

”اللہ کی پناہ زبان ہے کہ چھری کی دھار“ اس نے تاسف سے معصوم بچپوں کو دیکھا جو ان کے غمغص و غضب کا نشانہ بنی ہوئی تھیں۔

”قلی میں اس قدر شور مچا رہی ہیں کہ مردے بھی قبر سے اٹھ کھڑے ہوں پر ماؤں کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگ رہی کہ جوانی کی دہلیز پر کھڑی لڑکیوں کو اندر کریں پتہ بھی ہے کیسی کیسی نظروں والے لوٹنے لپاڑے پھرتے رہتے ہیں کہ اندر تک تاؤ لیں پر ماؤں کو اپنے آرام سے غرض ہے صرف بھلے سے کچھ بھی ہو جائے خیر ماؤں نے بھی جان بوجھ کر چھوٹ دے رکھی ہوئی ہے کہ کھیلتے کھیلتے اپنے لیے پر بھی تاؤ لیں گی اچھے رشتے کے لیے جوتیاں نہیں گھسیاؤ بڑے گی۔“

”آہا.....“ اس نے مجبوری میں انہیں پکارا کہ کچھ ان کی زبان کو پر یک لگ جائے۔ ”عاطف کو ذرا مغرب کے بعد بھیجے گا بجلی کا کچھ کام کرنا ہے بڑی مہربانی ہوگی شیراز تو صبح کے گئے رات کو لوٹتے ہیں زائد کام کرنے کی فرصت ہی نہیں آئیں۔“

”کیا کام کرنا ہے؟“ انہوں نے وہیں سے تفتیش کی۔

”ذرا سمجھو اور سوچ کا کام ہے اسے کام آتا ہے ذرا دیکھ لے گا تم لوگ جاؤ بچپوں شام ہونے کو ہے ذرا کم لکھا کرو باہر۔“ اس نے ان کا دھیان پٹا دیکھتے ہی ان لوگوں کو اشارہ کیا وہ فوراً نو دو گیارہ ہو گئیں گلناز بھابی نے گھروں

کے اندر جاتا دیکھ کر بھی انہیں تاڑا۔

”اللہ کا غضب ایسے اچھل اچھل کر کھیل رہی تھیں کہ کیا بتاؤں اور وہ شہلا کی بیٹی تو ایسے تھل تھل کرتے وجود کی مالک ہے کہ اچھلتے ہوئے دھڑکی دال جائے اور تو اور.....“

”آپا چو لے بے دال چڑھی ہے جلنے کی بو آ رہی ہے آپ عاطف کو ضرور بھیج دیجئے گا۔“ اس نے جان بوجھ کر جھوٹ بول کر دھڑ سے گیٹ بند کر لیا کوئی خاص کام اسے نہیں تھا بس بچپوں کی جان خلاصی کرانی تھی پر یہ حکمت عملی اسے ہی بھاری پڑ گئی مغرب کے بعد عاطف صاحب ہی تشریف نہیں لائے بلکہ ساتھ وہ بھی تھیں ہاتھ میں کھیر کا ڈونگا لیے اس کا دل سر پیٹ لینے کو چاہا۔

”لو..... رکھو شیر کی کھیر بہت پسند ہے فرق میں ٹھنڈی کر لو چلو بھئی عاطف جلدی جلدی کام نمٹاؤ ابھی تم نے کھانا بھی نہیں کھایا۔“ ان کا انداز عجیب سا تسبیہ لیے ہوئے تھا اسے کچھ اچھا محسوس نہ ہوا اس تیس بائیس سالہ لڑکے سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔

”کھانا نہیں کھا کر آئے بیٹا تم پہلے کھانا کھا لیتے پھر آ جاتے چلو ایسا کرو میں کھانا نکال کر لاتی ہوں تم کھا لو کام تو ہوتے رہیں گے جب تک میں آپا کو اپنے کاشن کے نئے سوٹ دکھانی ہوں۔“

”نہیں..... نہیں اس نے آج کڑھی پہنائی ہے ابھی جا کر کھالے گا تم جلدی جلدی کام کراؤ کہیں لایٹ ہی نہ چلی جائے۔“ عجیب ہی انداز تھا ان کا۔

”اور یہ تمہاری منال کہاں ہے نظر نہیں آ رہی؟“ انہوں نے دونوں کمروں میں تاڑا تو وہ کچھ کچھ سمجھ گئی۔

”وہ کوچنگ گئی ہے بس آئی ہی ہوگی اصل میں سر دیوں کی ٹائمنگ ہی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ اندھیرا جلد چھا جاتا ہے۔“ اس کا دل چاہا ایک کھٹنے بعد جانے والی لایٹ ابھی چلی جائے تاکہ ان کے بیٹے سے جان چھوٹے۔

”آئے..... کیلی آئے گی تم ہی چلی جاتی اسے لینے لیکن تم کہاں پر دے میں رہنے والی عورت بیٹی بھلے سے بے پردہ بے تحفظ ہوتی ہو۔“

”اس کی اکیڑی میں محلے کی لڑکیوں کا ایک پورا گروپ جاتا ہے بچیاں گپ شپ کرتی پیدل ہی فاصلہ طے کرتی ہیں اس لیے بھی چھوڑ دیتی ہوں کہ اعتماد بحال رہے ورنہ ایسی بات نہیں کہ میں نظر نہیں رکھتی۔“

”یہ بھی خوب کہی آج کل یہ گروپ کی لڑکیاں ہی تو بگاڑتی ہیں سیدھی سادی لڑکیوں کو جس کے بارے میں سنو لڑکے کے ساتھ ایک نیا فیئر چلاتی ہیں اب ان کے رنگین اور جٹ بٹے قصے سن کر دوسری لڑکیوں کے دل میں بھی تو ہلک جاتے گی ناں کہ کوئی ہمیں بھی چاہے کوئی ہمیں بھی پسند کرے۔“ اس نے انہیں دعوت دے کر اپنے پاؤں پر خودی دکھا دی ماری بھی عاطف کے سامنے اتنی بے باک گفتگو سن کر اس کی ہتھیلیوں میں پسینا آ گیا تھا۔

”ساری بچیاں اچھے اور سلجھے ہوئے خاندان کی ہیں۔ اللہ نہ کرے کسی معصوم بچی کے قدم بہکیں ہمیں اللہ سے بھلے کی امید رکھنی چاہیے اور بچیوں کی عفت و حیا کی دعا مانگنی چاہیے اتنی تشویش میں جھلا نہ ہوا کریں خیر سے آپ کے گھر بھی پانچ بھویں آئیں گی وہ بھی کسی نہ کسی کی بچیاں ہی ہوں گی۔“ اس کا لہجہ خود بخود زور شت ہو گیا۔

”ایسے نہیں آگے بند کر کے میں بھویں پیادہ لاؤں گی؟“

خوب جھان پچک کے حسب نسب دیکھ کر لاؤں گی جس کو میلی ہوا بھی چھو کر نہ گزری ہو۔“

”آج کل ایسی لڑکیاں ملنی مشکل ہیں آپا سب کی سب تعلیم و ملازمت کے سلسلے میں باہر نکلتی ہیں۔ قدم قدم پر مرد شیڈ پر ڈفسر اس سے واسطہ پڑتا ہے وہ سب کی سب بڑی ہوتی تھوڑی ہوتی ہیں سب ہی عزت دار گھرانے کی بچیاں ہوتی ہیں۔“ اس نے دو دو گ بات کی موڑ تو بھڑکی چکا تھا کیا خاک اپنا کوئی کام کرواتی، گلنازا آپا اگر طبیعت گدھر کر دیتی تھیں۔

”بھئی تھہرے لہجے میں نئے دور کا فخر بول رہا ہے میں ایسے خیال کی نہیں اللہ نہ کرے اس ملازمت کی ماری اور تعلیم کے چکر میں در در کی ٹھوک کھائی لڑکی کو بیاہوں کون سا میں نے ملازمت کرنا ہے بس عزت دار اور شرم و حیا والی ہو

”بھئی تھہرے لہجے میں نئے دور کا فخر بول رہا ہے میں ایسے خیال کی نہیں اللہ نہ کرے اس ملازمت کی ماری اور تعلیم کے چکر میں در در کی ٹھوک کھائی لڑکی کو بیاہوں کون سا میں نے ملازمت کرنا ہے بس عزت دار اور شرم و حیا والی ہو

”اس کی اکیڑی میں محلے کی لڑکیوں کا ایک پورا گروپ جاتا ہے بچیاں گپ شپ کرتی پیدل ہی فاصلہ طے کرتی ہیں اس لیے بھی چھوڑ دیتی ہوں کہ اعتماد بحال رہے ورنہ ایسی بات نہیں کہ میں نظر نہیں رکھتی۔“

”یہ بھی خوب کہی آج کل یہ گروپ کی لڑکیاں ہی تو بگاڑتی ہیں سیدھی سادی لڑکیوں کو جس کے بارے میں سنو لڑکے کے ساتھ ایک نیا فیئر چلاتی ہیں اب ان کے رنگین اور جٹ بٹے قصے سن کر دوسری لڑکیوں کے دل میں بھی تو ہلک جاتے گی ناں کہ کوئی ہمیں بھی چاہے کوئی ہمیں بھی پسند کرے۔“ اس نے انہیں دعوت دے کر اپنے پاؤں پر خودی دکھا دی ماری بھی عاطف کے سامنے اتنی بے باک گفتگو سن کر اس کی ہتھیلیوں میں پسینا آ گیا تھا۔

”ساری بچیاں اچھے اور سلجھے ہوئے خاندان کی ہیں۔ اللہ نہ کرے کسی معصوم بچی کے قدم بہکیں ہمیں اللہ سے بھلے کی امید رکھنی چاہیے اور بچیوں کی عفت و حیا کی دعا مانگنی چاہیے اتنی تشویش میں جھلا نہ ہوا کریں خیر سے آپ کے گھر بھی پانچ بھویں آئیں گی وہ بھی کسی نہ کسی کی بچیاں ہی ہوں گی۔“ اس کا لہجہ خود بخود زور شت ہو گیا۔

”ایسے نہیں آگے بند کر کے میں بھویں پیادہ لاؤں گی؟“

خوب جھان پچک کے حسب نسب دیکھ کر لاؤں گی جس کو میلی ہوا بھی چھو کر نہ گزری ہو۔“

”آج کل ایسی لڑکیاں ملنی مشکل ہیں آپا سب کی سب تعلیم و ملازمت کے سلسلے میں باہر نکلتی ہیں۔ قدم قدم پر مرد شیڈ پر ڈفسر اس سے واسطہ پڑتا ہے وہ سب کی سب بڑی ہوتی تھوڑی ہوتی ہیں سب ہی عزت دار گھرانے کی بچیاں ہوتی ہیں۔“ اس نے دو دو گ بات کی موڑ تو بھڑکی چکا تھا کیا خاک اپنا کوئی کام کرواتی، گلنازا آپا اگر طبیعت گدھر کر دیتی تھیں۔

”بھئی تھہرے لہجے میں نئے دور کا فخر بول رہا ہے میں ایسے خیال کی نہیں اللہ نہ کرے اس ملازمت کی ماری اور تعلیم کے چکر میں در در کی ٹھوک کھائی لڑکی کو بیاہوں کون سا میں نے ملازمت کرنا ہے بس عزت دار اور شرم و حیا والی ہو

وہ بھی ہر اسماں ہوگئی پر انہوں نے تسلی دی کہ شادی دو تین سالوں بعد ہوگی جب تک زید بھی انجیئرنگ مکمل کر لے۔
 ”یہ تو صرف منال کی بات ہے کاش میرے تین بیٹے ہوتے تو میں تمہاری تینوں بچیوں کو اسے آنگن میں اتار لیتی۔“ اللہ کے حضور تشکر سے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں یوں منال کی بات کی ہوگئی نازک کی ہم عمر بیٹی اب جھینپی جھینپی پھرنے لگی اللہ کی مہربانی پر یقین اور کامل ہو گیا کہ بیٹیاں عطا کرنے والا ان کا منتظر بھی ہے۔

پراہمک دن عجیب سا واقعہ ہو گیا کھلی میں شور کی آواز پر اس نے بھی گیٹ کھول کر دھکا تو لگا ہوں یہ یقین نہیں آیا گناہ آ پا کے دروازے پر پولیس کھڑی تھی وہ بک دک رہ گئی سوچا شاید محلے میں کسی کی پوچھ گچھ کے لیے کھڑی ہو پر انہوں نے تو ان کے دوسرے نمبر والے بیٹے بمشتر کو گرفت میں لیا ہوا تھا وہ جلدی سے گیٹ بند کر کے پاس آئی گناہ آ بارودی تھیں گفتگو سے پتہ چلا جو لڑکی اپنے آشنا سے ملنے کسی کے ساتھ جا رہی تھی وہ کوئی اور نہیں بمشتر تھا سوال یہ اٹھ رہا تھا اس نے اپنے دوست کے ذریعے اس کم عقل لڑکی کو کیوں بلوایا تھا جس میں دونوں کی ڈنڈھ ہوگئی۔

جس بدنامی کے قصے کو انہوں نے خوب چٹھا رہا لے کر سب کے سامنے بیان کیا تھا اسی قصے کا مرکزی کردار بمشتر تھا ان کے چہرے سے تو کسی نے جیسے ایک ایک قطرہ خون کا ٹپوڑ لیا تھا ان کا غرور و ریڑی میں مل رہا تھا۔ پولیس تحقیقات کے لیے لے جا رہی تھی یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ اس نے لڑکی کو بلیک میل کرنے کے لیے زہرات اور نقدی بھی بھروسے تھے اور اب کس مقصد کے لیے ساحل سمندر بلایا تھا نہیں پتا تھا۔

اس وقت کوئی اس رعزت میں جھلا عورت کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھتا تو تکبر کا تیجہ حرف بہ حرف سمجھ لیتا پورا خاندان سناٹے میں آگیا تھا سکندر بھائی (سندوئی) کے کاندھے جبک گئے تھے گناہ آ تو کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہی تھیں جیسے انہیں سکت ہو گیا ہو کچھ کہنے کی پوزیشن میں تھیں نہ کچھ سننے کی بس دروازے کو ٹٹکی

ٹٹک نہیں تھی تو کیا ہم رشتہ دار یوں اور تعلق سے محروم تھے یا بڑھے لکھے نہیں تھے اس دور کے مطابق بڑھکھ بھی لیا آج کل تو موبائل اور کمپیوٹر نہ ساری پڑھائیاں ہوتی ہیں۔ یہی کہہ دو کہ بی بی آج میں ہندوں کا کھانا تیار کرو تو شکل پہ اوس پڑ جاتی ہے اللہ کی پناہ آج مردوں نے کچن بھی سنبھال لیا۔“ وہ سب جتا کر بھی ٹھنڈی نہیں پڑیں۔
 ”اب شادی ہال کا کھانا لڑکیاں پکانے سے تو رہیں۔“
 بسمہ نے جل کر جواب دیا۔

”اے بی بی اپنے کچن کو سنبھالتے تو آج تک نہیں دیکھا جب دیکھو تمہاری ماں کھڑی رہتی ہے آج بسمہ کے لیے زنگر برگر بنے ہیں تو منال کے لیے چکن میکرونی تیار کرنی ہے۔ فلز کو فریج فرائز بہت پسند ہیں لاڈلیوں اور دلار یوں کو آلو کے تیلے لٹانا بھی تک نہیں سکھایا شادی ہال کا کھانا کیا پکاؤ گی۔“

”بسمہ تم سے چپ نہیں رہا جاتا۔“ روشانے کو کھانا بد مزہ سا لگنے لگا تھا۔ آس پاس کی بڑوں عورتوں بھی ان کی زبان کی کارکردگی دیکھ رہی تھیں۔

”مما..... پچھو پوچھو ہمیشہ کچھ نہ کچھ بولتی رہتی ہیں کبھی آج تک ہم سے پیار سے بات نہیں کی۔“ وہ منمنائی سب کے سامنے کچھ سکی سی بھی محسوس ہوتی تھی۔

”کوئی بات نہیں بڑی ہیں تم تو گویں کی بھلائی کے لیے ہی بولتی ہیں۔“ اے ہی سمجھا یا کہ بات نہ بھڑے۔

”اگرے چھوڑو تم کھاؤ چکن تگہ اور ریڑی کھر حڑے لے لے کر اور تعریفوں کے بل باندھو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے تمہیں ہدایت دینے کی اللہ بچائے آج کل کی لڑکیوں کی گڑ بھڑ زبان سے۔“

بات آئی گئی ہوئی لیکن روشانے کا دل ان سے بری طرح کھٹا ہو چکا تھا لیکن ان کا ذخیرہ نہ بدلا بس وہی زبان کے نیچے دو دھاری تلوار اپنا کمال دکھائی رہی۔ روشانے کے صبر اور اچھی تربیت کا صلیا اسلام کہ جن استانی صاحبہ سہو بچیوں کو قرآن کی تعلیم دلوا رہی تھی انہوں نے اپنے دین دار بیٹے کا رشتہ منال کے لیے بھیج دیا کتنے کم عمری کے شہتے پر

”آپا..... بیٹا بیٹی پیدا کرنا کمال نہیں کمال یہ ہے کہ آپ ان کی تربیت کیسی کر رہے ہیں۔ عیب دار اولاد والدین کے لیے موجب بدنامی ہیں خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی اس لیے دونوں کی اچھی تربیت بہت ضروری ہے لڑکے شرافت کی سند لے کر پیدا نہیں ہوتے نہ لڑکیاں ذلالت کا باعث بنتی ہیں۔“

”صحیح کہہ رہی ہو۔“ ان کا رعوت بھرا لہجہ عداوت میں ڈھل چکا تھا۔

”آپ کا خیال تھا بیٹوں کو گھنہائی یا گھرنائی کی ضرورت نہیں اسی خوش گمانی میں آپ کو اپنے ہی آئین میں اگی زہریلی جڑی بوٹیاں نظر نہیں آئیں۔“ دیسے بھی انسان کو دوسروں پر کڑی نظر رکھنے کے بجائے اپنے اعمال کو بہتر بنانے کی سعی کرنی چاہیے۔ اللہ مبشر کو اس ذلت سے چھٹکارا دے اور کاشف کو راہ راست پر آنے کی توفیق دے۔ باقی بچوں کو بھی آپ کے تحفظ اور غمرانی کی ضرورت ہے ان کے ہر قدم پر کڑی نگاہ رکھیں اور ادھر ادھر جانے کے بجائے ان کی ساسھی اور ہمدردی میں تاکہ وہ اپنی راہ سے جھٹکیں نہیں۔“ اس نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا یہ کڑوی گولی ان کے لیے ضروری تھی ورنہ انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے ہی وجود میں ماسور کے پینے میں کوئی کٹر نہیں چھوڑی تھی ادھر ادھر کی ٹوہ لینے کی عادت نے اپنی ہی خامیوں کی پردہ پوشی کر دی تھی۔

وہ بہت افسردہ سی سرانبات میں ہلا رہی تھیں۔ وقت نے اور ان کے طرز عمل نے بہت گہرا سبق انہیں سکھنے پہ مجبور کر دیا تھا اور دوسروں سے سبق نہیں سیکھتے وقت انہیں ٹھوکر لگا کر ہی بہت کچھ سکھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

(الحمد للہ مسلسل اشاعت کہ چالیس سال مکمل)



باندھے دیکھے جا رہی تھیں یہ خبر بڑے بیٹے تک انگنٹن بھی گئی کہ شاید وہ کسی مدد کو آئے پر اسی وقت یہ چلا اس نے وہاں کسی افریقین سے شادی کر رکھی ہے بیٹھنی کے چکر میں اور اب اس کے حکم کا غلام ہے وہ اسے آنے نہیں دے رہی۔ جھنگلوں کا سلسلہ ہے درے اعصاب کو جھنجھوڑ رہا تھا تکبر تو رتی برابر بھی قابل معافی نہیں۔ انہوں نے تو خود پسندی کا پہاڑ کھڑا کر لیا تھا۔ ایک ساتھ کئی گنا ہوں میں ملوث ہو گئی تھیں وہ۔ ادھر ادھر کی ٹوہ لینے کی عادت عیب جوئی کرنا تنہا باتوں سے جھگڑ چلی کرنا بیٹی ذات کو دو کوڑی کا سمجھنا ایک کاراز دوسرے کے آگے اگنا اپنے آپ کو اعلیٰ وارفع ہستی سمجھنا۔ یہ سارے گناہ تھے جو انہوں نے تکبر میں اپنے شانوں پر تنھے کی طرح سجانے چاہے تھے مگر یہ گناہوں کی پوٹ کی طرح ان کے بہر پر سوار ہو گئے تھے۔ اس دن روشانے ناشتہ لے کر آئی تو وہ ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگنے لگیں۔

”روشانے دونوں بیٹوں نے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا محلے والے زرخشتے دار سب حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں کوئی بھی غم ہانسنے کو نہیں آیا اور اگر کوئی بھولے سے آ بھی گیا تو ان کے انداز اور باتیں علی الاعلان تھے کہ جیسے مذاق اڑانے آئے ہوں“ کرید کرید کر تفتیش کر رہے ہیں۔“ ان کی آنکھوں سے آنسو اسی روانی سے بہہ رہے تھے جس شان سے کبھی وہ دوسروں کے زخم کر دیا کرتی تھیں۔ یہ مکافات عمل تھا ایسے شکستہ لمحے میں وہ انہیں کیا احساس دلاتی کہ محلے والے اور رشتے دار ضرور ان کے غم میں برابر کے شریک ہوتے اگر وہ اپنے تعلقات سب سے اچھی بنیادوں پر استوار رکھتیں۔ وہ تو دوسروں کو بے نقاب کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہ کرتی تھیں آج اللہ نے ان کا عیب زمانے بھر کی نگاہ میں افشا کر دیا تھا وہ کیا زخم ادھر جڑی کیا نہیں جاتی تھی کہ اس وقت پولس بشر کی کیا درگت بنارہی ہے۔ ایسے میں وہ غمگسار بن کر ان کی پشت پر بھی اچھیاں جنھیں حقارت سے وہ دیکھا کرتی تھیں ان کے گھر کے کام کاج نثر رہی تھیں۔

”یہ کیا کردی، ہوا اور انہیں کہاں لے کر جا رہی ہو؟“ وہ چپیل کی مانند اس کی جانب دیکھتا تھا۔
 ”وہ چھوٹی لی لی..... تیرے صاحب نے کہا تھا کہ کمرے کی صفائی کروں اور پرانی کتابیں اور سامان وغیرہ اسٹور روم میں رکھ دوں تو میرے لئے کچھ ہی ہے۔“

”یہ تمہیں روٹی کی سی بنے باکل ہو گئی ہو کیا؟ یہ کتابیں زبردست ہیں۔ ستارح حیات ہیں یہ میرے لیے اس کمرے میں رہی ہر جتنی چیز سے بڑھ کر جتنی ہیں۔ خیر دلنا سندھ بھول کر بھی انہیں ہاتھ مت لگانا تو میرے لیے مشکل راہ ہیں۔ میں ٹیگرا انہیں روٹی کے اسٹور روم میں چھینک دوں۔“ وہ بڑے پیار سے اپنی کتابوں کو اور اپنے پیارے آئل کو دوبارہ سے ریک میں سیٹ کرنے لگی ساتھ ساتھ کچھ بوڈیلیں بھی ملازمہ حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔

”نہو کے نہیں جاتی، مگر تمہارے پاس بھی پیڑھ کر کیا کروں گی۔ یہ کتاب بڑی کبھی ہوئیں ایسی ہی بول دیں کہ کتاب جاتی ہوں کیا ہو گیا ہے ہاں؟ ہر اچھے دوست میں باز تمہاری اس اچانک تبدیلی کی وجہ کیا ہے مجھے نہیں بتاؤ گی کیا؟“

”یوں تو ہے بھروسہ..... نہیں اچھا ہے لگا۔“ اس کے سوال کے جواب میں اس نے ہلنسا چل اس کی جانب بڑھایا۔

”میں اسے کیا کروں؟ ہنہہ میں اتنی بھڑے چیزوں سے شغف نہیں رکھتی سو رہی۔“

”ایک بار بڑھ کر تو دیکھ، جہیں اچھا لگا۔“

چکا ہوتا ہے، جنہیں تو ابھی وہ جانہ ڈال رہا ہے۔ تم مجھ سے پوچھتی ہو ناں یہ مجھ میں لڑنا بلاؤ کیوں آگیا آج میں تمہیں بتاؤں گی۔ عاشرہ یاد ہے؟ میں نے وہ عاشرہ جو رسالوں کی دہلیلی ہوا کھینچی تھی وہی عاشرہ جو ہر کسی کو کوئی ہونے دھانی دیتی تھی یہ نہ کہ فریخ نہیں ہے نہ وہ نہ کہ وہ سچ نہیں۔ لڑکوں سے دوستی مت کرو لڑکے بھی دوست نہیں ہوتے وہ ناخبر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

”یاد ہے بارہا بھی عاشرہ..... اسے بھلاؤ ناں بھول سکتا ہے مگر اس کا یہاں کیا ذکر؟“ اس نے کندھا دکھانے سے۔
”مجھ جانی ہو مجھے رسالہ وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ مجھے تو چمک لڑکیوں سے کہ وہ کیسی سنی دیریک رسالوں میں منہ کھسائے اور کدو سے غافل ہو جاتی ہیں۔ آخر ان رسالوں میں انہیں ملتا کیا ہے؟ علم تو مجھے جب ہوا جب میں نے اسے پڑھنا شروع کیا اور یہ عاشرہ ہی کی مہربانی تھی جو وہ بارہا میرے ہلاتے میں آتی تھی حالانکہ میں نے بارہا اس سے رکھائی برتی اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی مگر وہ بہت چالاک تھی لیکن خیر اچھا ہی تھا کہ وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔ اس کے مجھ سے پیچھا نہ چھڑانے نے ہی تو آج مجھے شاد رکھا ہوا ہے اس سے دوستی کے بعد میں نے یونہی شوق اس کے ڈائجسٹ پڑھنا شروع کر دیئے شوق پڑھتے پڑھتے مجھے ایک عادت کی پڑائی کی آچل پڑھنے کی اور ڈائجسٹ پڑھتے ہوئے مجھے علم ہوا کہ یہ رسالے وغیرہ ابویں کی چیز نہیں ہیں ان میں بہت ہی علم و حکمت کی باتیں ہوتی ہیں اس میں ہر خاتون کی شخصیت کے مطابق اسٹوریڈ رزم ہوتی ہے جاہے وہ طلبہ ہوں کہ ملو خاتون یا پھر کام کرنے والی خاتون ہر طبقے کی عورت کے لیے اس میں رہنمائی ہوتی ہے۔ مجھے آچل کا مطالعہ کر کے ہی علم ہوا تھا کہ ہم بیسی تا پچھتر لڑکیوں میں کیونکر بچھڑاؤ آتی ہے۔ جانتی ہو یا چلی ہی تو ہے جس نے مجھے دلدل میں کرنے سے بچایا ہے قدم قدم پر میری رہنمائی کی ہے۔ بہت سی دوسری لڑکیوں کی طرح میں بھی نوٹی کو بہت اچھا لڑکا سمجھتی تھی مجھے لگا تھا دوستی کے لیے اس سے اچھا انسان اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ محبت اور خیال کرنے والا تو تھا ہی ابویہ سے خوب صورت تھی تھا ہی کبھی چیزیں تو ہر لڑکی کو ہاتھ کرتی ہیں۔ میں بھی بہت متاثر تھی مجھے یہی شخصیت جیوں ساگی وہ بہت اچھا لگتا تھا۔ مجھے لگا تھا وہ ایک ایسا ساترین ہے جو دوسروں کو صرف سایہ دیتا ہے مگر یہ میری بھول گئی وہ تو ایک لکسی خادماں جھاڑی تھا کہ اس کے قریب سے گزرنے والا کسی ضرور ہوتا تھا۔ عاشرہ نے مجھے بارہا دکھا بارہا جھپٹا تھا کہ وہ اچھا انسان نہیں ہے مگر میں نہیں مانتی تھی مجھے لگا تھا وہ مجھ سے پیچھے ہے مگر وہ تو حقیقتاً مجھ سے پیچھے ہے۔ سچا جانتی تھی اس روز ہم یونیورسٹی سے لانگ ڈرائیو کے لیے نکلے تھے کہ کیا جاک نوٹی کو کوئی کام یاد آگیا تھا۔ کہاں جا رہے ہو؟ رسالہ کا مطالعہ کرتے کرتے میں رو پوں کو پہچاننے کی میری پٹھنی حس مزید تیز

ہوتی جا رہی تھی اس کے یوں گاڑی کا سر موڑ لینے پر میں ایک دم چونک کر بی گئی۔
”یار وہ والٹ گھر بھول آئے ہوں پہلے وہ لے لوں پھر چلتے ہیں کیا خیال ہے؟“ اس نے آگے کھینچ کر سر گھما کر لگائے ہوئے تھے اس لیے میں کچھ نہ کر سکی تھی کہ یہاں کی جگہ ہم دونوں اس کے گھر پہنچے تو مجھے عجیب سا لگا تھا کہ ہر باطل ویران تھا۔
”گھر میں کوئی نہیں ہے کیا؟“ گھر کو باطل ویران دیکھ کر میں کچھ پریشان ہی ہوئی تھی ڈائجسٹ میں پڑھی ہوئی اسٹوریٹ اور عاشرہ کی باتیں سچ لگنے لگی تھیں۔

”گھر میں کوئی نہیں ہے سوائے میری اس چڑیا کے۔“ اس کا لہجہ اور انداز نیکھت تبدیل ہوا تھا گاڑی کی جانی اور سر گھما کر شیل پر پھینک دیئے تھے جب سے والٹ بھی لکھل کہ پھینکا تو مجھے سب کچھ سمجھانے لگا تھا۔

اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کے گھر کی ملازمہ مسکرائی ہوئی آئی اور اس کے پہلو میں آکر بیٹھ گئی۔
”..... کیا بے ہوشی ہے نوٹی؟ اور تم گھر کی ملازمہ ہو کر لکسی فضل.....“

”نوم آن ڈیئر..... یہ تو معمولی سی بات ہے یہ تو روز کا معمول ہے اور پھر پڑنا ٹائل ہے پھر تو تمہارے ساتھ سے کی۔“ کیدنی سے ملازمہ لگا کھانے کھانے ہوئے میری جانب دیکھا تھا۔
”میرے تو اوصان خطا ہو گئے تھے پھر وہم تلے سے زمین نکل گئی تھی۔“ مجھے لگ رہا تھا کہ آج میری زندگی کا آخری دن ہے۔

”کیا بکواس کر رہے ہو؟ ہوش میں تو ہو تم.....؟“
”جہیں ٹرس کرنے تک تو ہوش میں ہی تھا ڈیئر..... مگر اب ہوش کھوئے لگا ہوں۔“ اس کی خواہش میں ہل آ کر ہونے لگی تھی مجھے کچھ بچھڑنے لگا تھا میں کیا کروں میں جلد بکھڑا ہوں سے نکلتا جا رہی تھی حالانکہ لکسی کوئی امید نظر نہیں آ رہی تھی کیا ایک میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا تھا یا شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس غیبی نشان سے بچانا چاہتا تھا۔

تھک اس وقت جب وہ اپنی ملازمہ کو مجھ پر کو ہاتھوں میں لے کر رشتہ لڑکیوں کی کوئی جانے والی عزت کو کمرے لے کر بیان کر رہا تھا تھک اسی لمحے میں نے ان دونوں کی نظر بچا کر اس کے والد کا کمرہ ڈال کر دیا۔ تھک کا ڈاکو اس کے والد کا کمرہ میرے موبائل میں فیکس تھا جو میں نے اس صورت میں حاصل کیا تھا کہ بعض اوقات اس کا کمرہ بند ملتا ہے تو پریشانی سے بچنے کے لیے اس کے والد سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں تو کسی کی طرف سے ہمارے کسی کی رہائش شب بھی سے مگر شاید اللہ کی مصلحت کی یہ بھی۔ جب مجھے گا کیری کی کال نہ ہو کر کسی کی ہے تو میں نے نوٹی کا راز میں بولنا شروع کر دیا۔ وہ وقت تھا جب میری عزت خفا کھینچی تھی میں برادری سو گئی تھی۔

”تم ایسا نہیں کر سکتے نومی..... میں..... میں انکل کو سب کچھ بتا دوں گی کہ تم لوگوں کو سب کر کے ان کی عزت کو تار تار کرتے ہو تم مجھے لینے کمر لے کر آئے ہو انی غلط نیت سے میں سب کچھ بتاؤں گی انکل کو سنا تم نے“ میں حواس باختہ سی ہوئی آواز میں بے تکے جیسے یوں شروع ہوئی گی تاکہ انکل تک میری آواز سانی پہنچ جائے۔

”بتانے کے قابل رہو گی تو بتاؤ گی ناں میری جان..... جو حال میں تمہارا کروں گا ناں وہ تمہاری زبان خود بخود بند کر دے گا کچھ دوا ہو گی تو ہوگی۔“ میری جانب بڑھتے ہوئے اس نے کمینگی سے کھینچ لی گی۔

”پلیز نومی! ہمیں اللہ کا واسطہ مجھے جانے دو دوست ہوں میں تمہاری پلیز کچھ تو خیال کرو۔“ اب کہیں نے ہاتھ باندھ کر اسے اللہ کا واسطہ دیا تھا۔

”میری ہر دوست بالکل ایسے ہی واسطہ دیتی ہے کچھ ہی دیر بعد اپنی عزت کے لئے کام کرتے ہوں کلو جی ہوئی اپنے گھر سدھار جاتی ہے ہمیشہ کے لیے اپنے گھر سے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتا اس کا موبائل بنگ اٹھا وہ ایک دم چونکا اور تیزی سے پلٹ کر اپنا موبائل اٹھایا اس دوران میری رسی ہوئی سائیس، جمال ہوئی تھیں۔

”وہ بڑا اس وقت پایا کا فون.....“ موبائل ہاتھ میں لیے وہ بڑبڑایا صدمہ شکر کہ مجھ پر اسے ایک فیصد بھی شک نہیں ہوا تھا۔ کال اٹھینے پر اس کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑنے لگی تھیں۔ فون بند کرتے ہی وہ ملازم کی جانب متوجہ ہوا۔ ”رضیہ اسے فوراً دوسرے کپٹ سے باہر نکالو پایا ہا پر کپٹ پر کپڑے ہیں اور تم.....“ اب وہ فوراً میری جانب آیا تھا۔ ”اگر تم نے کسی سے میرے بارے میں کچھ کہا تو درختنا مجھ سے برا کوئی کٹس ہوگا۔“

”کوئی کٹس تم..... میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی۔“ میں نے ہٹکاتے ہوئے کہا اور دل میں دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا اپنی عزت کے بچ جانے پر۔ اس ملازمہ سے پہلے میں تیزی سے باہر کی جانب بھاگی گی کیونکہ اتنا تو جانتی ہی میں کہ انکل اتنی جلدی پھر نہیں آ سکتے یہ صرف مجھے اس گھر سے نکالنے کی ایک ترکیب تھی۔ میں نے دس منٹ کا کافی صلوں سکینڈ میں طے کیا۔ اس سے قبل کہ نومی کپٹ کھولتا اور انکل کو نہ پا کر وہ پارے سے مجھے اسے عتاب کا نشانہ بناتا میں وہاں سے نکل جانا چاہتی ہی اس روز اللہ کی میرے ساتھ تھا کہ میں اس کے چکل سے نکل آئی گی۔ میں کٹس جاتی ہی میں کیسے گھر تک پہنچی مگر اللہ کا شکر ہے کہ میں اپنی عزت بچا کر اس خطا اور ہوس کے مارے انسان سے بچ گئی گی۔

آج کل کی بڑھی ہوئی ایک اسٹوری نے اس ایک لمحے میں مجھے رسک لینے کی ہمت دی اور میری عزت بچ گئی۔ سب پلیز تم بھی نومی کا پیچھا چھوڑ دو لڑکے اور لڑکیوں میں دوستی کا کوئی رشتہ

نہیں ہوتا اس کو کتنی جلدی کچھ لو اتنا ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔“ یہی سب سننے کے لیے تو میں نے اسے جتن کیے ہیں محترمہ..... ورنہ نومی اور کپٹ کا نومی۔“ اس کی باتوں سے جواب میں وہ سی قدر سر پر انریک ایک انداز میں گویا ہوئی۔

”کیا مطلب؟“ میں نے زنجب سے دیکھا۔ ”مطلب یہ ہے کہ تمہارے اس روز کے رسک نے باقی بہت سی لڑکیوں کی زندگی بھلی ہے اس روز انکل کو فون کر کے ایک طرح سے تم نے انعام دیا کیا تھا اور اسی انعام میں کا رول چھوڑ کر انکل نے اسے گھر سے نکل کر کے اس ملک سے باہر بیج دیا اور وہ جو کھٹیا عورت ان کی ملازمہ گی اس کو بھی نکال دیا تھا تم نے اور تمہارے آج کل نے اور تمہاری اس دوست عائشہ نے واقعی بہت سی دوسری لڑکیوں کو بچایا ہے۔“

”تو تم جو نومی کی رٹ لگاتے رہی تھی وہ سب کیا تھا؟“ وہ ابھی بھی حیران لگا۔ ”وہ سب صرف تمہیں اسکا نے کے لیے تھا ورنہ مجھے لڑکوں سے کیا سروکار۔“ اس نے بے نیازی سے کندھے اچکاتے اور میں آسو دی سے مسکرائی۔

”شبابی..... اب اچھے بچوں کی طرح اٹھو اور میرا کہنا مانو ایک کاغذ اور حکم لے کر آؤ۔“ گہرا سا اس خارج کرتے ہوئے میں ہی قند روشن ہوئی۔

”وہ کیوں؟“ ”کیونکہ میرے پیارے آج کل کی سالگرہ ہے مجھے دس بھی کرنا ہے اور آج کل کا شکر یہ بھی تو لیا کرنا ہے۔“

”ہاں.....! ان ڈائنٹس کی بھی سالگرہ ہوتی ہے کیا؟“ وہ استہزاء سے مسکرائی۔

”بالکل اور ہونی بھی چاہیے خراں سے اجڑا سے ہی تو ہم جیسے لڑکیوں کی زندگی سنو رہی ہے ہمیں تو قح معنوں میں انہیں ہی سکھ رہے کہنا چاہیے کیا خیال ہے؟“

”اچھا پھر مجھے بھی دو بیس کی تو بیسوں آ خراں میں ایسا کیا ہے اور ہاں میری طرف سے بھی دس کرونا۔“ اس کے ہاتھ سے چل جیتے ہوئے وہ کوا ہوئی اور وہب سے صوفے پر بیٹھ گئی جبکہ وہ بیٹن اور کاغذ سنبھالے ”آج کل“ کے نام گھر کی کاغذ لکھنے لگی گی۔

(الحمد لله مسلسل اشاعت کہ چالیس سال مکمل)



سنگریں ہمارے دل سے

نازیہ کنول نازی

سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے

سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے

سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے

اک پل میں اک صدی کا مزہ ہم سے پوچھیے
دو دن کی زندگی کا مزہ ہم سے پوچھیے
بھولے ہیں رفتہ رفتہ انہیں مدتوں میں ہم
قسطوں میں خود کشی کا مزہ ہم سے پوچھیے

سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے سنگریں ہمارے دل سے



(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

مریرہ کو ہوش آ جاتا ہے اور وہ زادیار کو پکارتی ہے تب زادیار اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی موجودگی کا احساس دلاتا ہے۔ عائلہ کچھ ضروری سامان خریدنے کی غرض سے مارکیٹ آئی تھی تب اس کی نظر سدید پر پڑ جاتی ہے عائلہ سدید کو مخاطب کرتی ہے سدید کے ساتھ کھڑی فاطمہ بنت اللہ یا خود کو اس کی بیوی کہتی سدید کے حوالے سے عائلہ سے پوچھتی اسے حیران کر جاتی ہے مریرہ اب بہتری کی طرف آرہی ہوتی ہے تب عمر اس سے ملنے آتا ہے اور مریرہ اس سے وعدہ لے کر شادی کی بات کرتی عمر کو ناراض کر جاتی ہے مریرہ اس کا اور ہوزان کا نکاح طے کر چکی ہوتی ہے۔ عائلہ مریرہ کو اس کی بیماری کے وقت زادیار کی بے چینی اور اس کی محسوساتی کے حوالے سے مانگی دعاؤں کا بتا کر اس کا دل زادیار کی طرف سے صاف کرتی ہے ایسے میں مریرہ زادیار سے ملنے کی خواہش ظاہر کرتی ہے۔ زادیار عائلہ سے مریرہ کی طبیعت کے حوالے سے پوچھتا ہے عائلہ اسے اطمینان دلاتی مریرہ سے ملنے کا کہتی اسے حیران کر جاتی ہے زادیار مریرہ سے معافی مانگ لیتا ہے عمر عباس کا ہوزان سے نکاح ہو جاتا ہے لیکن وہ ہوزان کو بیوی کا مقام نہیں دے پاتا عمر عباس ہوزان پر اپنا اور مریرہ رحمان کا تعلق واضح کر جاتا ہے، زادیار مریرہ سے عائلہ کو طلاق دینے اور شہر زاد سے شادی کی بات کرتے اسے ششدر کر جاتا ہے ایسے میں مریرہ اسے صمد حسن کے نقش قدم پر چلنے سے منع کرتی ہے جبکہ زادیار اسے قائل کرتے اپنے اور عائلہ کے رشتے کے بارے میں بتاتا ہے جو ایک پیچیدہ مہرج ہوتی ہے مریرہ اس کی بات سن کر نیم رضا مند ہو جاتی ہے۔ عائلہ زادیار سے طلاق لینے سے انکاری ہوتی اسے سدید کی شادی کا بتا کر خود اذیتی کا شکار ہو جاتی ہے جبکہ زادیار اسے شہر زاد سے محبت کے بارے میں بتا کر مزید پریشان کر دیتا ہے۔ دوسری طرف مریرہ کو صیام کی خاموشی محبت کی خبر ہو جاتی ہے اور اسی حوالے سے صیام سے بات کرتی ہے صیام مریرہ کو گھر چلے حالات اور اپنی نوکری چھوڑ دینے والی بات سے بھی آگاہ کر دیتا ہے۔ زادیار شہر زاد کو رستخواران میں لے آتا ہے اور اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتا ہے کہ شہر زاد عبدالہادی کو دیکھ کر اس کے پیچھے چلی جاتی ہے تب زادیار پر شہر زاد کی محبت واضح ہو جاتی ہے اور وہ مایوس ہو کر عائلہ کے پاس لوٹ آتا ہے شہر زاد عبدالہادی کو عمر عباس سے ملوا دیتی ہے عمر عباس عبدالہادی کو شہر زاد کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ دوسری طرف سارا منیر دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں لیکن مرنے سے پہلے وہ بری اور سارین کا رشتہ طے کر جاتی ہیں جبکہ سارین کی شادی اس کے والد پاکستان میں زبردستی اپنے بزنس پارٹنر کی بیٹی سے کر دیتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)



پھرنے والے
 ملے جو ہوتو بتا کر جاؤ
 کہ کتنی شامیں
 ادا اس آنکھوں میں کاٹی ہیں
 کہ کتنی محسوس اکیلے پن میں گزرنی ہیں
 بتا کے جاؤ
 کہ کتنے سورج عذاب راتوں کو دکھانا ہے

کہ مہتاب سردراتوں کی دستوں سے نکالنے ہیں
 بتا کر جاؤ
 کہ چاند رات میں وقت کیسے گزارتا ہے
 خاموش لہجوں میں تم کو کتنا پکارتا ہے
 بتا کے جاؤ
 کہ کتنے موسم اک ایک کر کے جدائیوں میں گزارنے ہیں
 بتا کے جاؤ
 کہ بچھڑیوں نے اکیلے پن کا سبب جو پوچھا
 کہ پچھلے موسم میں سائے سائے جوا جیسی تھا
 کہاں گیا ہے
 تو کیا کہوں گا؟
 بتا کے جاؤ
 میں کس سے تیرا گلہ کروں گا
 پچھڑ کے تجھ سے میں جب کسی سے ملا کروں گا
 بتا کے جاؤ
 کتا نکھہ بری تو کون موتی چتا کرے گا؟
 اداس لہجوں میں دل کی دھڑکن سنا کرے گا
 بتا کے جاؤ کہ موسموں کو پیغام دینے ہیں یا نہیں
 بتا کے جاؤ کہ کس پہ ہے اعتبار کرنا
 کہ کس کی باتوں پہ ہے بے نیازی کے سلسلے اختیار کرنا
 بتا کے جاؤ کہ اب رویوں کی چال کیا ہو
 جواب کیا ہو سوال کیا ہو؟
 عروج کیا ہو زوال کیا ہو
 نگاہ رخسار زلف چہرہ
 نڈھال کیا ہو بتا کے جاؤ
 کہ میری حالت پہ چاندنی ہلکھلا پڑی تو میں کیا کروں گا؟
 بتا کے جاؤ
 کہ میری صورت پہ تیرگی مسکرا پڑی تو میں کیا کروں گا
 بتا کے جاؤ کہ کتنا تم کو پکارتا ہے
 پچھڑ کے تجھ سے یہ وقت کیسے گزارتا ہے اجاڑتا ہے
 بتا کے جاؤ
 نکھارنا ہے بدن کو کیسے سنوارنا ہے

چلے جو ہو تو بتا کے جاؤ
کہ کوئی نا بھی ہے یا.....؟؟



”سارا منیر کا انتقال ہو گیا ہے۔“ وہ ناشتہ کر رہی تھی جب سنجیدہ سے زادیار نے ناشتے کی میز پر سب کو چونکا دیا۔

”یہ کیا کہہ رہے ہیں بھائی؟“ درمکون نے سب سے پہلے سوال کیا۔ باقی سب خاموشی سے اس کا منہ دیکھتے رہے۔

”سچ کہہ رہا ہوں، پچھلے ہفتے اچانک ڈنچہ ہو گئی ان کی۔“ اس کی آنکھیں بے حد سرخ اور نم تھیں جبکہ لہجہ از حد بوجھل۔

مریہ نے اپنا چائے کا کپ وہیں ٹیبل پر چھوڑ دیا۔
”تمہیں کس نے خبر دی؟“

”پرہیان نے، جس کی وجہ سے پاپا نے مجبوراً اس بد نصیب عورت کو اپنی زندگی میں شامل کیا تھا۔“

”میں یہ کہانی پہلے سے جانتی ہوں زئی، بہتر ہے تم پردہ رہنے دو۔“

”آپ کچھ نہیں جانتی ماما، اگر آپ سب سچ جانتی ہوتیں تو شاید آپ کے اور پاپا کے درمیان کبھی اتنی دوری نہ آتی۔“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو تمہاری ماں غلط ہے۔“

”نہیں ماما، میں آپ کو غلط نہیں کہہ رہا، میں ان حقائق کو غلط کہہ رہا ہوں جن کی وجہ سے آپ کبھی حقیقت جان ہی نہیں سکیں۔“ وہ بہت شکستہ لہجے میں بولا۔ مریہ خاموشی سے سختی رہی۔

”آپ صرف یہ جانتی ہیں ماما کہ پاپا کے برٹس پارٹنر منیر احمد صاحب نے وقت مرگ اپنی بیٹی کا مستقبل محفوظ کرنے کے لیے زبردستی پاپا سے اس کا نکاح کر دیا تھا یا پھر پاپا نے ایک مرتے ہوئے شخص کی تکلیف کو کم کرنے کے لیے اس کی جوان بیٹی کو آپ سے پوچھ بھاننا نام دے دیا اور پھر اسی عورت کے بطن سے ان کی بیٹی پیدا ہوئی

یا پھر وہ عورت پہلے سے ہی بد کردار تھی، مگر یہ سچ نہیں ماما، سچ یہ ہے کہ سارا منیر حسین اپنے تایا زاد کزن کے نکاح میں تھی مگر اس کزن نے اپنی عیاشی کی وجہ سے ایک معمولی سی شخص کی بیٹا پر ان کی عزت برباد کر کے ان سے اپنا نام چھین لیا، بات اگر یہیں تک رہتی تو ٹھیک تھا مگر جس وقت وہ حاملہ ہوئیں تب ان کے لیے مسائل پیدا ہوئے

ان کا اپنے والد منیر احمد صاحب کے سوا کوئی نہیں تھا لہذا جب یہ بات کھلی تو منیر حسین صاحب نے پاپا کی شرافت اور اچھے اخلاق کے سبب اپنا یہ مسئلہ ان کے سامنے رکھ دیا، ایک بوڑھے مجبور باپ کی عزت بچانے کے لیے

پاپا نے مختلف ڈاکٹرز سے رابطہ کر کے ابارش کے ذریعے یہ مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی، حالات اتنے گھبر ہو چکے تھے کہ منیر حسین صاحب بستر سے لگ کر رہ گئے۔ وہ ایک شریف اور قابل انسان

تھے مگر بیٹی کے ساتھ ہوئے ظلم نے انہیں مٹی کر دیا..... ان کی حالت کو دیکھتے ہوئے مجبوراً پاپا نے ان کی التجاء پر ان کی بیٹی سے شادی کر لی مگر یہ شادی صرف پیپر میرج تھی انہیں اپنی بیوی مریہ رحمان کے سوا اور کسی عورت سے

کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ صرف ان کی ضرورت زندگی کے لیے پاپا نے انہیں اپنا نام دیا، اس کے علاوہ ان کا کوئی تعلق سارا منیر سے نہیں تھا چونکہ ان کو اور کوئی ایسا قابل شخص نہ ملا جو سارا منیر حسین کو ان کی بیٹی کے ساتھ قبول کرتا اور

”وہ بھی کیا سوچتی ہوں گی ماما اچھا ہے مروت بننا نکلا ساری عمر جس کے ناز اٹھائے، جس سے پیار لٹایا، اس نے ایک ہی پل میں سارے احسان بھلا دیے بالکل بے آسرا کر دیا، وہ آپ کی اور پاپا کی گناہ گار تھیں، مگر میری تو صرف ماں تھیں، آپ کا حق تھا آپ انہیں سزا دیتے، میرا حق نہیں تھا ماما..... پھر جی میں نے انہیں سزا دی، کیا سوچتی ہوں گی وہ درگھت میرے بارے میں۔“ اسے اب اپنی کوتاہیوں کا احساس ہو رہا تھا۔

مریرہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی۔
 ”اللہ اس کی مغفرت فرمائے زاویا اس کے اگلے مراحل آسان فرمائے آمین۔“

”تم آمین۔“

”بیٹی کہاں ہے اس کی۔“

”وہیں لندن میں۔“

”کس کے پاس رہتی ہے اب؟“

”فی الحال تو تنہا ہے۔“

”اور تمہارے پاپا؟“

”اللہ کے رستے کے مسافر بن گئے ہیں ماما، مختلف ممالک کے دوروں پر رہتے ہیں آج کل، تبلیغی جماعت کے ساتھ۔“

”وہ.....“ ایک عرصے کے بعد دل کا آئینہ صاف ہوا تھا تو انہیں خود اپنا ہی عکس دھندلا دکھائی دینے لگا۔ ان کی زندگی خطرے میں تھی مگر سارا امیر حسین بالکل تندرست تھی۔ اللہ نے اسے زندگی لوٹائی مگر سارا امیر حسین کا کردار ختم کر دیا، وہ فاتح ٹھہری تھیں اللہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔ مصید حسین کے لیے وہی بنی تھیں سارا امیر حسین نہیں، اس عورت نے تو صرف اپنی بیٹی اور اپنی عزت دار خوش حال زندگی کے لیے جو اکھیلا تھا اور اس جوئے میں وہ ہار گئی تھی۔ کچھ لمحے یونہی خاموشی کی نظر ہو گئے جب وہ بولی۔

”تم جا رہے ہو لندن؟“

”ہوں، کل رات تین بجے فلائٹ ہے میری اور عائکہ کی۔“

”عائکہ کی؟“

”جی ماما عائکہ بھی میرے ساتھ جائے گی، بہت اچھی دوست ہے یہ پری کی۔“
 ”چلو ٹھیک ہے لیکن اسے ساتھ لے کر آنا کہنا مابلای ہی ہیں۔“ اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے مگر لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ زاویا کے ساتھ ساتھ درمکن اور عائکہ نے بھی بے حد تعجب سے اس کی طرف دیکھا پھر مسکرا دیے۔ زندگی واقعی اپنا رنگ بدل رہی تھی۔



وہ کمرے میں آیا تو عائکہ بھی پیچھے ہی چلی آئی۔

”آپ نے پھوپھو سے کیوں کہا کہ میں آپ کے ساتھ لندن جا رہی ہوں؟“ زاویا رشاور لینے جا رہا تھا اس کے سوال پر وارڈ روب کے سامنے کھڑا رخ موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیوں کہ آپ لندن جا رہی ہیں اس لیے۔“

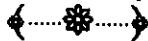
”میں کہیں نہیں جا رہی۔“

”کیوں؟“ وہ حیران ہوا، عالمکے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

”جس رشتے کو ختم ہوتا ہے اس میں کامرید تلاش نہیں بنانا چاہتی۔“ اس کے اندر کی الجھن باہر نکل آئی۔
 زاویار گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ کپڑے واپس المیاری میں رکھ کر اس نے دونوں پٹ بند کئے، پھر بیڈ پر عالمکے
 کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی ابھی بھی باقی تھی۔ وہ بولا تو اس کا لہجہ بھی بے حد پوچھ لگھا تھا۔
 ”دیکھو عالمکے میں مانتا ہوں ہمارا رشتہ زبردستی کا تھا، ہمارے درمیان اعتراف شینڈنگ بھی نہیں، شاید ہم خوش بھی
 نہیں ہیں ایک دوسرے کے ساتھ، اسی لیے میں چاہتا تھا کہ ہم اپنی اپنی راہ الگ کر لیں، مگر میری ماں میرے اس
 فیصلے پر راضی نہیں، سچ پوچھو تو میں خود بھی اب اس رشتے کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔“
 ”کیوں؟“ اس نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔
 ”میں اپنی ماں کو ناراض نہیں کر سکتا۔“

”اور جو آپ کی محبت ہے وہ؟“

”وہ کسی اور کی محبت میں گرفتار ہے۔“ اس کا دکھ بھی عالمکے سے الگ نہیں تھا۔ وہ لب کاٹ کر رہ گئی۔
 ”ہم خوش نہیں ہیں لیکن ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی کوشش کر سکتے ہیں، کیونکہ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی
 اور دوسرا راستہ نہیں ہے۔“ اس نے کہا تو عالمکے نے اثبات میں سر ہلادیا، واقعی اس کے پاس کوئی اور راستہ تھا نہ
 ٹھکانہ اسے اپنے نصیب کے لکھے پر مبر اور مجبوت کرنا تھا۔ زندگی کی تنگ اندھیری راہوں سے نئی روش راہیں نکالنا
 تھیں، زاویار نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تو اس نے اپنا سر زاویار کے کندھے پر رکھ دیا۔
 زندگی میں کبھی کبھی مجبوت بہت ضروری ہوتا ہے اس نے بھی سمجھوتے کی ہٹری پر قدم رکھ دیا تھا۔



شام ڈھل رہی تھی۔ وہ خالی آنکھوں کے ساتھ بظفل ٹاور کے سامنے گھاس پر بیٹھی تنکے لوچ رہی تھی جب اس
 کے ساتھ بیٹھے سادیز نے کہا۔

”تم کب تک اس حال میں رہو گی پرئی اپنا چہرہ دیکھو کیسا بے رنگ ہو رہا ہے، آنکھوں کے گرد حلقے بڑ گئے
 ہیں، صحت بھی گرتی جا رہی ہے، یہ سب ٹھیک نہیں ہے، دیکھو میں تمہارا درد سمجھتا ہوں میں نے بھی اپنی ماں کو گھویا
 ہے، ماں کی جدائی کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے میں اس سے نا آشنا نہیں، مگر تمہیں صبر کرنا ہوگا، اللہ کی رضا میں راضی
 رہنا ہوگا، مگر نہ خود تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔“ وہ اسے سمجھا رہا تھا، مگر وہ پھر کا مجسمہ بنی ساکت سی
 بیٹھی تھی کبھی وہ پھر بولا۔

”ہماری شادی میں بہت کم دن رہ گئے ہیں، ایسا کس طرح چلے گا۔“

”میں ٹھیک ہوں، تم پریشان مت ہو۔“

”کیسے پریشان نہ ہوں، کتنے دنوں سے ہم نے ایک ساتھ ہو ٹنگ نہیں کی، ہم کہیں گھومنے پھرنے نہیں گئے،
 ہم نے دیر تک فون پر بات نہیں کی، آج بھی پہنچے نہیں کیسے زبردستی کھینچ کر لایا ہوں تمہیں۔“ اس نے گلہ کیا۔
 پر ہیان کے لبوں پر بے جا بے سکرابٹ بکھر گئی۔

”میرا دل نہیں چاہتا سادیز، میرا دل مر گیا ہے۔“

”کیا میرا ساتھ کبھی تمہیں زندگی کی طرف واپس نہیں لاسکتا پرئی؟“ اس نے بہت آس سے پوچھا۔ پر ہیان

نے نظر جھکا لیا۔

”آجائے گا ہم ابھی تھوڑی دیر میں پہنچ رہے ہیں ایڈریس بتاؤ اپنا۔“

”بھائی یہاں رات بہت برقرار رہی ہوئی ہے۔“

”کوئی مسئلہ نہیں۔“ زاویار کا لہجہ بوجھل مگر محبت سے بھر پور تھا۔ پرہیزان کی آنکھیں بیگم گئیں۔ اگلے چالیس منٹ کے بعد وہ دونوں اس کے پارٹمنٹ میں موجود تھے۔ پرہیزان زاویار کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ دل کے سارے زخم پھر سے ہرے ہو گئے تھے۔

عالمگرم آنکھوں کے ساتھ اسے حوصلہ دیتی رہی۔ سارا منیر حسین کی موت خود اس کے لیے بھی بے حد تکلیف کا سبب تھی کیونکہ ان کی ذات کے ساتھ اس کی اپنی بہت حسین یادیں تھیں۔ زاویار نے بشکل پری کو چپ کر دیا۔ ”مما کی اچانک ڈک-تھ خودنیرے لیے بہت تکلیف دہ ہے پری مگر ہم بے بس ہیں اللہ رب العزت کی رضا کے سامنے سوائے صبر کے ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں۔“ وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔ پرہیزان نے اپنا سر اس کے بازو پر ٹکا دیا۔

”میں نے ممّا کے ساتھ اچھا نہیں کیا بھائی، انہوں نے میرے لیے سب غلط کیا، صرف میرے مستقبل اور خوشیوں کے لیے مر رہے ممّا کا دل اجاڑا، پاپا کو تکلیف دی ساری زندگی خود اکتسابی کی سولی پر لٹکی رہیں سب کی باتیں سنیں ذلت اٹھائی اور میں..... میں بجائے ان کی اذیت کم کرنے کے انہیں وہاں اس مقبرے میں اکیلا چھوڑ آئی انہیں میری ضرورت تھی اپنی سگی بیٹی کی، جس کے لیے انہوں نے سب غلط کچھ کیا، مگر میں بھی سب کے ساتھ انہیں تنہائی کی سولی پر لٹکا کر یہاں دیا، غیر مگر خاک چھانے چلی آئی، معافی تک نہیں مانگ سکی میں ان سے۔“ اس کا گلہ مسلسل رونے سے زخمی ہو گیا تھا۔

زاویار لب بھیجتا اس کا سر تھپتا تا رہا، اس کی فیلنگز بھی پرہیزان سے الگ نہیں تھیں۔ اس کا بھی وہی بچپن تھا جو پرہیزان کا تھا۔ شام اب گہری ہو رہی تھی۔ عالمگرم نے اٹھ کر آتش دان میں لکڑیاں ڈال دیں۔

”تم نے آگے کیا سوچا ہے پری اپنی زندگی کے بارے میں؟“ عالمگرم نے ہی پوچھا تب وہ بولی۔ ”نی الحال تو کچھ نہیں اگلے کچھ روز میں ہو سکتا ہے ساویز سے شادی کر لوں کیونکہ ممّا جانے سے پہلے میری خواہش پر ہماری شادی کی ڈیٹ فکس کر کے گئی تھیں۔“

”ٹھیک ہے مگر یہ شادی اب لندن میں نہیں پاکستان میں ہوگی۔“

”مر رہے چھو پوچھا جی ہاں تم ان کے پاس رہو پاکستان میں تمہاری شادی بھی وہی اپنے ہاتھ سے کریں گی۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہو.....!“

”وہی جو سچ ہے۔“

”مگر میں اس قابل نہیں ہوں عالمگرم۔“

”کیوں؟“ زاویار نے اعتراض کیا، پرہیزان نے سر جھکا لیا۔

”میری ماں نے انہیں بہت تکلیف دی..... میں ان کا سامنا کیسے کروں گی؟“

”تکلیف تو میں نے بھی بہت دی ہے انہیں، مگر وہ ماں ہیں اور مائیں معاف کرتی ہیں پری چاہے جتنی بھی ناراض ہوں ویسے بھی اب سارا ممّا کی ڈک-تھ ہو چکی ہے، تم ان کے کسی بھی عمل میں قصور وار نہیں ہو۔“

”مگر.....“

”کوئی اگر گرنہیں جلدی سے سامان باندھواؤنا ہمیں پاکستان واپس جانا ہے ممانے خود بلایا ہے تمہیں۔“

”آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔“

”مجھے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

”رنیلی ممانے مجھے معاف کر دیا؟“

”یاد تم کیسی باتیں کر رہی ہو، ممانے سے ناراض ہی نہیں تھیں تو معافی کا کیا سوال؟“

”اور پایا؟“

”پاپا بھی فی الحال ملک سے باہر ہیں نمبر بھی بند ہے ان کا۔“

”ہوں میں ساویز سے بات کروں گی کہ وہ پاکستان میں ہی شادی کا ارنج کر لے۔“

”ٹھیک ہے اب چلو اٹھو کوئی کھانے پینے کا بندوبست کرو میری پیوی تھکی ہوئی ہے اور ہم دونوں کو بھوک بھی لگ رہی ہے۔“ وہ اس کے بیڈ پر پاؤں پسا کر لیٹ گیا۔ پر ہیان کی آنکھوں میں آنسو چمک اٹھے۔

”اور ہاں عائلہ اب تمہاری اکلوتی بھالی کے عہدے پر فائز ہے عائلہ کے ساتھ بھالی لفظ بھی جوڑ لو تو مہربانی ہوگی جناب کی۔“ اس نے مزاح کے موڈ میں کہا پر ہیان کے لبوں پر بہت دنوں کے بعد مسکراہٹ بکھر گئی۔ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ عائلہ کے گلے لگی۔

رات کھانا کھانے کے بعد زواہر سو گیا تو پر ہیان عائلہ کو لے کر باہر لاؤنج میں آ بیٹھی۔

”تم بھالی کے ساتھ خوش ہونا عائلہ؟“

”ہوں پہلے خوش نہیں تھی اب خوش رہنے کی کوشش کر رہی ہوں۔“

”میں بھی نہیں۔“

”تم سمجھو گی بھی نہیں۔“ پر ہیان کی الجھن پر مسکراتی ہوئی دہرخ پھیر گئی۔

”ہم دونوں نے ابھی اپنا رشتہ شروع کیا ہے پری اس سے پہلے ہم صرف سمجھوتے کی زندگی بسر کر رہے تھے۔“

”وہ سدید کا کیا بنا؟“

”کچھ نہیں ایک مشن میں یادداشت چلی گئی اس کی بعد میں اس نے ایک کشمیری مجاہدہ کے ساتھ شادی کر لی پچھلے دنوں وہ لوگ اسلام آباد میں تھے مگر پھر چلے گئے کہاں؟ یہ میں بھی نہیں جانتی۔“

”یہ تو بہت افسوس ناک بات ہے عائلہ۔“

”کیا کیا جاسکتا ہے۔“ عائلہ کے لبوں پر ہلکی سی مسکان بکھر کر دم توڑ گئی، تبھی پری بولی۔

”ہم عورتوں کے ساتھ محبت کا تماشہ بھی عجیب ہے پری محبت ہمارے بس کا لوگ بھی نہیں ہے اب مجھے ہی دیکھ لو جب ساویز نے قطع تعلق کیا میں اندر سے ٹوٹ کر رہ گئی مجھے لگا جیسے دنیا میں کچھ بھی میرے لیے نہیں ہے مگر اب جبکہ ہمارے درمیان سب ٹھیک ہو چکا ہے میں اب بھی پرسکون نہیں ہوں میرا دل عجیب سی وحشت کا شکار ہے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا مجھے۔“

”ایسا کیوں؟“

”پتہ نہیں بار میں خود بھی سمجھنے سے قاصر ہوں۔“

”چلو کوئی نہیں ہو سکتا ہے سارا آئی کی ڈیجھ کی وجہ سے دل و دماغ متاثر ہوئے ہوں آہستہ آہستہ سب ٹھیک

ہو جائے گا۔“

”اللہ کرے ایسا ہی ہو۔“ سر عاتکہ کی گود میں رکھتے ہوئے اس کے لیوں نے جنبش کی۔
عاتکہ دیر تک اپنی گود میں اس کا سر رکھے اس کے بال سہلائی رہی تھی۔



عاتکہ بچن میں تھی جبکہ زادیار سوراہا تھا۔ پر ہیان نے فریش ہو کر ساویز کا نمبر ملا لیا، تیسری بیل پر کال پک ہو گئی تھی۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام! کیسی ہو تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟“ وہ اس کے لیے بے حد فکر مند تھا، پر ہیان نے نیکی کے ساتھ سر نکال لیا۔

”ہوں مجھے کیا ہونا ہے؟“

”نمبر کیوں بند کیا تھا؟“

”بس ویسے ہی تم کہاں ہو؟“

”آفس میں۔“

”کیا ابلی بھی آیا ہے آج؟“ بے ساختگی میں اس کے لیوں سے پھسلا ساویز کا نمبر بن گیا۔

”وہ تو روز آتا ہے۔“

”کل نہیں آیا تھا۔“

”ہاں کل اس کی نیو گرل فرینڈ کی پارٹی تھی اسی کے ساتھ معروف تھا، تم اس کے ساتھ اپنا رشتہ ختم کر چکی ہو پری، اس نے احتجاج بھی نہیں کیا کیونکہ اسے تم میں دلچسپی نہیں ہے بہتر ہے تم بھی اسے سوچنا، اس کے ساتھ رابطہ میں رہنا، گھومنا پھرنا چھوڑ دو مجھے پسند نہیں ہے تم اس کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی تعلق رکھو۔“

”وہ میرا دوست ہے ساویز اور میرا محسن بھی۔“

”کچھ بھی ہو جب مجھے پسند نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی رابطہ رکھو تو تمہیں بھی پسند نہیں

ہونا چاہیے۔“

”اوکے مجھے کچھ اور بھی کہنا تھا تم سے۔“

”ہوں کہو۔“

”زادیار بھائی آئے ہوئے ہیں لندن، مجھے اپنے ساتھ پاکستان لے جانا چاہتے ہیں ہم شادی

پاکستان میں کریں۔“

”کیوں؟“ ساویز کو اس کی بات نہایت ناگوار گزری۔

”کیونکہ ماما ایسا چاہتی ہیں۔“

”تمہاری ماں اب اس دنیا میں نہیں کسی اور کی ماں کی خواہش پر ہم اپنا سارا پروگرام تو ڈسٹرب نہیں کر سکتے

ناں۔“ وہ خود ڈسٹرب ہو گیا، پر ہیان کو بے حد برا لگا۔

”ڈسٹربنس کی کیا بات ہے اس میں وہ میری ماں ہیں ان کا حکم اور خواہش میرے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں

اور پھر تمہیں کیا مسئلہ ہے شادی یہاں ہو یا وہاں۔“

”مجھے مسئلہ نہیں ہے مگر میرے ڈیڈ کو ہے۔“

”میں سمجھی نہیں۔“

”ڈیڈی میری تم سے شادی کے حق میں نہیں وہ کسی اور کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتے ہیں۔“

”تم اپنے باپ کی مرضی کے خلاف مجھ سے شادی کرو گے؟“

”ہوں“ گویا نکلہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔“

”مگر یہ ٹھیک نہیں ہے ساویہ جس تعلق میں بزرگوں کی خوشی اور رضا شامل نہ ہو اس رشتے اور تعلق میں برکت نہیں ہوتی۔“

”میں کچھ نہیں جانتا، تم سے دستبردار ہونا میرے لیے آسان نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے مگر ہم شادی پاکستان میں ہی کریں گے چاہے کچھ ہو جائے۔“

”گویا یہ تمہاری تہیاری ضد ہے۔“

”نہیں..... ضد نہیں بلکہ احساس ہے ایک مدت کے بعد زندگی میرے رشتوں کے ساتھ مجھے جینے کا موقع دے رہی ہے، میں اس موقع کو گنوا نہیں چاہتی۔“

”ٹھیک ہے، میں بعد میں بات کرتا ہوں۔“ وہ اچھا خاصا پریشان ہو گیا تھا، پر ہیان نے کال کاٹ دی۔

اس صبح وہ عائدہ کو بتا کر واک کے لیے نکلی تو ابلی نے بھی اس کے ساتھ ہی بھاگنا شروع کر دیا۔

”کب تک ناراض رہنے کا پروگرام ہے پری؟“ ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ بہت ڈسٹرب لگ رہا تھا۔

پر ہیان کا دل بے ساختہ دھڑکنے لگا۔

”میں ناراض نہیں ہوں۔“

”تو پھر کنارہ کش کیوں ہو گئی ہو؟“

”ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی میری اس لیے۔“

”اگر میں اچھا نہیں ہوں تو تم بھی کچھ خاص اچھی نہیں ہو۔“ بھاگتے ہوئے وہ رک کر سنگی بیچ پر بیٹھ گیا، پر ہیان بھی ساتھ بیٹھ گئی۔

”میں پاکستان جا رہی ہوں۔ ابلی شاید ہمیشہ کے لیے۔“

”کیوں؟“

”میری فیملی مجھے بلارہی ہے۔“

”تمہاری فیملی اور تمہارے منگیتر سے لے کر تمہاری ترجیحات کے درمیان میں کہاں ہوں پری؟“ وہ افسردہ

ہوا، پر ہیان نے نظر پھیر لی۔

”میرے پاس تمہارے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں ابلی، بس ایک آخری خواہش ہے کہ تم اپنے تمام سابقہ

احسانات کے ساتھ آخری بار ایک اور احسان کرو مجھ پر، میری شادی میں شرکت کر کے امید ہے تم میری یہ

خواہش بھی رد نہیں کرو گے۔“ نظر پھیرے وہ بول رہی تھی۔

ابلی کے لبوں پر جیسے چپ کا قفل لگ گیا۔

پر ہیان اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہاں ٹھہری نہیں تھی وہ اٹھی اور بھاگتے ہوئے دور نکل گئی۔

ابلی اگلے دو گھنٹے تک وہیں بیٹھا اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

بیٹی

بیٹی بن کر آئی ہیں ماں باپ کے چوں میں
بیر ہوگا کل ہمارا کسی اور کے آگن میں

کیا سوچ کر یہ ریت خدا نے بنائی ہوگی
کہتے ہیں آج نہیں تو کل کو بیٹی پرانی ہوگی

دے کر جنم پال کر ہم کو بڑا کیا
وقت آنے پر انہی ہاتھوں سے ہم کو وداع کیا

کیوں رشتہ ہمارا اتنا عجیب ہوتا ہے
کیا بس یہی ہم بیٹیوں کا نصیب ہوتا ہے
منزہ ثناء طارق..... چنیوٹ

وہ تینوں پارلر سے تیار ہو کر آئیں تو ہر طرف گہما گہما تھی۔

عبدالہادی کا نکاح سب سے پہلے ہوا تھا پھر صیام کا ساویر کا نکاح ابھی شروع ہوا تھا جب مولوی صاحب نے پوچھا۔

”آپ احمد آفندی صاحب کے صاحبزادے ہیں ناں؟“ ساویر کے لیے یہ سوال بے حد حیران کن تھا تبھی اس نے حیرانی سے پوچھا۔
”جی ہاں کیوں؟“

”میرے بہت اچھے دوست ہیں احمد آفندی صاحب ابھی کچھ روز پہلے میں نے ہی آپ کا نکاح پڑھا تھا جلیل صاحب کی پوتی کے ساتھ۔“ مولوی صاحب کی اطلاع صرف ساویر کے لیے ہی نہیں وہاں موجود ہر شخص کے لیے کسی بم سے کم نہیں تھی۔ زادیار نے نکاح وہیں روک دیا۔
”تم پہلے سے شادی شدہ ہو ساویر؟“

بھانڈا یوں عین چورا ہے پر پھونکے گمان تک نہیں تھا۔ وہ تو اپنی طرف سے تمام حفاظتی بند باندھ کر آتا تھا اسے کیا پتہ تھا کہ نکاح پڑھانے والا مولوی صاحب ہی آشنا نکل آئے گے؟
”ہوں مگر وہ شادی میری رضا سے نہیں ہوئی۔“
”پری کو پتہ ہے؟“
”نہیں۔“

”تو پھر یہ نکاح نہیں ہو سکتا ایم سوری۔“ وہ تو پہلے ہی اسے پسند نہیں کرتا تھا اب تو بات ہی اور تھی۔ اگلے چند لمحوں میں وہاں اچھی خاصی کھلبلی مچ گئی تھی۔

پر بیان کو پتہ چلا تو اس کی آنکھوں سے کئی آنسو ایک ساتھ ٹوٹ کر گرے تھے۔ ساویر اتنا بڑا فراڈ ہوگا اس نے تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ کتنا بڑا دھوکے باز تھا وہ شخص کہ جملہ حقوق کسی اور کے نام سے محفوظ کروا کر کبھی اس کی زندگی کے ساتھ کھیلنے چلا تھا۔ وہ رودی۔ مریرہ کو ساویر پر غصہ تو بہت آیا مگر وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اسے تحمل سے کام لینا پڑا۔

غزل

زمین بدل گئی آسمان بدل گیا
تم کیا ملے زیت کا عنوان بدل گیا

دیکھ راہ پار کی کرشمہ سازیاں
کہ سنگ میل منزلوں کے نشان بدل گیا

جھٹ تو پرائی تھی ہی ہوئے در و دیوار اجنبی
گھر کی تلاش میں پھر مکان بدل گیا

تمہیں پایا تو محبت کے سب اسرار کھلے
نصو سوز عشق کا بیان بدل گیا

جس کی طاقت پر اتاری کشتی دریا میں
ہوا بدلنے سے پہلے وہ بادبان بدل گیا

اپنی ذات سے نکلے تو تیرے قرب میں محصور ہوئے
میری قبر نہیں بدلی زعاں بدل گیا

فائزہ بھٹی.....چوکی

کے خیال سے گھر چلا آیا۔ مگر وہ اب کمرے میں نہیں تھی، صرف کمرے میں کیا وہ تو کہیں بھی نہیں تھی۔ اپنے چلتے سکتے وجود کے ساتھ اللہ جانے وہ کہاں چلی گئی تھی اس نے گھر کا کونا کونا جھان مارا، مگر وہ نہ ملی۔ ہر چیز جوں کی توں موجود تھی صرف ایک وہی نہیں تھی۔ اس کا دل جیسے تڑپ اٹھا۔ بھاگ کر ٹیٹ پر آیا تو چوکیدار مستعد کھڑا ہوا۔ ”خان بابا، ہوزان بی بی کہیں بتا کر گئی ہیں کہ کہاں جا رہی ہیں؟“ اسے بدحواس دیکھ کر چوکیدار نے لٹی میں سر ہلایا۔

”نہیں بیچا، بتا کر تو نہیں گئیں ہاں البتہ وہ مجھ سے ریلوے اسٹیشن کا ضرور پوچھ رہی تھیں کہ کتنی دور ہے۔“
”ٹھیک ہے شکریہ۔“ تیزی سے کہہ کر وہ پلٹا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

اگلے تیس منٹ کے بعد وہ ریلوے اسٹیشن پر موجود تھا۔ روشن دن طلوع ہونے کو بے قرار تھا، وہ مضطرب سا چلتا اسے ادھر ادھر دیکھتا رہا، سچی اس کی نگاہ دور ایک بیچ پر بیٹھے بیوے پر پڑی اور اس کے ساتھ ہی اس کے قدموں کی چال میں مزید تیزی آ گئی۔ وہ ہوزان ہی تھی۔

کسی لٹے ہوئے مسافر کی طرح تنہا بیٹھی وہ کسی گہری سوچ کے سمندر میں غرق تھی۔ عمر عباس کا دل جیسے قرار پا گیا۔ چپکے سے اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے پہلی بار اس نے اپنی زندگی میں اس کی الگ حیثیت اور اہمیت کو تسلیم کیا تھا۔

”کہاں جا رہی ہو؟“ کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے آہستہ سے پوچھا تو وہ چوکی پھر عمر عباس پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں پھر سے نم ہو گئیں۔

”کہیں نہیں..... میری کوئی منزل نہیں اپنی ساری کشتیاں جلا بیٹھی ہوں میں۔“ اس کے لہجے میں صدیوں کی تھکن تھی۔ عمر کا دل جیسے کسی نے ٹھکی میں لے لیا۔

”بس اتنا ہی صبر اور حوصلہ تھا تمہارے اندر ہوزان۔“ وہ اس کی برداشت اور محبت کا امتحان لے رہا تھا ہوزان کے لبوں پر بے جان سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

”ہاری نہیں ہوں شکم گئی ہوں۔“

”فرار کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتا ہوزان۔“

”میں اب کسی سے نہیں اپنے آپ سے بھاگ رہی ہوں۔“

”کیوں؟“

”پتہ نہیں۔“ اب وہ رو رہی تھی عمر عباس نے اپنا بازو اس کے کندھوں کے گرد لپیٹ لیا۔

”اپنے آپ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گی؟“

”جہاں میری تقدیر لے جائے۔“

ضبط اور دردی کا انتہا پر کھڑی وہ لڑکی اس کے سالوں سے سوائے احساسات جگا گئی تھی ابھی اس نے اسے اپنے

ساتھ لگا لیا۔

”نہیں اب کہیں نہیں بھاگ کر جاسکتی تم کیونکہ اب عمر عباس کا دل تمہارہ عادی ہو گیا ہے۔“ اس نے

اقرار کیا۔

ہوزان کے آنسوؤں میں شدت آگئی تبھی وہ بھر بولا۔

”یہ سچ ہے کہ میری زندگی میں مرہ کے سوا کوئی دوسری لڑکی نہیں آئی، مگر میری زندگی میں اب تم دوسری لڑکی

ہو ہوزان! میں تمہارے ساتھ کا عادی ہو گیا ہوں آج تک تم نے بھی مجھے اپنے وجود کی اہمیت کا احساس نہیں

ہونے دیا، مگر آج صرف چند لمحوں کے لیے مجھیں وہاں گھر میں موجود نہ پا کر مجھے لگا جیسے تم وہاں نہیں ہو تو وہ گھر

گھر نہیں ٹھنڈا اور دیرانہ ہے۔ ام سوری ہوزان..... میں اپنی ہر خطا کی مجبانی مانگنے کے لیے تیار ہوں، مگر پلیز

مجھے کبھی اکیلا چھوڑ کر مت جانا پلیز.....“

وہ اس پر کل گیا تھا۔ وہ یہی سب تو سننا چاہتی تھی مگر کتنی تاخیر ہو گئی تھی، تاہم دیر یا دیر دست آید کے مصدق عمر

عباس کی شکست پر اس نے اپنا سر اس کے مضبوط کندھے پر ٹکا دیا۔ عمر عباس نے اس کے سنگ اپنی زندگی میں

خوشیوں کا دروازہ کھول دیا تھا۔



ایلی جو ہان پر ہیان کے سامنے بیٹھ پر بیٹھا تھا اور وہ بنا موقع کی نزاکت کو سمجھے اس کے بازو پر کے برسا

رہی تھی۔

”پوچھو بے ایمان بے حس بے وفا! جب تمہیں پتہ تھا کہ تم مجھ سے پیار کرتے ہو تو پھر بتایا کیوں نہیں؟“

”کیسے بتاتا تم تو دل و جان سے ساوین حسن پر فدا تھیں! میں نے ایک بار روہونے کا درد سہا تھا دو بار وہی درد

برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی ویسے بھی جب تک مجھے خود اس واردات کا پتہ چلا بہت لیٹ ہو گیا تھا میں۔“

”اور اگر ساوین سے میری شادی ہو جاتی پھر؟“

”میرے جذباتوں میں کھوٹ نہیں تھا پھر کیسے ہو جاتی اس کے ساتھ تمہاری شادی۔“

”تم واقعی بہت برے ہو ایلی بالکل بھی اچھے انسان نہیں ہو تم۔“

”میری بھی یہی رائے ہے تمہارے بارے میں۔“ وہ اب اس کے بال کھینچ رہا تھا پر ہیان نے تکیہ دے مارا

نزل
 کوگی ہوگی آج کچھ زبان کہتے کہتے
 ہچکچایا میں خود کو مسلمان کہتے کہتے
 یہ بات نہیں مجھ کو رب پر یقین نہیں
 بس ڈر گیا میں خود صاحب ایمان کہتے کہتے
 کسی کافر نے پوچھا جو کیا ہے مہینہ
 ہاتھ سے پانی کا گلاس مگر گیا رمضان کہتے کہتے
 میری الماری میں گرد سے کتاب کا جو پوچھا
 میں زمین میں گڑھ گیا قرآن کہتے کہتے
 مہک علوی..... میانہ کوئل

جسے اس نے آرام سے کچ کر لیا۔
 ”ایک سر پرانز اور بھی ہے تمہارے لیے۔“ اپنا سر مزے سے پرہیان کی گود میں رکھ کر وہ لیٹ گیا۔
 پرہیان اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔
 ”کیسا سر پرانز؟“
 ”لندن کس مقصد کے لیے آئی تھیں تم؟“
 ”یتیم اور بے سہارا بچوں کی کفالت کے لیے ایک ٹرسٹ بنانے کا عزم لے کر۔“
 ”ہوں تمہارا یہ خواب بھی پورا کر دیا ہے میں نے۔“
 ”وہ کیسے؟“

”میرا ایک دوست پاکستان میں پانچ کنال زمین کا مالک ہے چھ ماہ پہلے اسے کسی مسئلے کی وجہ سے اس نے اپنی زمین مجھے فروخت کر دی تھی میں نے وہ زمین خریدنے کے بعد وہاں عمارت کی تعمیر شروع کر دی پانچ کنال اراضی پر میں نے چھوٹے چھوٹے گھر تعمیر کروادیے ہیں جن میں اپنی ناخلف اولاد کے ہاتھوں ستائے بوڑھوں کے ساتھ دو وقت کی روٹی کوترستے چھوٹے معصوم بچے اور خواتین رہیں گی بعد میں ہم ان خواتین کی شادیاں کروا کر انہیں وہیں ایک فیملی کی طرح رہنے کی اجازت دیں گے یوں بچوں اور خواتین کے ساتھ ساتھ بوڑھوں کو بھی گھر جیسا ماحول مل جائے گا۔“

جو سچی محبت کرتے ہیں وہ اپنے محبوب کی ہر خوشی اور خواہش کو اہمیت دیتے ہیں ایلچی چوہان نے بھی قدم قدم پر یہی کیا تھا مگر پرہیان اس کی نوازشات کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ اس وقت بھی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں دونوں ہاتھوں کے پیالے میں ایلچی کا چہرہ لیتے ہوئے وہ رو پڑی۔

”جزاک اللہ مجھے فخر ہے کہ اللہ رب العزت نے ایک بہترین شخص کو میرا ہمسفر بنایا میں دن رات بھی اللہ رب العزت کے اس احسان کے لیے اس کے حضور سجدہ ریز رہوں تو بھی کم ہے۔“ ایلچی مسکرایا اور اس نے اس کے دونوں ہاتھ اپنی گرفت میں لے کر چوم لیے۔

زندگی اچھے برے دنوں کا سنگم ہے پرہیان عزیر کی زندگی سے بھی برے دنوں کا قافلہ گزر چکا تھا اب اچھے

دنوں کا سورج طلوع ہو رہا تھا اس نے مسکرا کر اپنے دل کے سارے بند دروازے وا کر دیئے۔ سندھیا جہاں سے آئی تھی ایلی چوہان کی پرہیزگار عذریہ سے بے انتہا محبت دیکھ کر واپس وہیں چلی گئی۔ نئے روشن دنوں کی سرزمین پر اب اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی۔



وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی زیور اتار رہی تھی جب میام نے کمرے میں قدم رکھا..... سامنے کا منظر اس کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا۔ جلدی سے کمرالاک کر کے وہ اس کے قریب چلا آیا۔
 ”اتنا دزنی زیور تو نہیں ہے کہ آپ میرے آنے کا انتظار بھی نہ کر سکیں ڈیئر درمکنون میم۔“ وہ سنجیدہ ہوا۔
 درمکنون اپنے کام میں لگی رہی جیسے اس نے سنا ہی نہیں، یہی مجبوراً میام کو اس کا بازو پکڑنا پڑا۔
 ”میں کچھ کہہ رہا ہوں آپ سے۔“
 ”مجھے الجھن ہو رہی ہے سونا ہے۔“

”کیوں؟“

”مجھے نہیں پتہ۔“

”مگر مجھے پتہ ہے۔“ درمکنون کے گال پر ہلکی سی چٹکی کاٹتے ہوئے اس نے اس کی لٹ کو اپنی انگلی پر

پلیٹ لیا۔

”ادھر آئیں دل صاف کروں میں آپ کا میڈم صاحبہ۔“ کہنے کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے بیڈ پر لے آیا۔ درمکنون لا تعلق سی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

”میں نے سوچا تھا جب میں کمرے میں جاؤں گا تو سب سے پہلے شکرانے کے دو نفل پڑھوں گا کہ میرے مالک نے بغیر کسی مشکل یا آزمائش کے اتنی بڑی خوشی میری جھولی میں ڈال دی مگر آپ نے.....“ وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔ درمکنون ہنوز بے نیاز بنی بیٹھی رہی۔

”میں جانتا ہوں آپ کے دل میں کیا چل رہا ہے، یہی کہ میں کسی اور کا نصیب تھا آپ نے کسی اور سے مجھے چھین لیا وغیرہ وغیرہ، مگر حقیقت میں ایسی کوئی بات نہیں، کیونکہ بچپن کی منگنی صرف ابو کی خواہش پر یک طرفہ ہوئی تھی، میری بابائی گھروالوں کی رضامندی شامل نہیں تھی اس میں اسی لیے وہ ختم کر دی، میں نے اگر اپنی زندگی میں کسی لڑکی کو دن رات شدت سے چاہا اور سوچا ہے تو بس وہ صرف آپ ہیں۔ اسی لیے میرے سوہنے رب نے میرے نصیب کا حصہ بنادیا تمہیں۔“ وہ آپ سے تم پر آ گیا تھا۔ درمکنون کو اپنی خاموشی کا نقل توڑنا پڑا۔

ہوں اور جو عرصہ سجان کے ساتھ شادی کی پلاننگ کر رہے تھے وہ؟“ اس نے کچھ ایسے حملہ آور انداز میں کہا کہ میام بے ساختہ ٹھٹھکا کر بس دیا۔

”ادھر آجکل یہ افواہ ضرور میرے کسی دشمن نے اڑائی ہے، سچائی صرف اتنی ہے کہ عدینہ کو کہیں سے معلوم ہو گیا کہ میں تم میں انٹرسٹ تھا اور تمہارے دل میں بھی شاید کوئی جذبہ تھا میرے لیے، بس اسی بات پر صرف تمہیں تکلیف دینے کے لیے اس نے مجھے پر پوز کر دیا تھا۔“

”اور تم نے وہ پر پوز قبول کر لیا، ہے ناں؟“ وہ آتش فشاں بنی ہوئی تھی میام پھر مسکرا دیا۔

”یہ تو بھی عدینہ نے لے لی تو اسی سے پوچھنا۔“

”جو چیز نظر آ رہی ہو وہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔“

”چلو وقت بتائے گا۔“ وہ اٹھا درمکونوں جل گئی۔

”تم جاب چھوڑ کیوں نہیں دیتے اس کی؟“

”بہترین سلیری پیج ہے کیسے چھوڑ دوں؟“ اب وہ بھی وارڈروب سے کپڑے نکال رہا تھا وہ سامنے آکھڑی ہوئی۔

”مجھے پسند نہیں ہے تم اس کے ساتھ جاب کرو۔“

”تو؟“ بھنوں اچکا کر مسکرا ہٹ روکتے ہوئے اس نے اس کا ضبط آزمایا۔ درمکونوں نے آگے بڑھ کر اپنا سر

اس کے سینے پر لٹکا دیا۔

”تو جو چیز مجھے پسند نہیں ہے وہ چھوڑ دو ہمارا اللہ مالک ہے۔“ اس بار اس کے انداز میں عاجزی تھی۔ صیام

نے وارڈروب چھوڑ کر اسے اپنی ہانہوں میں سمیٹ لیا۔

”اتنی جیسی؟“

”جیسی نہیں میرا حق ہے اب۔“ اس نے دھونس جھائی صیام کے اندر خوشی کے جلت رنگ بج اٹھے۔

”ٹھیک ہے جناب سوچتے ہیں کچھ ایک دوست دینی کا ویزہ آفر کر رہا ہے شاید میں باہر چلا جاؤں۔“ اسے

ہانہوں کے حلقے میں لے کر وہ پھر سے بیڈ پر آ بیٹھا۔ درمکونوں مسکرا دی۔

”اب نقل پڑھ لیں؟ باتوں میں لگ گئے تو عمر گزر جائے گی۔“

”ہوں۔“ وہ مطمئن ہوئی تھی۔ صیام نے اس کی پیشانی چوم لی۔

دلوں سے رنگ اتر جائے تو زندگی خوب صورت ہو جاتی ہے درمکون صمد حسن کی زندگی سے بھی سارے

رنگ اتر گئے تھے اور اب وہاں صرف خوشیوں کا بسیرا تھا۔



صمد حسن نے مریرہ کو نیا گھر گفٹ کیا تھا۔ وہ آج بھی بیس سال پہلے کی طرح بے حد حسین اور شگفتہ تھی۔

پرہان اور درمکونوں کی رخصتی پر وہ اور صمد دونوں بیرونی گیٹ پر کھڑے دیر تک انہیں دیکھتے رہے تھے۔ مریرہ کی

آگے صمد نے اپنی انگلیوں سے صاف کی تھیں۔

اسے اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے کر دست روی سے چلتا وہ گھر کے اندر لے آیا۔ ساری الجھنیں ساری

آزماشیں ختم ہو گئی تھیں۔

اب باقی کا سفر انہیں ایک دوسرے کی ہمرانی میں خوشی اور سکون کے ساتھ بسر کرنا تھا۔ شب ہجر کی تمام

بارشوں کے بعد اب مطلع صاف ہو گیا تھا۔

(اختتام بخیر الحمد للہ)

(الحمد لله مسلسل اشاعت کہ چالیس سال مکمل)



نے جبران کو کال بھی کرنے کی کوشش کی تھی کہ جلدی لوٹ آئے لیکن اس کا سیل بھی آف تھا۔

تسکین بیگم نے بیڈ کی پشت سے سر نکایا اور آنکھیں بند کر کے ماضی کے دھندلوں میں اترتی چلی گئیں۔ بعد آنکھوں میں گزشتہ ماہ و سال پر ت پر ت کھلتے چلے گئے۔

”اماں..... اماں.....“ وہ تقریباً چھٹی ہوئی گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر گزشتہ کئی دن کی تاملیدی، ٹھنکن اور کوفت کی جگہ امید، شکر، اہٹ اور تازگی نمایاں تھی۔ اس کی آواز پر اماں کمرے سے باہر نکلیں۔

”اماں شکر اللہ پاک کا مجھے جاب مل گئی اور تنخواہ بھی مناسب ہے۔ ان شاء اللہ جلدی ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی ہماری۔“ وہ اماں سے لپٹ کر بولی اماں کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، بھی سوچا بھی نہ تھا کہ یوں بیٹی کو نوکری کی خاطر دھکے کھانے پڑیں گے۔ اچانک سے حالات ہی ایسے ہو گئے تھے کہ مجبوراً تسکین کو وہی گھر سے باہر نکلنا پڑا تھا۔

ہاشم صاحب دفتر میں جاب کرتے تھے دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ بیٹیاں تسکین اور مہرین اور بیٹے چھوٹے اظفر اور اشعر تھے۔ معمولی سی جاب تھی پھر بھی سفید پوشی برقرار رکھی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی بچوں کو پڑھا رہے تھے۔ تسکین بی بی اے کر رہی تھی جب کہ مہرین فرسٹ ایئر اظفر اور اشعر ساتویں اور چھٹی کلاس میں تھے۔ تسکین کا رشتہ طے تھا اور اس کی شادی گرجویشن کے بعد ہوئی تھی۔ تسکین کا رشتہ اس کی اور زیم کی پسند سے طے ہوا تھا۔ زیم اس کا ماموں زاد تھا۔ ماموں شروع سے ہی دینی میں تھے۔ زیم اکلوتا بیٹا ہونے کے ساتھ لاڈلا بھی تھا۔ پیسے کی کمی نہ تھی۔ ممانی قدسہ بیگم توڑی تک چڑھی تھیں مگر پھر بھی بیٹی کی پسند کو نہ چاہتے ہوئے بھی پسند کر کے رشتہ طے کر چکی تھیں۔ ہاشم صاحب روایات کے پابند تھے۔ اس لیے رشتہ طے ہو جانے کے بعد کو زیم اور تسکین کو بات چیت کرنے یا ملنے جلنے پر اعتراض نہ کیا مگر گھومنا پھرنا سیر و تفریح کی

وہ جب سے آئی تھیں۔ عجیب سی بے چینی اور اضطراب کا شکار تھیں۔ برسوں گزر جانے کے بعد آج پھر ایک بار پرانے زخم ہرے ہو گئے تھے۔ دکھ اور بے وقفی کا احساس، ٹھکرائے جانے کا کرب ایک بار پھر پوری سرائت کے ساتھ رگ و پے میں اترنا محسوس ہوا تھا۔ وہ دکھ جو انہوں نے ٹھپک ٹھپک کر سلا دیئے تھے۔ تنخیاں اپنے اندر مار کر زندگی کو نارمل انداز میں گزارتے ہوئے اس مقام تک آئیں تھیں لیکن آج ان کے بیٹے نے ان کو تیس سال پیچھے لا کھڑا کیا تھا۔

انسان اپنے دکھ و درد و محرومیوں ازیت کو جب ٹھپک کر سلا دیتا ہے اور اپنے طور سے مطمئن بھی ہو جاتا ہے کہ وہ ماضی کی تنخیاں کو بھول چکا ہے۔ حال میں مگن ہو کر محض خود کو جھوٹی تسلی دیتا ہے۔ بظاہر ہنستا بولتا انسان اپنے اندر نہ جانے کیسے کیسے شوریدہ طوفان چھپائے ہوئے ہوتا ہے اور کسی بھی یاد کا نشانہ سا کنگر کسی کی سوچ کا معمولی سا اثر اور کسی کے ساتھ کا ایک لمحہ اسے پھر سے اسی مقام پر لا کھڑا کرتا ہے کہ جس سے منہ چھٹا کر اور داس بجا کر وہ ساری زندگی گزار دیتا ہے۔ یہی حال تسکین بیگم کا تھا۔ وہ جن یادوں کو گزشتہ کئی برسوں سے بھولنے کی کوشش میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو چکی تھیں کہ..... آج پھر ایک بار انہی یادوں کے بھنور میں پھنس کر بے چینی اور اضطراب کی کیفیت سے دو چار تھیں۔ وہ تنخیاں ایک بار پھر سے ان کے حواسوں پر اس طرح سے قابض ہونے لگیں تھیں کہ ان کا حلق تک گڑوا ہو گیا تھا۔ خولہ دو بار انہیں دیکھ کر خاموشی سے دروازے سے لوٹ گئی تھی۔ کافی دن بعد اس نے ماما کو اس حالت میں دیکھا تھا۔ اس نے ماما کو مخاطب کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ وہ جانتی تھی کہ ماما کیسی حالت میں تنہا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ مگر وہ اس کیفیت سے پریشان ضروری تھی۔ جبران بھی گھر پر نہ تھا۔ حالانکہ شام تک ممانتی خوش تھیں۔ خوشی خوشی روزینہ کے گھر گئی تھیں۔ ان کو جبران کی پسند پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ تو ساری زندگی بچوں کی خوشی میں خوش رہنے والی خاتون تھیں مگر آج ان کا یہ رویہ خولہ

”جواب کے لیے کوشش کر رہی ہوں۔“ تسکین نے
پیر اسٹبل کرتے ہوئے سر اٹھ کر اسے دیکھا آنکھوں
میں بے بسی تھی۔

”کیوں.....؟ تم جواب کرو گی؟“ زعیم کو حیرت ہوئی۔
یہ اس کے لیے غیر یقینی اور شاید کد خیزی۔

”ہاں! زعیم مجبوری سے اباجی کی حالت سنبھلنے میں نہیں
آ رہی..... اس لیے مجھے بھی کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔“

”اوہنہ.....“ زعیم نے سر ہلایا۔

”اوکے..... ایک کام کرو اباجی تم صبر کرو۔ میں کچھ دن
کے لیے آؤٹ آف شٹی جا رہا ہوں۔ واپس آ کر اس
موضوع پر بات کرتے ہیں۔“ زعیم نے کچھ دیر توقف کے
بعد کہا۔

”سوچنا اور بات کیا کرنی ہے زعیم؟ مجھے ہر حالت
میں جواب کرنی ہے۔“ اس نے فیصلہ نہایا۔

”اوکے..... مگر کچھ دن ٹھہر جاؤ۔“ زعیم جلدی میں
تھا۔ اسے کہہ کر وہ واپس لوٹ گیا اور شام کو ہی دوسرے
شہر چلا گیا۔

زعیم تین ماہ کے لیے گیا تھا اور تین ماہ تک انتظار کرنا
ناممکن تھا۔ ادھر انٹرویو کی کال بھی آ گئی تھی اور تسکین کسی
صورت یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔ سو وہ
صبح ہی وقت سے کچھ پہلے آفس پہنچ گئی۔ امیدواروں کی
لمبی لائن دیکھ کر ایک لمحے کے لیے دل وہلا رہا تھا۔ ہونٹوں
مگر پھر سب کچھ اللہ کے سپرد کر کے صوفے پر ٹپک گئی۔

بے باک اور فیشن ایبل لڑکیاں دوپٹوں سے بے نیاز
تنگ کپڑوں میں ملبوس اونچے اونچے قہقہے لگا کر اپنے
تراشیدہ بالوں کو جھٹکے دیتی ہوئی میک اپ سے دکتے
چہرے پیش قیمت برس اور موبائلوں کے ساتھ مطمئن اور
پُر سکون لڑکیوں کو دیکھ کر وہ ہی دل میں سوچنے لگی یا
اللہ! کیا یہ لڑکیاں ضرورت مند ہوں گی؟ کیا ان کے گھر
میں بوڑھا بیٹا اور اپنا بچا ہوا؟ کمزور اور پریشان حال
مائیں ہوں گی؟ ان کے گھروں میں راشن کے لیے
بیسوں کی ضرورت ہوگی؟ جب اس کی آنکھیں نم ہونے

لگیں۔ عام سے کاشن کے سوٹ پر عیاں پہنے چہرے کو
اچھی طرح نقاب سے چھپائے کامل سے بے نیاز
آنکھیں۔ معمولی سا برس اور ساتھ ہی فائل سنبھالے عام
سے جوتوں میں وہ خود کو مسٹ فٹ سمجھنے لگی تھی۔ اس کا نام
پکارا گیا۔ ہمتیں جمع کر کے وہ پُر اعتماد طریقے سے
اجازت لے کر روم میں داخل ہوئی۔ پُر اعتماد جوابات
ذہانت اور پھر رباب کے بھائی کی گزارش پر اسے منتخب
کر لیا گیا۔ وہ خوشی سے بے قابو ہو رہی تھی۔ اسے بالکل
بھی یقین نہ تھا کہ اسے چن لیا جائے گا۔ اللہ پاک کالا کھ
لاکھ شکر ادا کرتے وہ رباب اور اس کے بھائی کی بہت
مشکور ہو رہی تھی کہ ایسے نصیب وقت میں رباب نے دوستی
کا حق ادا کر دیا تھا۔ شہناز بیگم کو خوش خبری سنا کر اس نے
فوراً ہی شکرانے کے لٹل ادا کیے۔ اس روز ہاشم صاحب
بہت روئے تھے۔ قد سے بیگم آج کل اپنے میکے میں کسی کی
شادی اینڈز کرنے لگی ہوئی تھیں۔ ابھی ان کے علم میں یہ
بات نہیں تھی۔ زعیم بھی دوسرے شہر میں تھا۔

سیلری بھی معقول تھی پک اینڈ ڈراپ بھی تھا کیونکہ
آفس گھر سے کافی دور تھا۔ بظاہر سب کچھ بہتر تھا۔ اللہ کا
نام لے کر تسکین نے جاب شروع کر دی تھی۔ خاموشی سے
سر جھکائے اپنے کام میں مصروف رہتی۔ غیر ضروری کسی
کی طرف دیکھتی بھی نہیں تھی۔ آفس میں بددماغ اور مغرور
مشہور ہو گئی تھی۔ کچھ فیشن ایبل لڑکیاں اس کے جواب کا
اور اس کے انداز کا مذاق بھی بتا رہی تھیں وہ ہر چیز کو درگزر
کرتی اور اپنے کام پر مکمل دھیان رکھتی۔ اس کے پاس اس
کے کام سے بہت خوش تھے اور اس سے بالکل بیٹی کی طرح
شفقت سے بات کرتے اسے اور کیا چاہیے تھا۔

زندگی میں ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ اسے سیلری ملی تو وہ بہت
خوش تھی۔ اباجی کے لیے فروٹ لے کر آئی۔ گھر کا ماحول
بھی کچھ بہتر ہو گیا تھا۔ نظار اور اشعار اسکول اور ٹیوشن سے
فارغ ہو کر محلے کی موبائل کی دکان پر دو گھنٹے کام کرتے تو
کچھ پیسے ان کو بھی مل جاتے۔ مہرین کے پاس بھی
ٹیوشن کے بچے آنے لگے تھے۔ پھر تسکین کو بھی اچھی

فان بربروے دی۔ ہم ہینہ بانہ دیے؟ ہم الدین
کے لہجہ میں قافرتھا۔

نمبر سیکرہ نمبر سیکرہ نمبر
آنچل * اپریل

”ہم نے تو سہیانے والے انخرے دکھائے ہی نہیں
شہناز بیگم لیکن یہ ہمارا حتیٰ فیصلہ ہے کہ اگر رشتہ برقرار
رکھنا ہے تو ہماری یہ بات مانتی پڑے گی؟“ تسکین کے
ساتھ شہناز بیگم نے ان کے جملے پر حیرت سے ان کا
دیکھا۔ انہوں نے بڑی آسانی سے اگر لفظ استعمال کیا تھا

”بھائی صاحب، بھابی رکے تو سہی بات تو سنیں۔
شہناز بیگم دونوں کو پکارتی رہیں لیکن دونوں اول فوٹ بکے
کمرے باہر نکل گئے۔

”یہ تم نے کیا کر دیا، ہم کچھ نہ کچھ کر لیتے۔ زعیم کو کال کر کے بات کرتے۔“ شہناز بیگم تسکین کی طرف پلٹیں۔

”اماں..... اللہ کے لیے چپ ہو جائیں۔ میں میں پاگل ہو جاؤں گی۔“ تسکین کی عجیب ہنسیانی کیفیت ہو رہی تھی۔ شہناز بیگم منہ پر ہاتھ رکھ کر رونے لگیں۔

”اماں..... ماما کو روز اول سے اس رشتے پر اعتراض تھا۔ وہ بہانے دھوڑتے رہیں۔ آج نہیں تو کل یہ ہونا تھا۔ آپ فکر نہ کریں اللہ پاک بہتر کرے گا۔“ کچھ دیر بعد تسکین نازل ہوئی تو اماں کے کان دھے پر سر رکھ کر نرم لہجے میں مخاطب کیا تب ہی زعمیم کی کال آگئی۔

”تسکین تم خود کا غریبا ملتی ہو شرم تو نہیں آئی میری
ای اور ابوکی بے غریزی کرتے ہوئے سوہ میرے مال باپ
ہی نہیں تمہارے ماموں ممانی بھی تھے۔“ سلام نہ دعا
چھوٹے ہی تیز لہجے میں کہا۔

”زعیم میری پوری بات سنو..... شاید تم کو ساری باتوں کا علم نہیں۔ میں نے کوئی بدتمیزی نہیں کی بلکہ.....“

”چپ کرو تسکین..... تمہارے خیال میں میرے ماں باپ جھوٹے ہیں۔ تمہیں درمیان میں بولنے کی ضرورت ہی کی تھی۔ بڑوں میں بات ہو جاتی۔ پہلی بات تو یہ کہ جب میں نے تمہیں روکا تھا تو تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کچھ ماہ بعد میں آ جانا تو بات ہو جاتی مگر نہ صرف تم نے میری بات رد کی بلکہ میری عقلی کے ساتھ بھی تمیزی کی۔ تسکین میں نے جہیں چاہا تھا۔ تمہیں دل سے پیار کیا تھا۔ تمہارے ساتھ جینا چاہتا تھا مگر..... تم نے مجھے میرے ماں باپ کی نظروں میں بھی گرا دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم یوں بدل جاؤ گی اور یہ رشتہ ختم کر دو گی۔ اگر کوئی اور پسند تھا تو.....“

”چپ ہو جاؤ زعیم..... ایک لفظ بھی آگے مت کہنا
اور میری بات سنو.....“
”مجھے کچھ نہیں سننا تسکین..... میری طرف سے بھی
رشتہ ختم سمجھو“
”زعیم..... وہ منمنائی۔“

3

میں نے سن تھا

کل شب

تم بھی میری طرح

سوچ کے آسمان پر

کچھ تاثر کر رہی ہے۔

.....

.....

محرمیہ کا ستارہ

پھر جب تک
انہیں

خدیجہ رانا مقامی.....کھڑیاں خاص

”اگر تم میرے ہمارے ہو تو میں بھی رہ سکتا ہوں۔
آئندہ مجھ سے بات کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔“
کٹ چکی تھی۔

”یا اللہ کیسا آدمی تھا۔ ایک طرف کی جمہوریت بھی بات سن کر تانہ پڑا فیصلہ کر لیا۔ وہ بتانا چاہتی تھی اپنی سچائی اور عمرانی کی دھمکی۔ لیکن وہ..... وہ کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھا۔ تسکین نے دوبارہ کال ملائی لیکن پیل آف تھا۔

”یا اللہ یہ کیا ہو گیا.....؟“ پل میں سارے رشتے
ناٹے ختم ہو گئے تھے۔

قد سیرہ بیگم جو جاہلی تھیں وہ ہو گیا تھا۔ ان کو ولسے بھی
پتی پھا بھی سے سزع عم کی شادی نہیں کرنی تھی۔ ان کو نہ تسکین
پہنڈھی اور نہ یہ متوسط اور سفید پوش گھرانہ۔ ہاشم صاحب
نے صدمہ دل پر لے لیا اور بالکل چپ ہو گئے۔ شہناز بیگم
کا بھی برا حال تھا۔ بچے بھی اس صورت حال سے خاصے
مضطرب تھے۔ لیکن تسکین نے ہمت اور حوصلے سے رفته
رفته سب کو تارل کر لیا۔ دکھ تو اس کو بھی اس بات کا شدید تھا
کہ اتنے عرصے سے رہنے والا رشتہ یوں ہل میں غلط فہمی
اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ اسے ماموں ممانی سے
یادہ زعم سے شکایت تھی کہ اس نے صفائی کا موقع بھی
نہیں دیا تھا۔ ماں کی باتوں میں آ کر اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا۔
سوں کی محبت کو محض یک طرفہ فرق کی بات سن کر ہل

میں رونے لگا۔

ہو گئے تھے۔ جبران آیا تو خولہ نے اسے مہمان کے روپے کے بارے میں بتایا۔

”ممما.....“ جبران کی آواز پر تسکین بیگم خیالات کی دنیا سے باہر نکلیں۔ آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اس کی جانب دیکھا۔ سرخ اس آنکھیں۔ جبران تڑپ اٹھا۔

”ممما..... کیا ہو گیا ہے؟ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے

ناں؟ ممما..... آج بہت عرصے بعد آپ اتنی پریشان اور

مضطرب ہیں۔ پلیز مجھے بتائیے۔ خولہ بتا رہی ہے۔ آپ

زندہ کے گھر سے آنے کے بعد سے پریشان ہیں۔ کیا ہوا

ممما؟ اگر آپ کو زندہ یا اس کی فیملی پسند نہیں تو میں ہرگز اس

سے شادی نہیں کروں گا؟ آپ سے وجہ بھی نہیں پوچھوں

گا۔ مگر آپ پلیز اس طرح سے اداس مت ہوں یہ..... یہ

میں برداشت نہیں کر سکتا۔ ممما مجھے آپ کی خوشیاں عزیز

ہیں اور کچھ نہیں۔“ جبران ان کے ہاتھ تھام کر جذب کے

عالم میں بولی رہا تھا اس سے ماں کی یہ کیفیت برداشت

نہیں ہو رہی تھی۔ خولہ بھی ساتھ ہی کھڑی تھی۔

”جبران مجھے تمہاری پسند پر اعتراض نہیں ہے مگر.....“

تسکین بیگم سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے بولیں اور ذہنی نظروں

سے جبران کی طرف دیکھا۔

”مگر کیا ممما؟“ جبران نے بتانی سے پوچھا۔

”تم نے اس کے پورے نام پر غور نہیں کیا؟ اس کا کیا

نام ہے؟“ تسکین بیگم کی بات پر جبران نے ابھی نظروں

سے ان کی طرف دیکھا۔

”کیا ممما..... زندہ زعمیم احمد“ وہ بے ساختہ رولانی میں

کہہ گیا اور دوسرے لمحے ہی اس نے ہونٹوں کو پکڑا۔

”اوہ ممما.....“ خولہ بھی اس کی بات پر چوکی۔

”وہ زعمیم احمد کی بیٹی ہے۔ آپ کے کزن..... اوہ

سوری ممما..... آئی ایم ویری ویری سوری۔ میں اس بات

سے قطعی لاعلم رہا۔ مجھے اندازہ نہ تھا کہ انجانے میں میں

نے اتنی بڑی غلطی کر ڈالی۔ میں بہت شرمندہ ہوں ممما۔ آج

آپ کو میری وجہ سے دکھ پہنچا۔ میری ذات نے آپ کو

ایک بار پھر ماضی کی تلخیوں میں دھکیل دیا۔ آپ گزشتہ دو

دن پر دن گزرتے گئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ سب

لوگ اس حادثے کو بھولنے لگے تھے۔ تسکین نے نہایت

محنت اور دل جمعی سے کام کیا تو اسے ترقی بھی ملتی گئی اور

پوزیشن بھی اچھی ہوئی تھی۔ زعمیم ناموں اور ممانی سے کوئی

رابطہ نہ تھا نہ کوئی ان کی خیر خبر دیتا۔ گویا ان لوگوں کے تعلق

اور رشتے کا باب ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا تھا۔ تسکین کے

لیے آفس میں کام کرنے والے عبدالرحمن اظہار کا رشتہ آیا

تھا۔ اچھی فیملی تھی اس کی بات طے ہو گئی۔ تب تک اظفر

میٹرک کر کے دہلی چا چکا تھا۔ مہرین کی بات بھی طے ہو گئی

تھی۔ تسکین کی شادی ہو گئی۔ عبدالرحمن بہت اچھا اور نیک

انسان تھا۔ تسکین کا بہت خیال رکھتا۔ وہ بہت خوش تھی۔

وقت کا پہرہ تیزی سے گھومتا رہا۔ تسکین کے لیے زعمیم اور

زعمیم سے وابستہ ہر بات ایک خواب بن کر رہ گئی تھی۔ وقت

کے ساتھ ساتھ قدرت نے اس کی جھولی میں پہلے جبران

اور پھر خولہ کی صورت میں پیارے پیارے بچے ڈال

دیے۔ اباجی کا انتقال ہو گیا۔ اماں بھی چھوڑ کر چلی گئیں۔

عبدالرحمن نے بھی داغ مغارت دے کر ملک عدم کی راہ

سنیالی۔ تسکین کے لیے صرف اور صرف بچے اور بچوں کی

خواہشات عزیز تھیں۔ جبران نے پڑھائی مکمل کر کے

بہترین جاب کر لی۔ خولہ نے گریجویشن کر لیا اس کا رشتہ

طے ہو گیا۔ آج تسکین بیگم ایک اچھے مقام پر تھیں۔ اللہ

پاک نے ان پر کرم کر رکھا تھا۔ مالی لحاظ سے خاصی مستحکم

تھیں اور اولاد کی طرف سے بھی خوش قسمت۔ اب انہوں

نے جبران کے لیے رشتے کی تلاش شروع کر دی تو..... جبران

کی پسند اور خواہش پر آج زندہ کے گھر گئیں تھیں اور جب

سے واپس آئی تھیں اضطرابی کیفیت سے دو چار تھیں۔

انہوں نے ساری زندگی بچوں کے ساتھ بالکل دوستانہ

رویہ رکھا تھا۔ اپنی ہر بات بچوں سے شیر کر تھی۔ بچوں کے

سامنے وہ کھلی کتاب تھیں۔

آج ان کا یہ رویہ اور چپ خولہ اور جبران کے لیے

نہایت تکلیف دہ تھی۔ پرانے ذمہ ایک بار پھر سے تازہ

دل کی باتیں

مرف آصف

ساتھ دل کے چلے دل کو نہ روکا ہم نے
جو نہ اپنا تھا اسے ٹوٹ کے چاہا ہم نے
اک دھوکے میں کئی ہے یہ عمر ساری
کیا بتائیں کیسے پایا کسے کھویا ہم نے



دیکھی تو کام چھوڑ کر زارا کو سہارا دیا۔

بھرا ہوا تھا آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے پھرنے چاہتے ہوئے
 بھی وہ آئینہ کے غلوں کے آگے ہار گئی بے ساختہ سب کچھ
 کہہ ڈالا۔ شاید وجود میں بڑھتی ہوئی مٹھن کی ٹکاسی کا یہ ہی
 بہترین طریقہ سمجھ میں آیا۔ زارا کے آنسو بہانے پر ابراہیم کا
 دل بری طرح سے دھڑکنے لگا۔ دل میں خواہش جاگی کہ
 جا کر ٹکری کے دو حرف ہی بول دے مگر کس رشتے سے زارا
 نے تو کبھی اسے اتنا قابل اعتناء جانا ہی نہیں۔

”جتنی دیر میں ہم کافی کاکہ ختم کریں گے۔“ اس نے زارا کو مسکراتے دیکھا تو وہ لاؤنج کی طرف بڑھ گئی شاید خود بھی دل کا جوہ ہلکا کرنا چاہ رہی تھی۔

آمنہ نے اوون میں کوئیکر کی ٹرے رکھنے کے بعد کافی بناؤ اور ڈرے میں رکھ کر لاؤنج کی جانب بڑھی۔

زارا اپنے گھر واپس جا چکی تھی مگر ابراہیم اور آمنہ اسی کے بارے میں سوچتے رہے تھے۔

”تھینک یو۔“ خیالوں میں کھوٹی ہوئی زارا نے قدموں کا احاب رننگا اٹھائی اور آ منہ کے ہاتھ سے مگ لیا۔

آمنہ زارا کے پڑوسی عبداللہ خان کی بیوی تھی۔ عبداللہ کا تعلق بھی پاکستان سے تھا۔ امنہ اس خوبرو پاکستانی مرد پر مرثیہ بھی عبداللہ کو بھی گوری رنگت اور نیلی آنکھوں والی یہ بے غرض سی لڑکی بہت اچھی لگی ان دونوں نے شادی کر لی اور یہ فیملی چند سال قبل ان کے پڑوس میں آکر آباد ہو گئی تھی۔ تب سے ان کے درمیان بہت اچھی بھہ رہی تھی۔ اٹھیا جو شادی کے بعد آمنہ ہوئی تھی اس کی خواہش پر رازدار نے اسے کئی قسم کے پاکستانی کھانے پکانا سکھائے کچھ مشرقی لباس سی کر گفٹ کیے یہاں تک کہ اسے عبداللہ کی پسند میں ڈھال دیا جس پر وہ بہت شکر گزار ہوئی اور دونوں کے بیچ دوستی کا بندھن مزید گہرا ہو گیا تھا۔

”ایک بات کہوں میں کافی ہرٹ ہوئی ہوں کہ اب تم مجھ سے باتیں چھپانے لگی ہو۔“ اس کے سامنے بیٹھ کر کافی کلب لیتے ہوئے بولی۔

”اب میں کیا کہوں؟“ اس نے بے زاری سے سوال کیا۔

”دل کا بوجھ کچھ کہنے سے ہلکا ہو جاتا ہے۔“ آمنہ نے حوصلہ دیا۔

”ایک عورت کے لیے بہت مشکل ہے کہ وہ اس بات کا اعتراف کرے کہ اس کے شوہر کی زندگی میں کوئی دوسری آگئی ہے۔“ خود کانداق اڑانا مشکل کام ہی سہی مگر اس نے بے اختیار ہنسنے ہوئے ایسا کیا اور پھر ہنسی چلی گئی۔ لاؤنچ سے متصل کمرے کی کھڑکی کے پار بیٹھے ابراہیم کے کانوں میں زار کا ہنسیاں قبضہ ہونے لگی تھیں تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے کان، ان دونوں کی باتوں پر تل گئے۔

”پلیز زار مجھے بتاؤ تمہاری زندگی میں ہو کیا رہا ہے؟“
آمناس کی بات سن کر کافی پریشان ہوئی۔

”بعض باتیں خود سے بھی چھپانا ضروری ہو جاتی ہیں
انجی کیوں کہ ان کے افشاء ہو جانے کے بعد نگاہیں ملانے
مشکل ہو جاتا ہے دنیا سے اور شاید خود سے بھی۔“ ایک
مسکراہٹ لے کر دو کھڑے ہوئے انداز میں بولی۔

”او..... کھاؤ..... پلیز ٹیل می۔“ آمنہ نے اسے تشویش سے دیکھا۔

”یہ دقت تو ہمارے ہی کی جائے کا ہے۔“ زرارے نے ٹی وی کی ریمرکس رکھنے کے بعد تیزی سے اٹھنا چاہا، پھر کچھ سوچ کر ٹھہر گئی۔

”ہونہہ..... میں کیا صرف خدمت گزاری کے لیے ہوں۔“ وہ صوفے پر بیٹھ کر چینل سرچنگ کرنے لگی۔
 ”زرا اچاچائے۔“ تابش کی آواز آئی مگر وہ ان سنی کر کے بیٹھی رہی ویسے بھی آمنہ کے دیئے گئے تازہ لکچر کا اثر ابھی باقی تھا۔

”اب اسی سے فرمائش کریں ناں، جس کے ساتھ بیٹھ کر قہقہے لگائے جاتے ہیں۔“ زار نے دانت کچکچائے اور

اس دن کو کوٹنے لگی جب عیناں نے ان کے گھر میں قدم رکھا تھا۔

”یہ عیناں ہے میری کزن۔“ تابش نے مسکرا کر اپنے برابر میں گھڑی کم عمر شاخیز لڑکی کا تعارف کرایا۔

”اچھا اس سے پہلے بھی نہیں دیکھا؟“ زارائے کشن کو پرکڑھائی کرتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا۔

”اصل میں عیناں کی امی منزہ میری چھوپو کی نند ہیں اس لیے آتا جاتا بہت زیادہ نہیں۔“ اس نے بڑے خوشگوار انداز میں اطلاع دی۔

”اوکے“ زارائے دھاگا پروتے ہوئے مختصر انداز میں جواب دیا۔

”اتفاق دیکھو اسے ہمارے گھر کے نزدیک واقع پونی ورثی میں ایڈمیشن ملا ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ جہاں اس کی رہائش کا انتظام کیا گیا ہے وہ ایریا پونی سے بہت دور پڑتا ہے۔“ اس نے بیوی کے تاثرات ٹوٹ کرتے ہوئے محتاط انداز میں تمہید باندھی۔

”اوہ..... اچھا۔“ زارائے بے توجہی سے کاندمے اچکائے اسے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی تھی وہ تو مہمان کی خاطر کے لیے بچن میں جانے کا سوچ رہی تھی۔

”اصل میں بیچاری کو روزانہ وہاں آنے جانے میں بہت ٹائم لگ جاتا ہے جس سے پڑھائی بھی متاثر ہو رہی ہے۔“ تابش کے لہجے میں گداز پیدا ہونے لگا معاملہ برادری کا تھا اس پر زریںہ کا تاکیدی فون اچکا تھا اسے

عیناں کی مدد کرنی تھی جس نے گڑگڑا کر پردیس میں اپنی تنہائی کا ایسا منظر پیش کیا کہ وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔

”چائے پیو کی یا جوس؟“ زارائے اثر لیے بنا اچھا میزبان بننے کی کوشش کی یعنی کادل، محل، کرخاک ہوا۔

”پوری بات تو سنو میں نے عیناں کی برائیم کو سمجھتے ہوئے اسے اپنے گھر شفٹ ہونے کی پانچگش کردی ہے۔“ تابش نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

”کیا؟“ زارائے اس بار اچنبھے سے شوہر کو دیکھا تو

اس لیے بد رو بھری داستان سنائی گئی۔

”تم کو تو میں عیناں کا سامان لے آؤں۔ یہ جو کچن کے برابر والا چھوٹا روم ہے عیناں اسی میں ایڈجسٹ کر لے گی۔“ تابش نے فیصلہ سنایا اور حوصلہ دیتی نگاہوں سے عیناں کو دیکھا۔

کیوں کہ مغربی لائف اسٹائل میں ایسی باتوں پر کافی مانڈ کیا جاتا تھا۔ زارا کو شوہر کی بات پر شاک لگا تھا بے دھیانی میں ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھپرہ لگی۔

”ف۔“ وہ سر جھکائے ہوئے سوئی انگلی سے ٹکائے لگی مگر تابش کو تو اس کے اعتراض نہ کرنے پر سکون ملا مسکراتا ہو عیناں کی طرف مڑ گیا۔

”دیکھا عیناں میں نے بتایا تھا ناں کہ میری وائف بہت اچھی ہے وہ تمہیں خوشی سے ویلیم کہے گی۔“ اس نے جوش سے کہا۔

”تھینک یو بھابی۔“ عیناں نے تکلفا بڑی بے دلی سے اس کا شکریہ ادا کیا اور تابش کے پیچھے گاڑی سے سامان نکالنے چل دی۔

ہاتھ پر ٹشو پیش زارائے اس بات پر حیرت زدہ رہ گئی کہ تابش کو کیا ہو گیا ہے وہ تو ہمیشہ سے لائف میں پرائیویسی کا علمبر اور تھا۔ زارا کو یاد تھا جب چھوٹے بیٹے کی پیدائش کے موقع پر اس کی حالت بہت خراب تھی اس نے خود زارا کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کیا مگر خواہش کے باوجود اپنی ساس کو یہاں نہیں بلوایا۔ اس کا مقولہ تھا کہ بلاوجہ آنتی اتنی دور آکر پریشان ہوں اور ان کی وجہ سے گھر کی روٹیں بھی دسٹرب ہوگی۔

”ناب اچانک انہیں کیا ہو گیا.....!“ زارا کو برا تو لگا مگر اس نے تابش کی خوشی کے لیے خاموشی اختیار کر لی۔ ویسے بھی سسرال سے پہلی بار کوئی یہاں آیا تھا اب وہ اتنی بھی بے مروت نہ تھی مگر کاش ہوئی اسے سمجھتا ہوا کہ اسی دن

اپنا حق کیوں نہیں استعمال کیا۔ بے مروتی سے اپنے گھر سے اس نام نہاد کزن کو چلا کر دیا ہوتا تو آج حالات مختلف

ہوتے مگر وہ اپنی مروت مشرتی پن اور کچھ شوہر کے خوف

سے اس کا شکریہ ادا کیا اور تابش کے پیچھے گاڑی سے سامان نکالنے چل دی۔

ہاتھ پر ٹشو پیش زارائے اس بات پر حیرت زدہ رہ گئی کہ تابش کو کیا ہو گیا ہے وہ تو ہمیشہ سے لائف میں پرائیویسی کا علمبر اور تھا۔ زارا کو یاد تھا جب چھوٹے بیٹے کی پیدائش کے موقع پر اس کی حالت بہت خراب تھی اس نے خود زارا کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کیا مگر خواہش کے باوجود اپنی ساس کو یہاں نہیں بلوایا۔ اس کا مقولہ تھا کہ بلاوجہ آنتی اتنی دور آکر پریشان ہوں اور ان کی وجہ سے گھر کی روٹیں بھی دسٹرب ہوگی۔

”ناب اچانک انہیں کیا ہو گیا.....!“ زارا کو برا تو لگا مگر اس نے تابش کی خوشی کے لیے خاموشی اختیار کر لی۔ ویسے بھی سسرال سے پہلی بار کوئی یہاں آیا تھا اب وہ اتنی بھی بے مروت نہ تھی مگر کاش ہوئی اسے سمجھتا ہوا کہ اسی دن

اپنا حق کیوں نہیں استعمال کیا۔ بے مروتی سے اپنے گھر سے اس نام نہاد کزن کو چلا کر دیا ہوتا تو آج حالات مختلف

ہوتے مگر وہ اپنی مروت مشرتی پن اور کچھ شوہر کے خوف

”بعض لوگوں کو ہیرے کی قدر نہیں ہوتی وہ انہیں مٹی میں رول دیتے ہیں۔“ اس نے غصے میں اسٹیرنگ پر مکا مارا اور کار اشارت کر کے بھاگے گئے۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

”اس مہینے میں پیسہ سری بار ہوا ہے جب بحث و مباحثہ کا نتیجہ ڈھاکہ کے تین پات نکلا۔“ زارا کے ذہن میں اپنی اماں کی مثالیں ایسے دقتوں میں خوب گونجا کر رہیں۔ ماحول خوشگوار تو زندہ سکا البتہ یہ ہوا کہ تائبش ناراض ہو کر گھر سے باہر نکل گیا اور پھر لوٹا تو اسے لفٹ کرواتے بغیر بستر نیچے بچھا کر مڑے سے سو گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں سوچتی رہی تھی۔ کتنی حسین یادیں تھیں، جنہوں نے زارا کو جکڑ رکھا تھا، وہ شاب تو ان دونوں کے بچ ایک غبار سا چھا گیا تھا، جس میں بہت کچھ کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔

رات کے اندھیرے میں اس نے اداسی کی چادر میں سینٹے ہوئے چند معمولی لحوں کو یاد کیا اور لیوں پر بے اختیار مسکراہٹ بکھر گئی۔ زارا جب بیاہ کرے گا وہاں آئی تھی تو پرشے جیسے اجنبی لگتی، چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوف زدہ ہو جاتی، اسی لیے تائبش اسٹڈی میں جا کر کام کرنے کی جگہ بیڈروم میں اس کے سامنے بیٹھ کر کام ختم کرتا تھا تو اسے سلی راتھی۔ اس دن بھی وہ لیپ ٹاپ پر کام میں مصروف تھا اور اچانک اندھیرا چھا گیا تھا۔

”یہ لائٹ کو کیا ہوا؟“ زارا نے گھبرا کر پاس بیٹھے تائبش کے مضبوط بازو پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا۔

”میں جا کر چیک کرتا ہوں۔“ وہ اپنا کام ایسے ہی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”سین۔“ اس نے گھبرا کر پیچھے سے پکارا۔

”کیا ہوا زارا؟“ تائبش نے رگ کر پیار سے پوچھا۔

نیم اندھیرے نے کمرے کے ماحول کو خاصہ رومان پرور بنا دیا تھا۔

”مجھے اندھیرے میں ڈر لگتا ہے۔ آپ اکیلے باہر نہ جائیں۔“ زارا کے نازک لب کپکپائے اور وہ کھسک کر

گھر کے سامنے والے حصے کی جھاڑیاں صاف کر کے زارا نے بڑی محنت سے نئے موسم کے پودے لگائے اور پھر اس قطعہ کو چھوٹے سے سرسبز لان میں تبدیل کر دیا۔ جب بھی گھر والوں کی یاد تائبش کے بچہ رویوں کے باعث اس گھر سے دور بھاگنے کی خواہش دل میں جاگتی تو وہ خود پر قابو پانے کے لیے اس خاموش گوشے کی طرف نکل آتی، یہاں کچھ دیر بیٹھ کر خود کو بے سکون کرنے کی کوشش کرتی۔ اپنے ہاتھوں سے لگائے پھول پودوں سے باتیں کرتی، انہیں پانی دیتی، جب جی ہلکا ہو جاتا تو دوبارہ سے یہاں کی مشقت بھری زندگی سے لڑنے کے لیے مشینی زندگی میں لوٹ جاتی۔ اس وقت بھی وہ باغبانی میں مصروف پودوں سے باتیں کر رہی تھی۔

”کبھی کبھی لگتا ہے کہ جیسے تائبش کا ساتھ مجھے دوسرا ہٹ دینے کی جگہ تنہائی کی گھرائیوں میں گھنچ رہا ہے۔“ گلاب کی کلی کو چھوتے ہوئے اس نے دل کا درد سنایا۔

”جانے کیوں اس قدر بے رخی کا مظاہرہ کرنے لگے ہیں؟“ سو کچھ چوں کو صاف کرتے ہوئے ایک ہی بات کو تھما پھرا کر سوچا پر کوئی مناسب جواب نکل پایا۔

”اف۔۔۔۔۔ میرے اللہ۔“ سر میں ٹیس سی اٹھنے لگی وہ سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی۔

ابراہیم اسی وقت اتفاق سے کہیں جانے کے لیے باہر نکلا تھا کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا، ابھی سیٹ بیلٹ لگا ہی رہا تھا کہ اچانک اس نے زارا کو اپنے لان میں سر پکڑے بیٹھا دیکھا۔ وہ بڑی معصوم اور تنہا تھا سی لگی۔ ابراہیم اسے بے اختیار دیکھتا چلا گیا۔

”اف جس لڑکی کو میں نے اپنے دل کے ایوانوں میں عشق کی صورت کی طرح سنبھال کر رکھا تھا، اس کا کیا حال ہو گیا زارا کاش تم میری بات مان لیتی۔“ اس کے دل سے آہ نکلی۔

”ہیلو“ زارا نے بشکل اپنا منہ کھولا اور گھبرائی ہوئی سی کھڑی بہت ہی بھاری لگ رہی تھی۔

”آپ سے مل کر خوشی ہوئی زارا۔“ ابراہیم نے دلچسپ لگا ہوں سے اسے دیکھا۔

”شکریہ۔“ اس کی نظروں سے پزل ہو کر زارا نے پہلو بدلا۔

”میں نے اسے بھی سینئر گروپ میں شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔“ وہ منہ کے بلاتا تو زارا اثر لگتی۔

”یہ تو بہت اچھی بات ہے۔“ ابراہیم کے دل کی کلی کھل اٹھی۔

”اچھا ابھی میں ذرا لائبریری تک جا رہا ہوں۔“ شاہد نے ہاتھ جھڑک کر بچ سے اشارت کی۔

”ایک منٹ شاہد بھائی میں بھی چلتی ہوں۔“ زارا بدک کر ایک دم کھڑی ہوئی۔

”مس..... بیٹھ جائیں میں آپ کو کچا نہیں چاہوں گا۔“ وہ ایک دم منہ سر کر بولا۔

”آنکھوں سے تو کھانے کا ارادہ لگتا ہے۔“ زارا کا آخری جملہ اس کے کانوں میں گونجا اور پھر شرمندگی کے احساس نے گھیرے میں لے لیا۔ وہ اتنا بے اختیار تو نہ تھا

پھر بھی زارا کو دیکھ کر خود پر اختیار کھو بیٹھا تھا۔

”ابراہیم کافی چاہیے؟“ آمنہ کی آواز اسے ماضی سے حال کی طرف لے آئی اور وہ سردا ہر تار ہوا بچن کی جانب بڑھ گیا۔

.....☆☆☆☆.....

عیناں کی یونیورسٹی تائش کے راستے میں پڑتی تھی وہ دونوں صبح ساتھ نکلے اور پھر ایک ساتھ ہی واپس ہوئی۔ اگر

عیناں کی کلاسز جلدی ختم ہو جائیں تب بھی وہ منہ سے گھر آنے کی بجائے لائبریری میں بیٹھ کر پڑھتی اور تائش کے ساتھ ہی لوٹی اس کے یہاں آنے کے بعد چند دنوں تک

تو اس رہا مگر دھیرے دھیرے تائش بد لے بد لے سے میرے سر کا نظر آتے ہیں کی تفسیر بن گیا۔ اس کی اونچی

کھڑی ناک پر جو غصہ دھرا رہتا تھا اب وہ اچانک سے

زارا کو بھی اپنے والدین کی مجبور یوں کا احساس تھا اسی لیے جب بھی اس صاحب بڑے فخریہ انداز میں کہتے کہ میری بیٹی تو لوگوں کے بیٹوں پر بھاری ہے تو وہ خود کو ان کا بیٹا تصور کرنے لگتی اور کچھ بننے کی طلب اسے بے چین کرنے لگتی۔

زارا بچپن سے ہی بڑی حساس اور ذہین تھی اسے ڈاکٹر بننے کا بہت شوق تھا اس نے سوچ رکھا تھا تعلیم مکمل کرتے ہی جاب کرے گی تاکہ گھر کا بوجھ اپنے کانٹھوں پر اٹھا سکے

وہ اپنی دونوں چھوٹی بہنوں کو بھی اچھی زندگی دینے کے لیے خواب بنتی رہتی۔ یہ ہی سوچ لے کر جوانی کی دہلیز پر

قدم دھرے تھے۔ زارا کی سیرت میں ہی نہیں صورت بھی لاکھوں میں ایک تھی۔ بڑی سرمئی آنکھیں ابھرے ہوئے

کنٹاؤ دار ہونٹ سی ٹیکھی ناک، گلابی رنگت اور لمبے سیاہ کمر کو چھوٹے بال اس کے تناسب سراپے پر ہر لباس

ہر رنگ چٹا تھا۔ شہر کی مشہور یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔ بلاشبہ وہ لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں ایک ضرور تھی۔

جس سے نگاہیں چار ہوتے ہی اسے اپنا بنانے کی خواہش دل میں ہلکورے لینے لگے۔ وہ اپنی دنیا میں بہت خوش تھی

مگر تائش کی آمد سے جیسے اس کے سنے پھر گئے۔

.....☆☆☆☆.....

ابراہیم نے بس ایک ہی دعا کی تھی کہ زندگی میں کبھی زارا سے اس کا سامنا نہ ہو وہ اسے کسی اور کا دیکھنے کی ہمت

خود میں نہیں پاتا تھا مگر قسمت کے اس مذاق پر ششدر بھی رہ گیا۔ جب اتنے سالوں بعد اچانک زارا اس کے سامنے

آگئی۔ زارا وہ ہی لڑکی تھی جس نے اس کے دل کے دروازے پر پہلی دستک دی۔ وہ ماضی کی کتاب کے اوراق

کھول بیٹھا۔

”یہ زارا ملک ہیں میری کزن پر پولیس میں آئی ہیں۔“

شاہد نے اپنے برابر میں کھڑی خوب صورت لڑکی کا مسکراتے ہوئے تعارف کروایا۔

”ہائے زارا۔“ ابراہیم نے چونک کر اس حسن کی مورت کو دیکھا۔

کے دیکھنے کا خاص انداز کسی کے دل میں بھی پھیل چا سکتا تھا لڑکیوں کو کھانے کرنے کی بھرپور صلاحیتوں سے مالا مال تھا غالباً اسی لیے اپنے سے عمر میں کہیں چھوٹی عینا کو بھی کھنے پینے پر مجبور کر دیا تھا۔ پچھلے چند مہینوں سے جو ناشوہ اپنے گھر میں دبھتی آ رہی تھی حقیقت پر مبنی تھا یا صرف اس کا وہ ہم فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔



تابش کی اور اس کی ملاقات کچھ عجیب سے حالات میں ہوئی تھی۔ تابش علی کی والدہ زریہ خاتون کے زارا کی فیملی سے پرانے تعلقات تھے والد کی طرف سے شاید کوئی رشتے داری بھی لفظی ہو مگر زریہ کا اس کی اماں فہمیدہ سے بہت زیادہ دوستانہ تھا اسی لیے ہر وقت کا آنا جانا کرتا تھا۔ وہ اپنے ہر چکر پر امریکا والے بیٹے تابش کی تعریفوں کے پل باندھنے سے نہ چوتھیں اور فہمیدہ ان کی آؤ بھگت میں اضافہ کرنے لگ جاتی تھیں۔ ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے زارا کی اب تک تابش سے کوئی خاص ملاقات نہ ہو سکی تھی اصل میں زارا اپنی نانی مہر النساء سے بہت زیادہ انس تھا اور ان کی مسلسل پیاری نے اس کے ہوش اڑا رکھے تھے۔ اسی لیے وہ اپنا سامان باندھ کر نانی کے گھر شفٹ ہو گئی۔ پونی ورشی کے علاوہ اس کا بہت کم کہیں آنا جانا ہوتا تھا کیوں کہ اب نانی کا کسی سہارے کے بغیر اٹھنا بیٹھنا مشکل کام تھا اور وہ مستعدی سے ان کی خدمت میں لگی رہتی اس کے باوجود وہ ایک دن چپکے سے آگھر بند کر کے دنیا سے ہمیشہ کے لیے روٹھ گئیں اور زارا پر قیامت ٹوٹ گئی۔ تابش نے جب اسے پہلی بار دیکھا تو زارا اپنی نانی کے انتقال پر سیاہ لباس میں لمبوں رو رو کر پاگل ہوئے جاری تھی۔ گورے نازک ہاتھ پیروں کے ساتھ وہ جنٹیلی کی نازک کلی دکھائی دی۔ زریہ کے گھر جیسے ہی مہر النساء خاتون کی رحلت کی خبر پہنچی تھی وہ فوراً ہی تابش کے ساتھ ان کے گھر پہنچ گئیں جو ان دنوں چھٹیوں پر گھر آیا ہوا تھا۔ تابش نے غش کھائی زارا کو دیکھا تو بے اختیار سہا ہو گیا۔ وہ کتنی دیر تک اس حسن سوگوار کو بہت سادہ بیکھتا رہا جس کی

خوش اخلاق ہو گیا تھا۔ لمبوں پر کھیتی ہوئی دلکش سی مسکراہٹ..... زارا کو چونکاتے لگی تھی۔

تابش کے شب و روز میں بھی ایک ان دیکھی تبدیلی واقع ہو گئی تھی پہلے بھی وہ ہر وقت بن بھن کے رہتا تھا مگر اب تو خوشبو میں بسا رہتا۔ موبائل ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا اور کسی کی کال آنے پر اٹھ کے کمرے سے باہر نکل جانا ہر وقت مسکراتے رہنا..... اسے چونکا رہا تھا۔ وہ تو ان کے معاملات سے پہلے ہی کافی غافل تھا اب تو جیسے گھر اس کے لیے ایک ہول بن چکا تھا۔ شوہر کے بدلتے مزاج اور انداز پر زارا چونک اٹھی اور پھر دھیرے دھیرے وہ جیسے تابش کی لائف سے دور ہوتی چلی گئی یا اسے کر دیا گیا۔

زارا میز پر ناشتہ لگا کر معمول کے مطابق تابش کو بلانے آئی تو حیران رہ گئی کمرے کی فضاء میں تیز مردانہ پرفیوم کی خوشبو کسی ہوئی تھی۔

”تابش پہلے تو اتنی تیز خوشبوؤں سے البرجک تھے۔“ اس کے ذہن میں یہ سوال کلبلا دوسرا جھٹکا اس وقت لگا جب اس نے مرر کے سامنے کھڑے شوہر نامدار کو مسلسل اپنے بال سنوارتے پایا۔

”ان کا تو مزاج بالکل ہی بدل گیا ہے۔“ زارا نے بھنویں اچکا کر سوچا۔ تابش ہمیشہ سے رف اینڈ لفٹ سا تھا اس پر یہ انداز سوٹ بھی کرتا تھا۔

”آں ہاں۔“ تابش نے خود کو آئینے میں ہر زاویے سے دیکھا شاید اپنی تیاری سے مطمئن نہیں ہو پا رہا تھا۔ ”اٹو یہ بھی ختم ہونے والی ہے۔“ اس نے جیل کریم اٹھا کر بالوں پر لگانے کے بعد ان میں انگلیاں چلاتے ہوئے کہا۔

”میں بھی یہاں موجود ہوں۔“ زارا کی نگاہیں اس کے شاندار عکس پر مرکوز تھیں اور ذہن ایک ہی بات میں کھویا ہوا تھا۔

فان شرٹ پر بلیک جیکٹ اور بلیک پنٹ میں اس کی دراز قامت اور غضب کی اسماش بہت بھلی لگ رہی تھی۔ بلاشبہ وہ مردانہ وجاہتوں کا شاہکار تھا آنکھیں اٹھا کر اس

سرخی آنکھوں سے بہتا شفاف پانی اس کے حسن میں اضافے کا باعث بن رہا تھا۔ اسے پہلی بار کسی لڑکی کے آنکھوں میں آنسو اتنے اچھے لگے تھے۔ تابش بچ بچ اس پر فدا ہو گیا تھا۔



سرد ہوا کے جھونکے نے اس کے گھنے بالوں کو بکھیر کے رکھ دیا تھا۔ تابش علی نے انگلیوں سے انہیں سنوارتے ہوئے گاڑی لاک کی اور لمبے ڈگ بھرتا ہوا کیفے کی جانب بڑھا۔ ایک ہاتھ سے گلاس ڈور کو دھکیلا جس کے پار بے فکرلوں کی ایک دنیا آباد دکھائی دی، اندر گھستے ہی مختلف اقسام کے ایک اور تازہ بکسٹوں کی خوشبو نے بھوک کا احساس بڑھا دیا مگر تابش علی نے صرف بلیک کافی پر ہی اکتفا کیا۔ اس نے جان بوجھ کر قدرے کارز والی ٹیبل کا انتخاب کیا اور چمک دار لکڑی کی کرسی پر تنگ گیا۔ گرم کافی کا سب لینے کے بعد کلائی پر بندھی جیتی گھڑی پر نگاہ دوڑائی۔ ابھی عیناں کی کلاس ختم ہونے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ یہ کیفے اس کی یونیورسٹی کے نزدیک ہی واقع تھا اسی لیے شاید اس نے ملنے کے لیے یہاں بلوایا تھا۔ وہ بے فکری سے بیٹھا ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ اچانک نگاہ اس کی جانب اٹھی اور پلٹنا بھول گئی۔ عیناں اپنے لمبے قد کے ساتھ ڈیپ ریڈ ٹاپ پر بلیک جینز کے ساتھ بلیک ہائی ہیل سپر ریٹم سے سیاہ بالوں کو پشت پر بکھیرے ہوئے اعتماد سے اس کی جانب قدم بڑھاتی ہوئی بہت حسین نظر آ رہی تھی۔

”تم آگئی۔“ تابش نے بے ساختہ کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔

”جی جناب۔“ اس نے ایک خاص انداز میں دیکھتے ہوئے سرخم کیا اور نور تابش کو دیکھا جو ابھی تک مسخر کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال تھا۔

کم عمری کی چھب تہ تازہ چہرہ ہلکا میک اپ۔ تابش کے دل میں خوشگوار میت کا احساس جاگا، موڈ بہتر ہونے لگا ورنہ دارا نے تو بہت مایوس کیا تھا۔

”میں نے اپنے آپ کو منوا ہی لیا۔“ تابش کی توجہ خود پر محسوس کر کے عیناں کے چہرے کی چمک میں اضافہ ہوا دل ہی دل میں سوچا۔

”کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ میرے سامنے کھڑی اس پیاری سی لڑکی نے ایک نیا جنم لیا ہے۔“ وہ دلکشی سے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

”آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟“ اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

”ماہی کی موٹیو یعنی کوتم نے کہاں چھپا دیا؟“ پتا نہیں اس نے سرالیا اتفاق اڑایا مگر عیناں اسے دیکھ کر غصہ گئی۔

”اسی کو مار کر تو عیناں زندہ ہوئی۔“ وہ سوچتی رہی مگر لب نہیں کھولے۔

”اب اچانک یہاں بلا نے کی وجہ بتاؤ گی۔“ تابش نے اسے خاموش دیکھا تو کاندھے پر ہاتھ رکھ کر چونکا یا۔

”اگرے ہاں یہ آپ کے لیے۔“ وہ جیسے جاگ اٹھی اور ہاتھ میں پکڑا ہلکا سا تھما۔

”اچھا مگر یہ کس خوشی میں بھئی۔“ تابش نے مسکرا کر پھولوں کو تھما اور ان کی خوشبو سے لطف اندوز ہوتے حیرت کا اظہار کیا۔

”خوشی کی تو بات ہے آخر آج آپ کی سالگرہ ہے۔“ وہ بڑی ادا سے بولی۔

”وہ مالی گاؤں میں کیسے پتا چلا۔“ عیناں کی یہ حرکت اسے اونچی خوشی سے ہنسنا کر گئی۔

”انسان اہم ہو تو اس سے جڑی ہر شے اہم ہو جاتی ہے۔“ وہ ٹیبل پر اپنا بیگ رکھتے ہوئے جھانکی۔ تابش بے یقینی سے اسے دیکھتا رہ گیا کچھ کہنا بھی چاہا مگر کہہ نہ سکا۔

”چلیں اب کچھ منگوائیں بچ میں آپ کے جانے کے بعد سے میرے حلق سے نوالہ تک نہیں اترتا۔“ عیناں نے کرسی پر آرام دہ انداز میں بیٹھتے ہوئے ایک اور تیر پھینکا اور تابش کے دل میں اس کی قدر مزید بڑھ گئی۔

تابش پتا نہیں کیوں اپنے چند معاملات میں بہت حساس واضح ہوا تھا ہر تھوڑے بھی ایک ایسا ہی دن تھا

کہ وہ حسین کہلائے جانے کی ہرگز مستحق نہیں تھیں مگر خود کو بنا سنوار کر رکھنے کے فن سے آشنا تھی اسی وجہ سے حسین دکھائی دیتی تھی۔

”آخر مجھ میں کس بات کی کمی ہے جو وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے.....“ عیناں کی آنی لاسز اور مسکارے سے سچی ہوئی آنکھوں سے روشنی پھوٹنے لگی۔

چست بلوچیز کے ساتھ پرہل کرتا پہننے کے بعد سیاہ کھنے بالوں کی اونچی سی پونی ٹیل بناتے ہوئے وہ بڑے خوشگوار انداز میں مسکرائی تابش نے اسے جس انداز میں سراہا یہ خوشی سنبھالنے نہیں سہل رہی تھی۔ بھرے بھرے ہونٹوں کو لائٹ پرہل لپ اسٹک سے سجاتے ہوئے آئینے میں اپنے عکس سے نگاہیں دوچار ہوئیں تو خود بخود ماضی کی عینی حال کی عیناں کے سامنے آکھڑی ہوئی، پھولے ہوئے گالوں والا بے رونق سا چہرہ ذہن کے پردے پر لہرایا تو اس کے وجود میں دھڑکتے دل کو چھکا پہنچا وہ ایسی تو نہ تھی اسے صرف کتابوں سے عشق تھا وہ پڑھا کو لڑکی اپنی ذات سے بے خبر صرف پڑھتی رات ہی مگر ایک دن اسے احساس ہوا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں اس کے اندر تبدیلیاں آنا شروع ہو گئیں اور کئی سال کی محنت کے بعد وہ اس قابل ہوئی کہ خود پر فخر کر سکے

بالکل تابش کے معیار کے مطابق ایک انچ بھی ادھر سے ادھر نہیں۔ اس نے گھوم پھر کر خود کو تو صمیمی نگاہوں سے دیکھا۔ کئی سال سے ماں سے پوچھ کر ہر طرح کے ویسی ٹوٹے خود پر آزمائے تب جا کر کہیں چہرے پر نکھار پیدا ہوا اور دقتی ہوئی رنگت میں سونے سی دمک پیدا ہوئی اسے تیل سے چڑھتی مگر پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ماں سے تیل کا مساج کرانے لگی بالوں کو اٹلے ریٹھے سے دھوا جانے لگا اور پتلی سی بے جان چوٹی کی جگہ خوب صورت بالوں نے لے لی۔ عیناں نے ریشم سے بالوں میں انگلیاں بھیریں اور ان کا گھنا پن محسوس کرتے ہوئے سوچا۔

عیناں اپنے نرم لمبوں پر اٹکی پھیرتے ہوئے مسکرائی تو نچلے لب کا دایاں گوشہ خاصہ دلکش لگنے لگا اسے یاد آیا کہ عینی

کے دانتوں کی ساخت شروع سے عجیب سی تھی مگر پھر ٹیڑھے میڑھے سے دانتوں کی درنگی کے لیے برہم لگوانے کی تکلیف سہنا بھی گوار کیا۔ وہ اپنی بھاری بھر کم جسامت کی وجہ سے عمر سے بڑی لکڑی سی ماں کے منع کرنے کے باوجود اس کا ہاتھ کھانے پینے سے نہیں رکتا تھا کوئی کتنا سمجھا لے مگر پراٹھے اور آٹلیٹ سے ناشتہ نہیں کرتی تو لگتا تھا کہ اس کا پیٹ جیسے خالی ہے اور جب تابش اسے عینی فٹ بال کہہ کر پھینچتا تھا تو جیسے اندر ہی اندر کچھ ٹوٹتا محسوس ہوتا اسے اپنے وجود سے نفرت محسوس ہونے لگی اور اپنی ذات کو منوانے کے لیے ایک جنون طاری ہو گیا تھا پھر اس نے خود کو سلم رکھنے کے لیے کھانا پینا انتہائی کم کر دیا اپنی پسندیدہ اشیاء سے نگاہیں پھیرنا ایک مشکل امر تھا مگر وہ صرف ضرورت کے مطابق کھانے لگی اور سخت قسم کی ڈانٹ پر اس وقت تک عمل جاری رہا جب تک اس کے قد کے حساب سے آئیڈل وزن نہیں ہو گیا۔ اس کے اندر ہونے والی تبدیلیوں کے پیچھے صرف ایک جذبہ تھا خود کو دنیا کے سامنے منوانا۔ چہرے پر عرق گلاب کا اسپرے کرتے ہوئے عیناں نے آئینے میں خود کو دوبارہ دیکھا اور عجیب انداز میں مسکرائی۔



”جانے کیا بات ہے“ فیند نہیں آتی بڑی لمبی رات ہے۔“ اس نے گنگناہٹے ہوئے چہل قدمی شروع کی ان دنوں اس کا ایک کام تھا یا تو ممکن گانے گنگنا نا یا پھر تابش کا انتظار کرنا اور زندگی میں انتظار سے بڑھ کر اسے کسی دوسری چیز نے کوفت میں جٹلائیں کیا تھا۔

”کیا بات ہے“ بڑے ممکن گانے گائے جا رہے ہیں؟“ عیناں نے زارا کے پاس کھڑے ہو کر دل ہی دل میں مزہ لیا۔

”آں کچھ نہیں۔“ اس نے نگاہیں چرائیں۔
”ایسا لگتا ہے جناب گھر کا راستہ بھول کر کہیں دور نکل گئے ہیں۔“ عیناں نے اس کے دھوکہ کوشاں پر لپا۔
”جانا کہاں ہے گھوم پھر کر لوٹ ہی آئیں گے۔“ اس

موقع کا فائدہ اٹھایا اور فون کر کے تابش کو بلوایا اور کینے میں اس کی برقعہ ڈے منانے کے بعد بڑے غیر محسوس انداز میں زمار کے خلاف اس کے کان اس حد تک بھر دیے کہ اس کی ناراضگی بیزاریت میں بدل گئی۔ عیناں تو سر شام ہی گھر لوٹ آئی مگر وہ بھی نہیں لوٹا تھا جس کے لیے یہ ساری رونق لگائی تھی۔



انتظار کی کوفت سینے کے بعد زارا تھک ہار کر بھونکی ہی بستر پر دروازہ ہونے تابش ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ اسے لیٹے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اچانک دروازے پر آہٹ ہوئی۔ زارائے جھٹ سے آنکھیں موندنے کی ایکٹنگ کی۔ تابش منہ بھلائے گردن اکڑائے کمرے میں داخل ہوا۔ زارائے نکمھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ بچل میں قاتو میٹرس دہائے ہوئے تھا ایسے نازک وقت میں یہ میٹرس ان دلوں کے بہت کام آتا تھا۔ جب بھی ناراض ہوتے اسے قویٰ تہنشی جانی۔ تابش نے اس وقت بھی دھب سے فرش پر میٹرس چننا اور اس کی جانب دیکھے بناء میٹرس بچھایا اور کروت بدل کر لیٹ گیا۔

”ہر بات کی حد ہوتی ہے اپنی غلطی تو کبھی مانتے ہی نہیں ہیں۔“ زارامری طرح سے جل بھن گئی لیوں کو بے دردی سے کچلا اور منہ بسور کر کروت بدلی۔ وہ بازو آنکھوں پر رکھا سے مسلسل نظر انداز کر رہا تھا۔

”سزو کہیں کے۔“ کچھ دیر ایسے ہی گزری مگر پھر برداشت نہ ہوا تو ایک بار پھر گھور کر اپنے شوہر کی جانب دیکھا۔ جو مزے سے نیند کی وادیوں میں کھو چکا تھا زارا کا دل چاہا کہ اٹھ کر اس کے قریب جائے اور جھنجھوڑ کر تابش کی نیند بھی اڑا دے جس طرح وہ بے سکون ہے اس کا قرار بھی ختم ہو جائے مگر بہت ساری خواہشات کی طرح یہ بھی دل میں دہائے خاموشی سے سونے کی کوششوں میں مصروف ہو گئی۔ رات کے آخری پہرہ ہم خواب ناک روشنی میں نیند کی دیوی کو اپنی گرفت میں لینے کی ساری تدبیریں کر لی گئیں مگر کامیابی منہ چڑا کر بھاگ گئی اس کی گھٹی پلکیں

نے بھی دل کا درد چھپاتے ہوئے بڑے مزے سے اپنی اہمیت جتائی۔

”ہاں مگر زبردستی آتا بھی کوئی آتا ہوا۔“ عیناں نے ہٹ سے جواب دیا۔ وہ خود تو چھوٹی تھی مگر زبان بہت بلی پائی تھی۔

”مطلب کیا ہے تمہارا؟“ زارا کا انداز تیکھا ہوا۔

”آس کچھ نہیں میں یہ کہہ رہی تھی کہ بچے آپ کو یاد کر رہے ہیں۔“ اس نے بات پلٹنے میں عافیت جانی اس گھر میں رہنا بھی تو تھا۔

”تم چل کر ٹیبل لگاؤ میں کھانا لگاتی ہوں۔“ موڈ آف ہو چکا تھا اسے ہدایت دی تو عیناں باہر نکل گئی۔

”یہ لڑکی چاہتی کیا ہے؟“ سوچوں نے دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ کچھ دیر اس کے انداز پر حیرت زدہ رہ گئی پھر کاندھے اچکا کر باہر کی طرف چل دی۔ اسے تابش کے روپے پر بہت دکھ ہو رہا تھا کتنا دل لگا کر کیک بیک کیا۔ تابش کی پسندیدہ مٹن بریانی اور شاہی کلڑے پکائے۔ دونوں بیٹوں کو تیار کیا خود بھی طویل عرصے بعد دل لگا کر تیار ہوئی وہ شوہر کو برقعہ ڈے پرسہ برادر دینا چاہتی تھی اسی لیے دس نہیں کیا تھا مگر شام وصل گئی رات کی سیاہی چھانے لگی ان کا کچھ چاہی نہیں تھا۔ ویک اینڈ تو تھا نہیں زارائے مجبوراً بچوں کو کھانا کھلانے کے بعد ٹائم پر سلا دیا کیوں کہ وہ صبح بہت جلدی اسکول کے لیے گھر سے نکلنے تھے۔ عیناں بھی مزے لے کر بریانی کھاتے ہوئے اس کا جھنجھلایا ہوا چہرہ دیکھتی رہی اور پھر گڈ نائٹ کہتے ہوئے مزے سے چل دی۔

جبکہ زارا تابش کے انتظار میں بھونکی بیٹھی رہ گئی۔ شام سے اب تک اس نے کئی بار فون بھی ملایا مگر دوسری طرف سے لائن کاٹ دی گئی۔ جانے کیوں اسے محسوس ہوا جیسے اس کے بے قرار یوں پر عیناں مزہ لے رہی ہو۔ مگر غلطی تو اس سے ہی ہوئی تھی صبح عیناں کو یونی جاتے ہوئے چپکے سے اطلاع دے دی کہ آج تابش کی سالگرہ ہے اس لیے وہ لائبریری سے سیدھی گھر واپس آئے۔ عیناں نے اسی

آپس میں جڑی چارہ تھیں پڑھن کسی بھی طرح سونے کو تیار ہی نہیں ہوا اس پر خالی پیٹ الگ دہائی دینے لگا۔ اسی لیے سونا محال ہو گیا۔ زارا نے مہنی کے بل اٹھ کر شوہر کی طرف دیکھا وہ سوتے ہوئے بہت ہی اچھا لگ رہا تھا اس کی وجہات نے دل کو چھو لیا لمبی چوڑی قامت سیاہ منگلی بالوں سے بھی چوڑی پیشانی، گندمی رنگت، ملائم نقوش۔ سوتے ہوئے اس کی کھڑی ناک، کچھ زیادہ ہی نمایاں ہو رہی تھی۔ شادی کے اتنے سالوں بعد بھی اس کے چہرے کی وجہات میں کمی نہیں آئی بلکہ اضافہ ہی ہوا تھا۔ ایک پیاری سی مسکراہٹ زارا کے لبوں کو چھوٹی ایک وقت تھا جب وہ اس سے کتنا زیادہ چڑنی تھی۔ وہ اسے اپنے ماں باپ سے اتنی دور جو لے جانا چاہ رہا تھا مگر اب زارا کا دل اس پر فدا رہتا تھا۔

”کیا کروں اب تو آپ کے بغیر گزارا بھی نہیں جناب۔“ اس نے محبت کی انتہاؤں پر جا کر سوچا مگر ادھر کیا فرق پڑتا تھا نیند کے مزے لوٹ رہا تھا۔ شادی کے بعد زندگی میں پہلی بار ایسی مضطرب اور اذیت ناک راتوں سے اس کا واسطہ پڑا تھا اور آج تو درد اپنی انتہاؤں تک جا پہنچا تھا اور وہ بے بس سی بیٹھی تھی۔ شادی سے پہلے زندگی کتنی سہل لگتی تھی اسے والدین کی یاد آتی تو آنکھیں نم ہو گئیں۔



زارا نے خود پر کافی دیر تک ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے رکھے کہ شاید صاحب کی نظر کرم ہو جائے مگر جب کوئی آہٹ نہ ہوئی تو خود ہی اس کے پاس پہنچی اور بے دردی سے جھنجھوڑا وہ جوانو اٹھ منہ لیٹا بڑی گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا ایک دم بڑا کر اٹھ گیا۔

کیا بات ہے؟“ اٹھ کر بیٹھنے ہوئے بھی ناراض سا دکھائی دیا۔

”بھوک لگ رہی ہے۔“ اس نے منہ لٹکا کر بتایا تو وہ چونکا۔

”کیا مطلب رات کے دو بج رہے ہیں اور تمہیں

بھوک لگ رہی ہے۔“ اس نے حیرت زدہ سا ہو کر گھڑی کی جانب اشارہ کیا۔

”ہاں کیونکہ میں نے آپ کے انتظار میں ڈرنے نہیں کیا تھا۔“ اس نے وجہ بیان کی۔

”آف..... پائل لڑکی چلو اٹھو ویسے کس خوشی میں میرا انتظار کیا گیا؟“ تابش نے اس کا ہاتھ تھام کر اٹھایا اور مسکرا کر پوچھا۔

”آپ کے بغیر کیسے کھاتی جبکہ یہ آپ کی ہی برتھ ڈے کا ڈنر تھا۔“ وہ مسکراتی ہوئی بولی اور اس کے بازو پر بڑے استحقاق سے ہاتھ رکھا۔

”میری برتھ ڈے، مگر تم تو بھول چکی تھیں؟“ اس کے لبوں پر شکوہ مچلا۔

”میں بھلا کیسے بھول سکتی ہوں! بس سر پر اتار دینے کی کوشش مہنگی پڑ گئی۔“ وہ مسکرا کر سر اٹھا کر آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی تو گلے شکوے دور ہو گئے تابش کو بھی اپنی شام کی حرکت پر دکھ ہوا بلا وجہ دوستوں میں وقت گزارتا رہا۔

وہ دونوں مسکراتے ہوئے لاؤنج سے متصل کچن میں داخل ہوئے زارا نے فریج سے ٹھنڈا کیک نکالا بریانی گرم کی اور موم بتیاں جلانے کے بعد اہتمام سے ٹیبل سجائی۔ تابش نے مسکراتے ہوئے کیک کا ٹاٹا اور بیوی کو پیار بھری نظروں سے دیکھا جو مٹے ہوئے میک اپ میں بھی غضب ڈھاری ہوئی عیناں جس کا کمرہ قریب ہی تھا باہر ہونے والی کھٹ پٹ پر آنکھیں ملتی ہوئی سن کن لینے باہر نکل آئی۔ اسی وقت تابش چاکلیٹ کیک کا چھوٹا سا پیس

کات کر زارا کو اپنے ہاتھ سے کھلا رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سن سی کھڑی رہ گئی زارا نے اس کی طرف دیکھا تو لبوں پر ایک مسکراہٹ پھوٹ پڑی۔ عیناں کے دل میں گولے سے اٹھنے لگے۔ وہ جان بوجھ کر لڑکھرائی، آہٹ پر ان دونوں کا ارتکاز ٹوٹ گیا۔

”یعنی کیا ہوا؟“ تابش نے مڑ کر دیکھا اور بیوی کو پیچھے ہٹاتے ہوئے عیناں کو سہارا دینے کے لیے اس

طرف بھاگا۔

”ڈرامے باز۔“ زارا کی آنکھوں میں کانچ ٹوٹنے جیسی جھپٹ ہونے لگی۔

بے بس ہوا۔

”مجھے ایسی باتیں بالکل پسند نہیں۔“ زارا کو بے تکلفی سخت گراں گزری۔

”تم تو غصے میں اور زیادہ حسین ہو جاتی ہو۔“ اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر تابلش نے مڑ لیا۔

”پلیز۔“ زارا کی برداشت کی حد جواب دینے لگی۔ ”اگر آپ یہاں سے نہیں جاتے تو میں ہی چلی جاتی ہوں۔“

”اس بے نیکی کی وجہ؟“ وہ چونک اٹھا۔

”یہ کہیں یہ کسی اور کو پسند تو نہیں کرتی۔“ دل میں دوسرہ جاگا۔

”آپ پڑھ لکھے ہیں، اتنے سوالوں سے باہر زندگی گزار رہے ہیں۔ اتنا تو جانتے ہوں گے ہم کسی کو مجبور نہیں کر سکتے۔ میرے بھی کچھ نظریات ہیں، پسند نا پسند اور مجبوریاں ہیں ویسے بھی آپ خود کو کسی پر مسلط نہیں کر سکتے۔“ تابلش کو وہ کافی جذباتی دکھائی دی۔

”میں تو سمجھتا تھا کہ تم اپنی زندگی کی حقیقتوں سے ناواقف ہو کر تم تو کافی باشعور لڑکی نکلی۔“ اس نے سر ہلایا۔

”شکریہ۔“ وہ بے نیازی سے بولی۔

”ایک بات کہوں تم نے ابھی زندگی کو کتابوں میں پڑھا جبکہ میں نے بتا ہے۔ اس لیے یاد رکھنا جو کچھ ابھی تمہارے اختیار میں ہے ہو سکتا ہے وہ کل ہاتھ میں نہ رہے۔“ اس کا انداز سمجھانے والا تھا۔

”مجھے آپ سے بحث نہیں کرنی۔“ زارا نے اتنی دیر سے سینے میں آگئی سانس خارج کی۔

”اچھا چھوڑ دو یہ ناراضگی کی باتیں صرف اتنا تاوا انکار کی وجہ کیا ہے۔“ تابلش پر کوئی اثر نہ ہوا، مسکرا کر سوال کیا۔

”بس مجھے اماں بابا کو چھوڑ کر پردیس میں جا کر زندگی گزارنا پسند نہیں۔“ زارا نے سارے ادب، لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے بات واضح کی۔

”دیکھو زارا اب پاکستان آنا جانا کچھ مشکل نہ رہا۔“ اس نے سمجھایا۔

.....☆☆☆☆.....

زرینہ نے فہمیدہ کی ساری باتیں غور سے سنیں اور زارا کے انکار کو اس کا بچپنا سمجھ کر ٹال گئیں۔ فہمیدہ کو تسلی دینے کے بعد ایک تجویز سامنے رکھی اور زرینہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ تابلش زرینہ کی مرضی سے فہمیدہ کے گھر آیا تاکہ زارا سے بات کر سکے فہمیدہ نے بیٹی کو پہلے سے تابلش کی آمد کی خبر نہیں دی تھی کیوں کہ انہیں پتا تھا کہ زارا انکار کر دے گی تابلش گھر کے اس گوشے کی جانب بڑھ گیا

جہاں زارا اپنی ریشمی درواز زلفوں کو سلجھانے میں مگن تھی۔ اس نے ہلکی سی دستک دی اور دباؤ پر کھڑا ہو گیا۔ زارا نے مڑ کر اسے دروازے پر ایستادہ دیکھا تو حیران رہ گئی۔

”آپ؟“ وہ سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اپنا دوپٹا سر پر رکھتے ہوئے ناگواری سے بولی۔

”جی میں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

”فرمائیے۔“ اس نے روڈ ہو کر پوچھا۔

”میں آپ سے انکار کی وجہ پوچھنے آیا ہوں۔“ تابلش نے پُر شوق نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے آنے کا مقصد بتایا۔

”مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں اپنی زندگی کا فیصلہ خود کروں ویسے بھی آپ پوچھنے والے کون ہوتے ہیں؟“

زارا نے اُس کی گہری نگاہوں سے بچنے کے لیے رخ دوسری طرف پھیر لیا۔

”ہوتا تو کچھ نہیں مگر بہت کچھ ہو سکتا ہوں۔“ تابلش اُس کے غصے کو حسن کی ایک ادا جان کر لطف اندوز ہونے لگا۔

”میرے امتحان ہونے والے ہیں اور میرے پاس آج کل اتنی فرصت نہیں کہ فضول باتوں پر وقت ضائع کروں۔“ وہ تپ گئی۔

”زارا..... امتحان سے تو میں گزر رہا ہوں۔“ وہ ایک دم

”مجھے بابا کا سہارا بننا ہے۔“ سرائٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بے بس ہونے لگی۔

”اگر تم آئنی اکل سے دور جانے کی وجہ سے پریشان ہو تو یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں میں پر اس کرتا ہوں کہ تم جب چاہو گی یہاں آ جاؤ گی۔“ وہ دھیر رج سے بولتا ہوا اسے اپنے سحر میں مبتلا کرنے لگا۔

”میری بہنوں کا مستقبل.....“ اس نے خود کلائی کی۔
 ”نیک بات یاد رکھنا وہاں رہ کر تم شاید اپنی بہنوں کا مستقبل زیادہ محفوظ کر سکتی ہو۔“ زارا اس کی آخری بات پر قائل ہو گئی یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ تابش علی کے چلے جانے کے بعد بھی وہ دیر تک اسی احساس کے تحت ساکت کھڑی رہ رہی اسے لگایا انکار کرنا مشکل ہو گا پھر بھی اس نے ماں سے سوچ بچار کے لیے مزید تاہم مانگا۔



زارا شوہر کی فرم کی طرف سے دیئے گئے سالانہ ڈنر میں شرکت کر کے گھر لوٹی تو تابش کا موڈ چٹانیں کس بات پر آف تھا۔

”جہیں کپڑے پہننے کا سلیقہ کب آئے گا؟“ تابش نے کمرے میں بھٹتے ہی طنز کا تیر چلایا۔

”کیوں میرے کپڑوں میں کیا برائی ہے؟“ اس نے حیرت سے اپنی سبز بناری ساڑھی کا لال بارڈر پھیلایا۔

”بھئی عیناں کو غور سے دیکھا ہے وہ کیسے یہاں کے کلچر کے مطابق ڈریسنگ کرنے لگی ہے۔“ تابش کے اعزاز میں ستائش ابھری۔

”اوہ..... پھر..... وہ ہی عیناں۔“ وہ دل ہی دل میں جل کر خاک ہو گئی اس کی بات کا جواب نہ دے سکی۔

”بولو چپ کیوں ہو؟“ تابش نے اس کا کاندھا زور سے ہلا کر توجہ دینی جانب مبذول کرائی۔

”مگر..... وہاں تو سب نے میری ساڑھی کی بڑی تعریف کی تھی۔“ اس نے بستر پر بیٹھ کر زیورات اتارتے ہوئے جواب دیا۔

”حیرت ہے کس نے تعریف کر دی۔ ورنہ اس لباس

میں تو تم ایک دم بیک ورڈ لک دیتی ہو۔“ وہ بلا وجہ جھنجھٹایا۔
 ”تابش کیسی باتیں کر رہے ہیں؟“ اس نے حیران ہو کر نگاہ اٹھائی۔

وہ عام طور پر جینز اور ٹی شرٹ چڑھائے رہتی مگر کسی خاص تقریب میں جاتے ہوئے اس کا دل چل جاتا کہ بیک میں رکھے ڈھیروں پاکستانی اسٹائل کے کپڑوں میں سے کوئی نکال کر تن پر سجالے آج کے ڈنر پر وہ ایک خوب صورت سی ساڑھی پہن کر گئی جو کبھی تابش کو بہت پسند تھی۔
 ”اصل میں تم اب تک اپنا دنیاوی بیک گراؤنڈ بھلا نہیں سکی ہو۔“ اس نے نوٹ اتارتے ہوئے طنز کیا۔

”ہاں بڑے آئے ماڈرن۔“ اس نے کاندھے اچکا کر مذاق اڑایا اور اپنی جیلری سمیٹ کر ہاس میں رکھی۔

”زارا میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔“ وہ اس کی بے نیازی پر تنگ اٹھا اور کان کے پاس آ کر زور سے چیخا۔

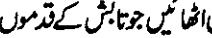
”تابش.....“ اس نے گھبرا کر تیزی میں کھڑا ہونا چاہا ہاتھوں میں تھامی سرخ چوڑیاں فرش پر گر کر کھینکیں۔

”اگر تم جانتی ہو کہ ہم یہاں سروائیو کریں تو ہمیں ان کی تہذیب کو سمجھنا ہی چاہیے۔“ تابش نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر چہرہ اپنی جانب موڑا اور صبح کو کبھی ہوئی عیناں کی بات دہرائی۔

”جانے بیٹی پتی کسی نے پڑھائی۔“ زارا کی آنکھیں احتجاج پر اتار آئیں آنسو گالوں پر ٹپکنے لگے۔

”میرے سرکل میں سو کرنا ہے تو خود کو بدلو۔“ تابش کی انگلیاں کاندھے پر گزری جا رہی تھیں مگر اس سے زیادہ دکھ دیتے الفاظ تھے جو ہونٹوں سے ادا ہو رہے تھے۔

”اوکے۔“ اس نے اثبات میں سر ہلا کر بحث سیٹلی اور جھک کر چوڑیاں اٹھائیں جو تابش کے قدموں میں بھری پڑی تھیں۔



تابش علی کی دو سال سے جاری رہنے والی کوشش بالآخر رنگ لے آئی اور قائل ایگزامز کے بعد ان دونوں کی

شادی انجام پائی اور وہ زارا تائبش بن کر زرینہ کی ڈیفنس والی کوشی میں رخصت ہو کر آ گئی۔ تائبش کی بہنوں نے اسے کمرے تک پہنچایا اور خود چھوڑ چھاڑ کرنے کے بعد دروازہ بند کر کے باہر چل گئیں۔ تنہائی ملتے ہی زارائے نگاہ اٹھا کر کمرے کا جائزہ لیا اور حیرت زدہ رہ گئی ہر طرف پھول ہی پھول سجے دکھائی دیئے تیج کو بھی بڑی نفاست سے اصلی پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ اس کا موڈ ایک دم خوشگوار ہو گیا جب سامنے والی دیوار پر اپنی مسکرائی ہوئی بڑی سی تصویر بھی دیکھی اسے تائبش کے پیار پر پیار آنے لگا۔ اربانوں کی دنیا میں پچھل سی سچ گئی۔ شرمناک آنکھیں بند کی تو جھم سے تائبش کا خوب صورت سراپا نظروں کے سامنے ابھر آیا۔ اسے اپنی خوش بختی پر ناز ہونے لگا۔ اسے یاد آیا کہ شادی کی تقریب کے دوران سب نے ان دونوں کی جوڑی کو سراہتے ہوئے چاند سورج کی جوڑی قرار دیا تھا۔ انتظار کے کچھ اور پل سمنے اور تائبش علی آہستہ سے پردہ ہٹا کر کمرے میں داخل ہوا سیاہ شیر والی اور سفید لٹھے کی شلووار پر سنہری تلوے والے کسے میں اس کی شان ہی زبانی تھی۔ زارا نے کن آنکھوں سے دیکھا دلہان کن تو تائبش کی شخصیت میں وقار پیدا ہو گیا تھا وہ اپنی دراز قامت کے ساتھ بہت نکھر اھا لگ رہا تھا۔ تائبش نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر سر پر پہنا سنہری کلاہ اتار کر رکھا اور پھر اپنے گلے میں پہنے گلابوں کے بھاری ہاروں سے جھونکا رہا۔ اس کے بعد ایک طویل سانس بھری اور بیڈ کے قریب چلا آیا۔ زارا کی خمدار پٹلیوں پر سنہری خواب اترنے لگے اور سر مزید جھک گیا۔ تائبش نے گلاب کی کلیوں سے بنی لڑیوں کو ہاتھ سے ایک طرف کیا اور اس کے مقابل بیٹھ گیا زارا آٹھوڑا کسمسا کر پیچھے ہوئی تو شرارت بھری مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی۔

”زارا.....“ تائبش نے اسے بے تابی سے پکارا۔
 ”جی۔“ وہ شرمناک اترتا ہی ہوئی پٹلیں شرم و حیا کے بوجھ سے لرز رہی تھیں۔
 ”بہت حسین لگ رہی ہو۔“ اس نے دل سے تعریف

کی زارائے کوئی جواب نہ دیا۔
 ”تمہاری رونمائی کا گفت فیتی ہے مگر تم سے زیادہ نہیں۔“ جیب سے سیاہ مخملی گفٹ باکس نکال کر کھولتے ہوئے بولا تھا۔ تائبش نے اس کا ہاتھ تمام کر ہلکا سا دیا زارا کے ہوش دھواں منتشر ہونے لگے۔ وہ جھلملاتی آنکھوں سے زارا کی طرف دیکھ رہا تھا۔
 ”واؤ بیوٹی فل.....“ تائبش نے انتہائی چاہت سے منہ دکھائی کی فیتی رنگ نازک انگلی میں پہنائی اور زارا کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”تمہارے ہاتھ بہت پیارے ہیں۔“ زارا کے مہندی سے رچے نرم ہاتھ بہت حسین لگ رہے تھے۔ وہ اس کی تعریف پر شرمناکئی دل کی دھڑکنیں مزید تیز ہو گئیں اس نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

”میرے خیال میں تم بھی اپنے یہ بھاری بھر کم کپڑے پہننے کر کے ایزی ہو جاؤ۔“ وہ اس کے گھبرانے پر شرارت سے مسکرا کر بولا تو زارائے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”سنو۔“ ابھی زارائے قدم بڑھانے کا سوچا ہی تھا کہ تائبش نے بے قراری سے پکارا۔
 ”جی؟“ پیچھے مڑتے ہوئے سحر انگیز نگاہوں نے سوال کیا۔

”جلدی آنا۔“ تائبش کی آنکھوں سے چپکتی محبت بھری والہانہ چمک اور ہڈوں سے جھلکتی شرارتی مسکراہٹ وہ ایک دم شرمناکئی اور بھاری عروسی شرارہ منبھالتے ہوئے تیج کر قدم اٹھائی ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئی۔

.....☆☆☆☆☆.....
 ”زارا سنے۔“ چہل قدمی کے بعد جب وہ تھک کر بیڑ بھاڑتی ہوئی اندر جانے لگی تو مردانہ آواز کی پکار پر چونک گئی۔

”کون؟“ ایک دم مڑ کر بائیں جانب دیکھا اور ماتھے پر ہل پڑ گئے۔
 ”میں ہوں۔“ برابر والے گھر کے لان کی باڑ کے پاس

کھڑا ہوا ابراہیم مسکرایا۔
 ”اس وقت آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟“ ابراہیم کا
 یوں تاننا تھا جیسا کہ تار مارا کو ایک آنکھ نہ بھایا۔
 ”بس تمہیں دیکھا تو دل بات کرنے کو چل اٹھا۔“ نرمی

سے جواب دیا اس کی آنکھوں میں رچی اداسی نے ہمیشگی طرح ایک بار پھر پریشان کیا۔
”مشر..... اپنے ہوش و حواس میں رہیں۔“ زامانے جان بوجھ کر اسے ڈپٹا۔

”میرے ہوش و حواس تو کئی سال پہلے گم ہو گئے تھے
تم ابھی سناؤ؟“ وہ دبے لہجے میں بولتے ہوئے نہیں دیا۔
”ایک عیناں کیا کبھی جو یہی مصیبت میرے گلے پڑ
گئی۔“ زار نے اس کے نقشِ بابر نگاہ جمائی اور سر دبا کر بھرتی
نے قطعیت سے کہا۔

”سوری سگر تم بھول گئی ہو کہ ہم پرانے دوست بھی رہ چکے ہیں یا شاید کچھ بڑھ کر“ اس کے اندازِ مخاطب پر زارا کے چہرے پر برہمی کی سرخی چھا گئی۔

ہوئی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

.....☆☆☆☆.....

عیناں کے مزاج میں خدا اور فطرت میں خود سری بچپن

”کلیں مجھے ایسی بے تکلفی پسند نہیں اور کونسل کو میرا ایک فون آپ کو مشکل میں ڈال سکتا ہے۔“ وہ الٹا اس پر جھڑوڑی۔

عیناں کی آنکھوں سے غرور جھلکنا دکھائی دیا۔ وہ صوفے پر دراز ہو کر زار زاری بے چینی سے لطف اٹھانے لگی۔ عیناں سے فکر مند چیخلی۔

”یہاں کسی پڑوس کے گھر میں ایسے تاک جھانک کرنا، ان کی پرائیویسی میں دخل اندازی پر آپ کو شہر کی انتظامیہ کی جانب سے وارننگ جاری ہو سکتی ہے۔“ اس نے دھمکی دی۔

”سوری میں نے تمہیں باغ میں چہل قدمی کرتے دیکھا تو بس حال احوال پوچھنے آ گیا۔“ اسے اپنا رویہ غیر مناسب لگا تو فوراً ہی معذرت کی۔

”یہ یہاں کی سوسائٹی میں تو برا سمجھا جاتا ہے مگر شاید ہماری روایت کا کبھی حصہ نہیں اس لیے آئندہ خیال رکھیے گا۔“ زارائے تھکے انداز میں جتنا۔

”تم کس قدر ظالم ہو۔“ وہ دکھ بھرے انداز میں
گویا ہوا۔

پاس تھی جو اتنے سالوں میں کہیں کھو گئی تھی۔ گزرتے وقت کے ساتھ ادا سی بے سکونی بڑھتی ہوئی بے چینی اور غفلت اسے دن رات ڈسنے لگی تھی۔ وہ تابش کی محبت کا جام ایک گھونٹ میں پیتا چاہتی اور یہاں ایک قطرہ بھی دستیاب ہونا مشکل ہو گیا تھا۔

ہنی مومن پیریڈ ختم ہوتے ہی تابش اسے اپنے ساتھ امریکا کے چھوٹے سے علاقے فشر میں لے آیا۔ وہ مرضی آنکھوں میں رنگین خواب سجلائی مگر یہاں کی تیز رفتار زندگی اور تابش کی مصروفیت کی وجہ سے اس کے خوابوں کی ہر تعبیر اٹی نکلی وہ ایک مشرقی لڑکی تھی جس کے ماں باپ نے تربیت ہی ایسی کی تھی کہ اس کے لیے شوہر اور اس کی رضا دنیا کی ہر چیز سے مقدم تھی۔ وہ ایسی خوشی زندگی گزارنے لگی۔

تابش کو صفائی ستھرائی کا مراق تھا یہاں پاکستان جیسی سہولتیں نہ تھیں ہر کام اپنے ہاتھوں سے خود کرنا پڑتا تھا پھر بھی ان کا چھوٹا سا گھر صاف ستھرا اچھلتا دوادکھائی دیتا۔ زارا نے اپنی ساری توانائیاں اس کے مکان کو گھربانے میں صرف کر دیں۔ سرسبز بیلوں اور خوشبودار پودوں سے گھر کے بیرونی حصے کو سجایا مگر جب بھی برف پڑتی اس کی محنت کا کارت چلی جاتی۔ پھر بھی وہ حوصلہ نہ ہارنی صرف گھر میں ہی نہیں اس نے گھر سے نکل کر بھی اپنی شادی شدہ زندگی کو سہارا دیا اور کئی سالوں تک ایک سپراسٹور میں چلیب کر کے اپنے گھر کے لیے معاشی معاونت بھی فراہم کی تھی۔ چھٹی والے دن تابش کے پسندیدہ خوش رنگ و خوش ذائقہ پاکستانی کھانے پکانے لگی اور تو اور بچوں کے آجانے کے بعد اپنی نا تجربہ کاری کے باوجود ان کی دیکھ بھال میں بھی اپنی جان لڑا دیتی ماں سے فون پر پوچھ کر ٹوکے آزمائی۔ اس کے دؤں خوب صورت اور صحت مند بیٹے تابش کی کاپی تھے۔ شوہر کے معیار تک پہنچنے میں اس کا اپنا جدوجہد نہیں منظر میں جا چکا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بیوی کی قربانیوں کے بدلے میں تابش اس کا شکر گزار ہوتا مگر وہ تو خود پرست بن گیا جس نے محبت لوٹنا ناسیکی ہی نہیں ہر چیز

فون نمبر وغیرہ ایک پرچی پر لکھ کر عیناں کی جانب بڑھا دیا اور اسے بڑی محبت سے وہاں جا کر تابش سے رابطہ کرنے کی ہدایت کی۔ منزہ نے بھی زرینہ کی ہاں میں ہاں ملائی تاکہ دیار غیر میں بیٹی کے قریب کوئی تو اپنا ہو۔

عیناں ان دؤں کے بھولے پن پر مسکرائی اور ایڈریس والا صفحہ اپنی مٹھی میں دبایا منزہ کا خیال تھا کہ عیناں ایئر پورٹ سے سیدھے تابش کے گھر جائے گی مگر عیناں نے اپنی پلاننگ کے حساب سے پہلے یونیورسٹی کی طرف سے دی جانے والی رہائش قبول کی اس کے بعد آرام سے تابش سے رابطہ کیا۔



”جب بھی یہ دل اداں ہوتا ہے کون آس پاس ہوتا ہے۔“ زارا تابش بے خودی میں گفتگو کرتے ہوئے چہل قدمی کرنے لگی۔ سوچیں اسے اچھا نہ لگیں۔

”میں تو کہتی ہوں ہر بیٹی کا نصیب تمہارے جیسا ہو۔“ اس کے کان میں چھوٹی خالہ کی سرگوشی گونجی تو وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی۔ دن میں ان سے فون پر بہت دیر تک بات ہوئی اور باتوں کے درمیان کوئی دس بار انہوں نے اپنی بات دہرائی۔

اسے یاد آیا کہ جب بھی پاکستان میں اس کا ذکر نکلتا تھا تو زارا کو خاندان کی خوش قسمت ترین لڑکی قرار دیا جاتا تھا پھوپھی خالہ اپنی بیٹیوں کو اس کے جیسا نصیب پانے کی دعا میں دیتی سب رشک کرتے کہ اس کے پاس تو سب کچھ ہے۔ کئی تھی بھی کہاں؟ خور و شور ہر دو خوب صورت بچے دوست احباب سیر و تفریح کے مواقع روپے پیسے آسائش سے بھری زندگی لیکن کوئی اس کے اندر جھانک کر دیکھتا تو جان جاتا کہ اس زندگی کو پانے کے لیے اس نے کس قدر محنت اور جدوجہد کی ہے جب کہیں جا کر وہ اس مقام تک پہنچی تھی۔ سب سے بڑا غم اپنے والدین سے اتنی دور آسے کا تھا۔ اب سب کچھ حاصل ہو جانے کے باوجود ایک خلا سا پیدا ہو گیا تھا جو پُر نہیں ہو پا رہا تھا۔ شاید اسے شوہر کی مکمل اور خالص محبت کی

کو اپنا حق سمجھ کر وصول چلا گیا زارا کی محبت کو اس کا فرض جانا مگر بدلے میں اپنے ذمے لگا حق دینے کا خیال نہ آیا۔ تنگ بڑی دیواروں میں پھنسی زارا سانس لینے کے لیے روزن تلاش کرنے لگی۔

اب جب کہ وہ تابش کی دسترس میں آگئی تھی تو پتا نہیں کیا ہوا اس کا والدہانہ پن اور بے قراریاں کہیں کھو گئیں شاید حاصل کے مقابلے میں لاحاصل کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے جیسے ان کی شادی شدہ زندگی کی گاڑی آگے بڑھ رہی تھی ویسے ہی تابش کے نزدیک زارا کی اہمیت کم سے کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ وہ اب اس کی محبت نہیں بلکہ بچوں کی ماں بن کر رہ گئی تھی۔ دوسری جانب تابش کی محبت زارا کا جنون بن گئی وہ کسی طرح بھی ہاتھ نہیں آتا۔ زارا اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے تھکے لگتی۔ شاید تابش کو شروع سے زارا کی آنکھوں میں آنسو بھائے تھے جب ہی تو وہ انہیں گیلی رکھتا خشک ہوئے نہیں دیتا بس اپنی ایک بات پر وہ آج تک قائم تھا زارا اپنے بوڑھے والدین کو جتنے بھی پیسے بھجوانا چاہتی وہ اسے روکتا نہیں تھا وہ اس معاملے میں ہمیشہ اس کی احسان مند رہی اس کی وجہ سے ہی دونوں بہنوں کی شادیاں بڑے اچھے گھرانوں میں ہو گئیں والدین کو جی کی سعادت حاصل ہوئی۔ باہر سے گزرنے والی کسی گاڑی کے ہارن پر وہ چونک کر ماضی سے حال میں واپس آئی۔



زیرِ نون کر کے بیٹے کوئی ہانا کید کی تھی کہ خاندان کی بچی ہے تابش کا فرض ہے کہ وہاں پر عیناں کا ہر طرح سے خیال رکھے وہ ماں کی بات پر بری طرح سے کوفت کا شکار ہونے لگا اس کے باوجود اس کا کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا کہ وہ اس فنٹ بال کو اٹھا کر اپنے گھر لے آئے ویسے بھی اسے اپنے گھر کی پرائیویسی عزیز تھی۔ اس لیے زارا سے اس حوالے سے کوئی بات کرنا ضروری نہ سمجھا۔ پتا نہیں کیا بات تھی اس کے سامنے جب بھی عیناں کا نام آتا تھا ایک ناگواری بھری کیفیت اس کے وجود میں بھر جاتی تھی۔ ان

دونوں کی عمروں میں خاصہ تفاوت تھا مگر وہ اپنی عمر سے بڑی باتیں کیا کرتی تھی۔ تابش کو یاد تھا کہ وہ جب بھی پاکستان میں کسی ٹیلی فکشن میں جاتا اور اس کا سامنا عیناں سے ہو جاتا تو اس بچی کے وارنٹی سے دیکھنے کا انداز اسے بہت برا لگتا تھا۔ عیناں اس وقت کم عمر ہی اور تابش کی نگاہ میں اس کی کوئی اہمیت نہ تھی خاص طور پر عیناں کا اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے تیز آواز میں بولنا اور شوخ تعظیم لگانا اسے بہت برا لگتا تھا۔ ویسے بھی یہ دور تھا جب وہ زارا کے عشق میں گرفتار ہو چکا تھا عیناں کے فلمی انداز سے ایک چڑی پیدا ہونے لگی اب بھی اس کے ذہن میں عیناں کا تاثر کچھ منفی تھا۔

اس کا بچنے کے ایک ہفتے بعد عیناں نے تابش کے نمبر پر کال ملائی اور اپنے آنے کی خبر دی۔ تابش نے کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی اور دوسرے دن اس سے ملنے کا کہا۔ وہ جب اس کے پاس پہنچا تو وہ اس قدر تیزی کے ساتھ اس کے سامنے آئی کہ وہ حیرت زدہ سا اسے نکتہ دیا گیا۔ ہلکے میک اپ کے ساتھ مغربی لباس زیب تن کیے نازک انعام سی کلی جیسی عیناں گھٹے رہی بالوں کو ایک سائڈ پر ڈالے یہ وہ لڑکی تو بالکل نہیں تھی جسے وہ بچپن میں موڈفٹ بال کہہ کر پھڑپھڑاتا تو بھی اس کے دانتوں کو دیکھ کر ڈر کر ٹھیکوٹا کہا کرتا تھا مگر یہ تو کوئی نئی شخصیت تھی جس سے تابش شاید پہلی بار مل رہا تھا۔ دھیمے سروں میں بات کرتی، سر ملی گھٹٹیوں جیسی ہنسی کے ساتھ بولتی ہوئی وہ اسے مسلسل سر پرانز کر رہی تھی۔ تابش کو اپنے ماضی کے رویے پر افسوس ہوا تھا کیوں کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی بات سے عیناں بہت ہرٹ ہوئی تھی خاندان کے دوسرے گزرنے بھی اسے عیناں فنٹ بال کہنا شروع کر دیا تھا۔ ایک بار ایسا بھی ہوا کہ اسے جب فنٹ بال کہہ کر بہت زیادہ چھیڑا جانے لگا تو وہ فیملی فنکشن میں بری طرح سے رودی اور تابش کو شکوہ بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔

”یہ تو اب بہت پیاری ہو گئی ہے۔“ چھوٹی موٹی کو

جیر زبرد چکیل کر بٹھایا۔

”سیر نہیں کھانا۔“ ارمان نے پیر پٹھا اور منہ پھاڑ کر روٹا شروع ہو گیا۔

”چپ کرو۔“ وہ تھوڑا دور سے بولی تو عیناں نے منہ بنا کر اسے دیکھا مگر تابش پھر بھی اس کی مدد کو نہیں بڑھا۔

”ان کو ہمارا کوئی خیال نہیں رہا۔“ بیماری کی وجہ سے زارا پہلے ہی خود ترسی کا شکار مگر ایک دم اداس ہو کر شوہر کی طرف دیکھا۔

”پلیز مجھے سینڈوچ کی ڈش پکڑا دے گا۔“ عیناں نے بل کھاتے ہوئے بڑے انداز سے فرمائش کی۔

”شیور۔“ سعادت مندی کا ایسا مظاہرہ کیا جیسے اس کے آگے دنیا کی باقی باتیں سچ ہوں۔

”ارمان دور رہے مگر باپ کو کوئی فکر نہیں۔“ ان دونوں کو کوفت بھری نظروں سے دیکھنے کے بعد اس نے سر جھٹکا۔

”ہلا ہلا۔“ عیناں کی کھٹکتی ہنسی پر اس کے چہرے کا زاریہ لیے بھر کر بڑھا۔

”جلدی سے پورا پاؤں ختم کرو۔“ ان پر بس نہیں چلا تو زارا نے چیخ کر بڑے والے کو دھمکایا۔

”مما گندی۔“ ارمان کی ریں ریں میں تیزی آئی ایک ہی بات کی رٹ لگ گئی اور لیان باپ کی جانب دوڑا۔

”اومیلا بچہ کا ہوا؟“ بیوی کا منہ بننا دیکھ کر تابش نے توتلی زبان میں بات کرتے ہوئے بچے کو گلے لگایا۔

”منہ کھولو۔“ بیٹے کو بہلاتے ہوئے تابش نے کھلانا شروع کیا۔

”چلو لاسٹ بائٹ لو۔“ زارا نے دوسرے کے منہ میں ٹھنڈے لیے کا آخری چھوڑ دی تو ٹھنڈا۔

”آرام سے۔“ تابش کی برداشت ختم ہو گئی اسے تنبیہ کی وہ بھی خاطر میں نہ لائی۔ عیناں نے محل کر میاں بیوی کی فوک جھوک دیکھی مگر کچھ کے بغیر سینڈوچ کھاتی رہی۔

”اچھا اب سب کو گڈ نائٹ کہو۔“ زارا نے ایک کڑی نگاہ ان دونوں پر ڈالی اور بچوں کو کھینٹی ہوئی بغیر کھانا کھائے ٹیبل سے اٹھ گئی۔

وہ بڑے بچھے دل کے ساتھ زارا کی شادی میں شریک ہوا اور اس دن کے بعد سے اس کی زندگی سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر کوئی رابطہ بھی نہ رکھا مگر قسمت کے کھیل نے ان دونوں کو ایک بار پھر ملا دیا۔ یوں پرانے دہس میں غیر متوقع طور پر آستانہ سامنا ہونے پر وہ حیرت زدہ رہ گیا تھا یہ جان کر خوشی سے ہانگل ہوا تھا کہ زارا اس کے پڑوس میں آباد ہے۔ زارا بالکل متضاد کیفیت سے گزری تھی کچھ نہ کرنے کے باوجود اس کے دل میں کئی اندیشے جاگ اٹھے تھے، حفظ یا تقدم کے طور پر اس نے آئندہ کو بھی ہلکے پھلکے انداز میں یہ بات بتادی تھی آئندہ نے اسے تسلی دی کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا پھر بھی اس کے دل میں ایک خوف سا رہتا مگر ’امرا تہیہ‘ کی بے ضروری محبت نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ البتہ وہ اس دوران ابھن کا شکار ہو جاتی جب اس کی نگاہیں زارا پر فوکس رہتی تب وہ بری طرح سے چڑ جاتی، جل جاتی۔



زارا کی طبیعت دو دن سے خراب تھی، اتنے سال یہاں گزارنے کے باوجود بدلے موسموں سے دوستی نہ ہو سکی تھی۔ وہ سرما کے شروع ہوتے ہی فوراً کا شکار ہو جاتی اس الہی میں سارا دن یا تو چھینکتی رہتی یا زلزلہ زکام اور سر میں اٹھنے والے درد کی شدت اسے بے چین رکھتی۔ اس وقت بھی زارا خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی مگر روٹین کے کام تو لازمی تھے۔ بڑی مشکل سے اٹھ کر تابش کے لیے چیزیں سنڈوچ بنائے اور بچوں کے لیے میٹھا دلیہ تیار کرنے کے بعد سب کو ڈرنے کے لیے بلا لیا۔ عین وقت پر جب وہ ٹماٹو ساس کی بوتل اٹھائے ڈائننگ روم میں داخل ہوئی تو تابش کے ساتھ عیناں کو دنیا جہاں کی لالچنی باتوں میں مگن پایا۔ دونوں بچے ٹینڈے جموم رہے تھے مگر مجال ہے جو باپ کو ذرا سی بھی پروا ہو اس نے جان کر بوتل پھیل پر مٹی۔

”افوہ کیا مصیبت ہے۔“ تابش نے چونک کر اسے کھوڑا زارا نے جواب دیے بغیر بچوں کو زبردستی ڈائننگ

”بھابی کا غصہ تو ہر وقت ناک پر دھرا رہتا ہے۔“ عیناں نے زارا کو اجاتے دیکھا اور تابش یونی پٹی پر چھائی۔

”بیچاری تھک بھی بہت جاتی ہے۔“ زارا کے کانوں میں ان کے جملے بڑے تو پیش سے برا حال ہوا۔

”آ جاؤ برش کروادوں۔“ اس کے پاس فی الوقت اتنا وقت بھی نہ تھا کہ ان فضول باتوں میں الجھے۔ دلوں بچوں کی انگلی تھامے ہوئے واش روم کی جانب بڑھی۔ منہ ہاتھ پونچھنے کے بعد ٹائٹ سوٹ پہنایا اور پھر انہیں بیڈ پر لٹا کر پیار کیا۔ ٹھیک سے مکمل اوڑھانے کے بعد لائٹ آف کی اور اپنی نیند بھاگتی باہر نکل آئی۔

”تو کیا ان حالات میں تم ہسبند سے الگ ہو جاؤ گی۔“ آمنہ نے کہنے میں اس کے ساتھ کافی کا لطف لیتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔“ اس نے بے ساختہ کہا اور بے چینی سے انگلیاں مسلیں۔

”تم آن زارا پوچھو تو ہمیں ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔“ آمنہ نے اس کی پشت چھتھپائی۔

”جی میں سوچتی ہوں کہ چندوں کے لیے پاکستان چلی جاؤں۔“ زارائے میز کا کونا کھرچتے ہوئے بتایا۔

”نہیں میں تمہیں ایسا کوئی مشورہ نہیں دوں گی اس طرح تو انہیں کھلی چھوٹ مل جائے گی۔“ آمنہ نے انکار میں سر ہلایا۔

”میں تو چند دلوں کے لیے اس منظر سے ہٹنا چاہتی ہوں۔“ اس نے افسردگی سے کہا۔

”ویسے ایسے مرد کے لیے خود کو مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ مکمل طور پر دور ہو جاؤ؟“ اس نے اپنی تہذیب کے حساب سے صاف کہا۔

”آمنہ ہمارے یہاں ایسا نہیں ہوتا میں اپنے والدین سے بہت محبت کرتی ہوں انہیں دکھ دینے سے قبل مر جانا پسند کروں گی، جنہیں چاہے ان کی خواہش ہے کہ میں اب شوہر کے گھر سے مر کر کھنڈوں۔ اسی لیے میں کبھی بھی ناراض ہو کر مرنے نہیں گئی۔“ زارا کے لب خشک ہونے لگے۔

”امیزنگ اگر عبداللہ میرے ساتھ کچھ ایسا کرے تو ہوش ٹھکانے لگا دوں۔“ آمنہ نے کافی میں چچہ گھما کر سر ہلایا۔

”ایک بار اماں نے چپکے سے کہا تھا شوہر کو اپنے جیسا بنانے کی جگہ اس جیسی بن جانا۔ اسی میں کامیابی ہے۔ میں نے یہ ہی کیا۔“ اس نے دور خلاؤں میں دیکھا۔ ”میں نے تابش اور اس گھر کے لیے خود کو مٹا دیا۔“ ایک طویل سرد آہ لبوں سے خارج ہوئی۔

”اچھا تو پھر کیا..... وہ تمہارا پتا؟“ آمنہ کے لہجے میں طنز تھا۔

”نہیں..... سب کچھ کرنے کے باوجود وہ میرا نہیں ہو سکا۔ اسے میری محبت کا قدر ہی نہیں ہے۔“ وہ دکھ سے بولی۔

”تو پھر اسے بتا دو کہ تم بھی کسی سے کم نہیں ہو۔“

آمنہ نے اسے تھوڑی دیر روکنے دیا پھر ایک دم سے بولی۔

”آمنہ..... تابش کے چھمن جانے کے خیال سے ہی میرا دل بند ہونے لگا ہے۔“ اس کی آنکھوں کی بے چینی چہرے تک پھیلی گئی اور آمنہ نے اس کی پیٹھ پھینکنے کے ساتھ اس کا سر تا پیر جائزہ لینا شروع کر دیا اور کچھ سوچ کر مسکرا دی، آنکھوں کی چمک بڑھتی چلی گئی۔



آسمان پر سیاہ بادل منڈلا رہے تھے اور وقفہ وقفہ سے پھوار ہو رہی تھی۔ ابراہیم نے اپنے آئس کی عمارت کی کھڑکی سے نیچے جھانکا تو کئی سال پیچھے چلا گیا۔ اسے وہ دن یاد آنے لگا جب ایسے ہی حسین موسم میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے زارا کو پروپوز کیا تھا۔ اچانک یونی میں ہونے والی بارش نے زور پکڑ لیا تھا۔ زارا جو گھر جانے کے ارادے سے نکلی تھی پھینکنے سے بچنے کے لیے ایک گھنے درخت تلے جا کر کھڑی ہوئی تھی۔ ابراہیم اپنی گاڑی کی طرف جا رہا تھا کہ اسے زارا پریشانی کے عالم میں نظر آئی وہ بے اختیار ہو کر اس کی جانب چل دیا۔

”یہ اس طرف کیوں آرہے ہیں؟“ اسے اپنی طرف

بڑھتا ہوا دیکھ کر زارا کا دل دھک سے رہ گیا۔

”آپ یہاں اتنی بارش میں چلیں میں آپ کو گھر چھوڑ دوں۔“ ابراہیم نے شستہ انداز میں زارا کو آفر دی۔

”نہیں شکریہ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔“ وہ ایک دم منہ بگاڑ کر بولی تو اسے غصہ آ گیا۔

”آپ ایک بات بتائیں گی؟“ ابراہیم نے بارش سے بچنے کے لیے درخت کے نیچے اس کے قریب پناہ لیتے ہوئے ضدی انداز میں پوچھا۔

”میں آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔“ وہ غصہ سے بولی۔

”جواب دینے میں بھلا کیا حرج ہے۔“ اسے بھی غصہ آ گیا۔

”آپ ابی وقت یہاں سے چلے جائیں۔“ زارا نے ہمت کر کے رخ لہجے میں اسے اپنے پاس سے ہٹانا چاہا بلاوجہ کوئی دیکھ لیتا تو بات کا ٹینکڑ بن جاتا تھا۔

”آخر آپ مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہیں؟“ وہ اس کی طرف دیکھ کر زچ ہوتے ہوئے بولا۔

”مجھے بھلا کسی سے نفرت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“ زارا ہنسنے دوپٹے کو سر پر جھاتے اس بات پر بری طرح جھجلا گئی۔

”اچھا تو پھر مجھ سے اتنا کتراتے کیوں ہیں۔“ اس کے زوٹھے پن پر ابراہیم کے لبوں کو سکرا ہٹ چھوئی۔

”اس لیے کہ مجھے آپ کی باتیں پسند نہیں ہیں۔“ زارا نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

”لیکن میں تو آپ سے بات ہی نہیں کرتا۔“ ابراہیم نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے کہا تو زارا شیشا کر رہ گئی۔

”آپ سب باتوں کو چھوڑیں اور یہ سمجھ لیں کہ آپ جو کچھ چاہتے ہیں وہ ممکن نہیں۔“ زارا نے اپنی نگاہیں نیچی کر کے آہستہ سے جتا دیا۔

”کیوں ممکن نہیں ہے یہی تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔“ اب جبکہ وہ دل کی حالت جان رہی تھی تو

ابراہیم نے بے قراری سے پوچھ لیا۔
 ”اس لیے کہ میں ایک غیرت مند باپ کی بیٹی ہوں اور میں ان کی اجازت سے یہاں صرف پڑھنے آئی ہوں“
 عشق لڑانے نہیں۔ میرا آپ کو یہی مشورہ ہے کہ میرا پیچھا چھوڑ دیں۔“ زارا اس کے ماتھے پر بینی لکیروں کی پروا کیے بغیر نہ جانے کیسے اتنا سب کچھ کہہ گئی۔
 ”میں آپ کو کھونا نہیں چاہتا۔“ اس کے انداز پر ابراہیم کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔
 ”مجھے بھول جائیں میری زندگی کا مقصد کچھ اور ہے۔“ زارا کو اس پر ترس آنے لگا اپنی مجبوری بھی بتانا چاہی۔
 ”زارا آپ کے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی مشکل لگتا ہے۔“ ابراہیم نے جذباتی ہوتے ہوئے اپنے دل کی حالت عیاں کر دی۔
 ”مجھے کچھ نہیں سننا۔“ وہ ایک دم تپ کر آنکھیں دکھانے لگی۔
 ”زارا میں زور زبردستی کا قائل نہیں مگر ایک التجا کرتا ہوں کہ میری چاہت کو قبول کر لیں میں تو بس آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“ اس کا انداز التجائی ہوا۔
 ”یہ ممکن نہیں ہے۔“ جذبول کی سچائی چہرے سے ظاہر تھی ایک لمحے کے لیے زارا بھی ڈر گئی لیکن اس کے سامنے باپ کا چہرہ آگیا تو دل پر قابو پاتے ہوئے فوراً انکار کر دیا۔
 ”آپ کی ایک ہاں پر میری خوشیوں کا دار و مدار ہے پلیز اپنی جلدی جواب نہ دیں..... سوچنے کا وقت لے لیں۔“ زبردستی بوندوں میں اس کے لہجے میں دکھ برسنے لگا۔
 ”میرا ہمیشہ ایک ہی جواب رہے گا مجھے شادی نہیں کرنی۔“ وہ بے خوبی سے کمرے انداز میں بولی یہ دیکھیں بنا کے ابراہیم پر کیا بیت گئی وہ ہر جھکائے جوتے سے زمین کریدنے لگا۔
 ”اور ہاں ایک بات اور پلیز اس طرح بار بار میرا رستہ

روکنا چھوڑ دیں۔ میں بدنام ہوگئی تو جی نہیں سکوں گی۔“
 اس نے ابراہیم کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے درد مندی سے کہا۔
 ”آئی پراس آئندہ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“ زارا کے جڑے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر اسے اپنے جذبول پر شرمندگی ہوئی۔
 ”کوئی بات بری لگی ہو تو معاف کر دینا۔“ ایک ششدری سانس لے کر زارا کی حسین صورت کی طرف دیکھا اور ایک دم سے لگا ہنس پھیر لیں۔
 ”سوٹا آف یو۔ اب میں چلتی ہوں۔“ زارا نے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ اس کے گالوں پر پھسلتے ہوئے بارش کے قطرے اور سرسئی آنکھوں پر سایہ فگن گھنیری پگھلیں ابراہیم کے دل کی دنیا کو ڈاؤنڈول کیسے دے رہے تھے۔

”بس اب نہیں۔“ دل اسے دیکھنے کے لیے تڑپا مگر ابراہیم نے زارا کے چہرے پر دوسری نگاہ نہیں ڈالی کہ کہیں خود سے کیا ہوا عہد نہ ٹوٹ جائے۔ ان دونوں کے درمیان ہونے والی یہ آخری بات اس کے دل پر نقش ہو کر رہ گئی تھی۔

اب اتنے سالوں بعد جب زارا اس کی پڑوسن بن کر ملی تو اسے لگا کہ شاید کچھ اچھا ہونے جا رہا ہے تب ہی تو قدرت نے ان دونوں کو ایک بار پھر ملوایا ہے ابراہیم نے سرشاری سے بازو باہر نکال کر برقی بارش کے قطرے کو کٹوشی میں مقید کرنے کی کوشش کی مگر وہ پھسلتے چلے گئے۔

(جاری ہے)
 (الحمد للہ مسلسل اشاعت کہہ چالیس سال مکمل)



جس کو شہر تھی

سمیرا شریف طور

ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر

دیار غیر میں کیسے تجھے صدا دیتے
تو مل بھی جاتا تو آخر تجھے گنا دیتے
تمہی نے ہم کو سنایا نہ اپنا دکھ ورنہ
دعا وہ کرتے کہ آسمان ہلا دیتے

ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر

ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر

ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر ساگرہ نمبر



(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شیر گلن اپنے کام میں مصروف تھا جب اس کے دوست کی کال آئی تھی۔ وہ عقلین نور سے متعلق تمام معلومات کی بریفنگ دے رہا تھا۔ اس نے بہت توجہ سے سب سنا۔ کسی اچھے کھاتے۔ بننے گھرانے کا لڑکا تھا۔ ماں باپ کافی معقول لوگ تھے پانچ بہن بھائی میں صرف عقلین نور ہی اسپورٹس کی طرف آیا تھا باقی سب اپنے ذاتی کاروبار سے منسلک تھے سب بہن بھائیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں ایک صرف عقلین ہی غیر شادی شدہ تھا تعلیم واجبی ہی تھی۔

وہ سوئمنگ اور رائڈنگ کے کئی مقابلے جیت چکا تھا اچھی کارکردگی ہونے کے باعث وہ انٹرنیشنل لیول پر بھی کھیل چکا تھا وہ بہت اچھا سونر اور رائڈر تھا۔ اس کی دلچسپیوں سے متعلق بھی گلن کو کافی کچھ سننے کو ملا تھا۔ اچھی شکل و صورت کی بدولت وہ لڑکیوں میں کافی مقبول تھا بہت سی لڑکیوں سے اس کی دوستیاں بھی تھیں اس کے علاوہ بھی اس کے کئی اور مشاغل تھے جن کے بارے میں گلن کو بہت تفصیل سے سب بتایا گیا تھا۔ دوست کی کال کے بعد گلن نے شہرینہ کے نمبر پر کال کی۔

شہرینہ کا نمبر آف تھا کل کے بعد اس کی شہرینہ سے دوبارہ بات نہ ہوئی تھی وہ اپنی روشنی میں اس قدر بڑی رہا تھا کہ اس کے پاس وقت ہی نہیں بچا تھا کہ وہ دوبارہ شہرینہ سے رابطہ کرے لیکن اب نمبر آف تھا۔ کچھ سوچ بچار کے بعد گلن نے دارالاطفال کے آؤٹر کال کی۔ ان سے بات کرتے حال چال دریافت کرنے کے بعد اس نے شہرینہ کے بارے میں پوچھا۔

”اس کا نمبر آف ہے میں نے سوچا کہ آپ سے ہی اس کا حال احوال پوچھ لوں۔“

”ہم لوگ تو واپس آ رہے ہیں۔“ سربراہ نے بتایا۔

”کیا آپ شہرینہ سے میری بات کر سکتے ہیں یا پھر اسے کہیں کہ اپنا نمبر آن کرے میں کال کرتا ہوں۔“ گلن

نے کہا۔

”لیکن شہرینہ تو ہمارے ساتھ نہیں ہے۔“ دوسری

شہرینہ دارالاطفال کے بچوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے روانہ ہو جاتی ہے اور اپنی سم بھی آف کر دیتی ہے وہ عثمان اور فائقہ دونوں سے ناراض ہوتی ہے اس لیے وہ اپنے پروگرام سے کسی کو بھی آگاہ نہیں کرتی۔ دوسری طرف گلن گھر کی ملازمہ کونون کرتا شہرینہ کے حوالے سے پوچھتا ہے تو وہ لاعلمی کا اظہار کرتی اسے شہرینہ کی بدتمیزی کا بتاتی پریشان کر جاتی ہے گلن فوراً ہی شہرینہ کے موبائل پر رابطہ کرتا ہے لیکن دوسری طرف اس کا نمبر بند ہوتا ہے وہ مزید پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مری آنے کے بعد شہرینہ دوسری سم آن کر لیتی ہے اور اس کا نمبر دارالاطفال والوں کو نوٹ کر دیتی ہے شہرینہ بچوں کو لے کر تفریح کے لیے نکل جاتی ہے وہ یہ سب صرف اپنی سوچوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ واپس آ کر وہ اپنا نمبر آن کر لیتی ہے تو گلن کے بے تحاشا میسر ملنے میں گلن شہرینہ کونون کرتا اسے اپنی باتوں سے ضد دلاتا ہے جس پر شہرینہ بھی بد تمیزی کا مظاہرہ کر جاتی ہے شیر گلن اسے فائقہ کی کال اور پریشانی کا بتا کر اسے کال بیک کرنے کا کہتا ہے شہرینہ غصہ سے سلسلہ منقطع کر دیتی ہے تب انوں نمبر سے کال آتی ہے۔ جس پر شہرینہ جھنجھلائی کال ردیو کر لیتی ہے کال کرنے والا اسے واپس اپ بھیجے کا کہتا حیران کر جاتا ہے شہرینہ واپس اپ موصول ہونے پر ششدر رہ جاتی ہے۔ گلن اسلام آباد آ جاتا ہے اور اپنے دوست کو شہرینہ کا نمبر دے کر لوکیشن ٹریس کرنے کا کہتا ہے کچھ ہی دیر میں شہرینہ کی لوکیشن اسے معلوم ہو جاتی ہے۔ شہرینہ دارالاطفال کے ساتھ واپس اسلام آباد رہی ہوتی ہے جب اسے یاد آتا ہے کہ وہ اپنا کمرہ روم میں بھول گئی ہے وہ اپنا کمرہ لینے آتی ہے تو وہاں کسی اور کو دیکھ کر چونک جاتی ہے اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی اس کے منہ پر کوئی چیز رکھ کر اسے بولنے سے روک دیا جاتا ہے۔



تھی جو اسے قتل ہو رہی تھی۔

”سوری باجہ صاحب آپ کو میری وجہ سے انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی، اصل میں مجھے یہاں کچھ دوست مل گئے ہیں جس کی وجہ سے میں اپنا ادائیگی کا پروگرام ملتوی کر رہی ہوں میں اپنے فرینڈز کے ساتھ جاری ہوں پلیز آپ لوگ چلیں جا میں میرا ویٹ مت کریں۔“

”اگر کسی نے ہم سے رابطہ کیا تو ہم کیا جواب دیں؟“

”کون رابطہ کرے گا؟“

”آپ کو بتا چکا ہوں ناں کہ آپ کے کزن شیر گلن صاحب مجھ سے رابطے میں ہیں وہ کال کر سکتے ہیں۔“

”اوہ اچھا۔“

”آپ ان کو کہہ دیجیے گا میں اپنی مرضی سے اپنے فرینڈز کے ساتھ جاری ہوں اینڈ ڈیس آل..... اوکے ہائے.....“

”لیگن میڈم.....“ اس کے بعد کال بند ہو گئی تھی۔ یہ دو طرفہ گفتگو گلن کو الجھتا رہی تھی۔

گلن نے بارہا کچھ دنوں میں شہرینہ سے بات کی تھی اب تک اس کی آواز کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اس نے اپنا موبائل دیکھا اس کے موبائل میں بھی کال ریکارڈنگ کی ایپ تھی اس کی بہت ساری کالز خود بخود ریکارڈ ہو جاتی تھیں بعض کالز کی وہ ریکارڈنگ کینسل کر دیتا تھا اس نے چیک کیا تو افسوس ہوا۔ شہرینہ کی ایک کال بھی ریکارڈ نہ تھی۔ وہ پریشان ہو گیا۔

اس نے اپنا کام سمیٹا اور اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔ گاڑی ڈرائیو کرتے وقت بھی وہ بارہا شہرینہ کا نمبر ٹرائی کرتا رہا لیکن نمبر مسلسل بند تھا۔ اماں بی اور فائقہ حویلی کے کھلے لان میں موجود تخت پر بیٹھی گپیوں میں مصروف تھیں جب گلن کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی وہ گاڑی ایک طرف کھڑی کر کے سیدھا لان دونوں کی طرف چلا آیا۔

”السلام علیکم..... آج جلدی آ گئے۔“ اماں بی نے پوتے کو دیکھا۔

”جی۔“ گلن کی نظریں فائقہ پر تھیں۔

”اب کسی طبیعت ہے؟“

”ہاں اب تو بہت بہتر ہوں۔“

”شہرینہ سے کوئی بات ہوئی آپ کی؟“ گلن نے پوچھا تو فائقہ نے لمبی میں سر ہلایا۔

”نہیں وہ مجھ سے بات ہی کب کرتی ہے۔“ انداز میں افسردگی اٹھ رہی تھی۔

”آج یا کل؟“ وہ ان دونوں کے پاس ہی تخت پر بیٹھ گیا۔

”نہیں۔“

”اس کا نمبر بھی بند ہے۔“ گلن نے کہا تو فائقہ خاموش ہو گئی۔

”کچھ دیر پہلے دارالاطفال کے سربراہ صاحب کی کال آئی تھی بتا رہے تھے کہ وہ لوگ واپس آ رہے ہیں جبکہ شہرینہ ان کے ساتھ نہیں ہے۔“

”کیا مطلب؟“ فائقہ ایک دم پریشان ہوئی۔ جولیا گلن نے ساری صورت حال بتا دی۔

”ایک تو یہ لڑکی بھی نجائے گیا چاہتی ہے باپ کے سامنے ایک نہیں چلتی دوسروں کو پریشان کیے رہتی ہے۔“ فائقہ پریشانی وغصے سے بولیں۔

”کچھ علم ہوا کن دوستوں کے ساتھ ہے؟“

”دارالاطفال والوں کو تو علم نہیں انہوں نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ ان کے ساتھ ٹرپ پر جانے کا پروگرام شہرینہ کا سر اسر ذاتی فیصلہ تھا وہ سارے ٹرپ میں اپنی مرضی سے گھومتی پھرتی رہی ہے ادارے کے قواعد و ضوابط اس پر لاگو نہیں کیے گئے وہ زیادہ تر اپنا موبائل آف ہی رکھتی تھی۔“ اماں بی خاموشی سے ساری بات سن رہی تھی۔

”اللہ خیر کرے گا عثمان کو بتایا تم نے؟“

”نہیں..... ابھی تو کسی سے ذکر نہیں کیا۔“

”تم مجھے وہ وائس ریکارڈنگ سناؤ ذرا۔“ فائقہ نے کہا تو گلن نے اپنا موبائل نکال کر ان کو ریکارڈنگ سنائی۔ چند منٹس کی کال تھی۔ فائقہ نے بنور سنا اور پھر اس نے گلن کو دیکھا۔

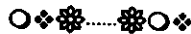
دل تو کرتا ہے یہ جو نام نہاد رشتہ باقی ہے ایک لمحے میں اپنی زندگی سے نکال کر پھینک دوں میری بیٹی کا ذرا دھیان میں رکھ جائیں آپ۔“

”عثمان پلینز آپ زیادتی کر رہے ہیں آپ جانتے ہیں شہرینہ میرے آنے سے پہلے ہی رُپ پر جا چکی تھی بلکہ میں تو جب سے آپ کے ساتھ گئی تھی وہ تو میری کال تک پک نہیں کر رہی تھی۔“

”یہ دوریاں پیدا کرنے والی بھی تو آپ ہی تھیں۔“
 فائقہ درویش۔

”آپ کے دل میں موجود شک و شبہات میں کیسے نکالوں آپ جانتے ہیں شہرینہ مجھے بہت عزیز ہے اپنی محبت تو میں نے کبھی نیپاوا فائق سے بھی نہیں کی جس قدر اس سے کی ہے۔“

”یہ حساب کتاب تو واپس آ کر کروں گا ایک بات یاد رکھیے گا فائقہ صاحبہ اگر شہرینہ کو کچھ ہوا تو سمجھ لیجیے گا کہ ہمارے درمیان موجود اس نام نہاد رشتے کے متعلق فیصلہ کرنے کا وقت آپ پہنچا ہے اور یہی میرا آخری فیصلہ ہے۔“
 انہوں نے کہہ کر کال کاٹ دی اور فائقہ پتھر کی صورت کی طرح اپنی جگہ ساکت و صامت بیٹھی رہ گئی تھیں۔



الگن اسلام آباد آیا تو عثمان نے اسے جن لوگوں سے ملنے کو کہا تھا ان سے ملنے کے بعد وہ از خود دارالاطفال آ گیا۔ وہ لوگ خود پریشان تھے۔ ان سے شہرینہ کا سامان لے کر اس نے اچھی طرح سب کچھ چیک کیا۔ اسے کوئی بھی کمی نہیں ملا۔ شہرینہ ابھی تک لاپتہ تھی وہ خود کہیں گئی تھی یا غائب کی گئی تھی صورت حال کچھ بھی واضح نہیں ہو رہی تھی۔ شہرینہ کا نمبر بند تھا۔

وائس ریکارڈنگ والی لاسٹ کال تھی جو شہرینہ کے نمبر سے وصول ہوئی تھی۔ اس کال کی لوکیشن کا پتا کر لیا گیا تو وہ ہوٹل کے اس کمرے کی تھی جہاں شہرینہ رہتی تھی۔ الگن نے عثمان سے بات کی اور پھر اس نے ان کے کہنے پر از خود وہیں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس کے ساتھ پولیس کے کچھ افسران تھے یہ عثمان صاحب کے بڑے قابل مجروسہ لوگ تھے۔ وہ شام کے بعد مری پہنچے تھے۔ ہوٹل کی انتظامیہ شہرینہ کا ایک گراؤنڈ جاننے کے بعد فوراً تعاون پر تیار ہو گئی تھی۔ کمرے کی چیکنگ کے بعد جو صورت حال سامنے آئی وہ دیکھ کر تو الگن ایک دم پریشان ہوا تھا تھا۔ اس نے ریسپشن پر موجود سبھی افراد کو بلوایا تھا۔ جس وقت شہرینہ اپنا سامان لے کر نیچے آئی تھی اسی وقت سامنے والے کمرے سے ایک لڑکی اور پھر ایک لڑکا نکل کر فوراً شہرینہ کے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ کچھ توقف کے بعد شہرینہ اوپر گئی تھی اور پھر پندرہ منٹ تک وہ کمرے سے نہیں نکلی تھی۔

اور پھر ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد وہ اسی لڑکی اور لڑکے کے ساتھ ان کے سامنے والے کمرے میں چلی گئی تھی پھر وہ لڑکا وہاں کمرے سے نکل کر نیچے گیا اور کافی دیر بعد واپس آیا تھا خالی ہاتھ تھا اور پھر کچھ دیر بعد وہ اس لڑکے اور لڑکی کے ساتھ خود چل کر کچھ باتیں کرتے نیچے کی طرف چل دی تھی الگن کے کہنے پر بانی کمرے بھی چیک کیے گئے تھے۔ سیکنڈ فلور والے کو ریڈور کے کمرے کا جوئین تھا اس کے مطابق وہ تھرڈ فلور سے سیکنڈ فلور کے زینے سے نیچے چلے گئے تھے فرسٹ فلور پر بھی وہ ان کے ساتھ تھی۔ گراؤنڈ فلور کے کمرے کے مطابق بھی وہ ان دونوں کے ساتھ تھی وہ کمرے کے سامنے سے گزرتے ہیرونی ایگزٹ ڈور کی طرف بڑھے تھے جانے سے پہلے ریسپشن پر انہوں نے واجبات کلیئر کیے تھے ہیرونی کیمبرے نے شہرینہ کو فکس نہیں کیا تھا اس وہ دونوں ہی تھے۔ ایگزٹ ڈور سے نکلنے کے بعد وہ تینوں کس طرف گئے تھے کچھ علم نہ ہو سکا تھا۔ الگن نے ان افسران کے ساتھ بغور سب کچھ دیکھے تھے۔

”یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد صاف اور واضح طور پر علم ہو رہا ہے کہ شہرینہ میڈم خود اپنی رضا مندی سے ان دونوں کے ساتھ کہیں گئی ہیں۔“
 ”اور جہاں تک مجھے لگ رہا ہے یہ دونوں حقیقت میں

شہرینہ میڈم کے دوست ہیں یا پھر وہ ان کو جانتی ہیں ان کلپس میں ہمیں کوئی بھی غیر معمولی بات دکھائی نہیں دی۔“ دوسرے افسر نے بھی اپنی رائے دی۔ اگلن نے ہونٹ کے میجر کو دیکھا۔

”شہرینہ کے سامنے والے روم میں کون لوگ ٹھہرے ہوئے تھے؟“

”ہمارے پاس ساری ڈیٹیلز کمپیوٹر میں فیڈ ہیں ابھی چیک کرادیے ہیں۔“ میجر اور باقی عملہ مکمل طور پر تعاون کر رہا تھا۔

یہ سب لوگ سویلین کپڑوں میں تھے لیکن ان کی پوزیشن اور عہدوں کو بتانے کے لیے افسران کے دکھائے جانے والے کارڈز کافی تھے۔ کچھ دیر بعد لاڈلا لڑکی کے متعلق سارے کوائف سامنے تھے۔ یہ آسٹریلین نیشنل ہولڈر رکھتا تھا۔

یہ لوگ اسی دن شہرینہ لوگوں کی آمد کے بعد اس ہونٹ میں آئے تھے اور انہوں نے ہونٹ میں کمرہ بک کرایا تھا پہلے ان کو فرسٹ فلوور پر کمرہ دیا گیا تھا لیکن پھر انہوں نے خود ہی کمرہ ان کسٹمر ٹیل کہہ کر کسی اور کمرے میں شفٹ کرنے کو کہا تھا آخر ذیلور خاص طور پر دی آئی پی لوگوں کے لیے مخصوص تھا۔

دارالاطفال کے تمام ممبرز کے لیے فرسٹ فلوور پر ہی کمرے بک تھے جبکہ شہرینہ نے بطور خاص اپنے لیے آخری فلوور پر کمرہ بک کرایا تھا اس نے اپنے سارے واجبات خود ادا کیے تھے۔ شہرینہ کے سامنے والا کمرہ خالی نہ تھا جو لوگ رکے ہوئے تھے وہ تین افراد تھے میاں بیوی اور ایک چھوٹا بچہ بائے چانس انہوں نے ایک دن پہلے ہی کمرہ چھوڑ دیا تھا اور اس طرح یہ کمرہ ان دونوں میاں بیوی کو دے دیا گیا تھا اور اگلے دن یہ لوگ چلے گئے تھے میجر نے ساری ڈیٹیل بتائی تھی۔ کوائف کمپیوٹر میں فیڈ تھے۔ موبائل نمبر بھی تھا۔

اگلن نے افسران میں سے ایک کو اس نمبر پر کال کرنے کو کہا جیسے ہی نمبر ڈائل کیا دوسری طرف سے نمبر بند تھا۔

”شہرینہ کا بھی نمبر بند ہے اور ان لوگوں کا بھی مجھے صورت حال کچھ کیلئے نہیں لگ رہی۔“ اگلن نے سنجیدگی سے کہا۔ عثمان صاحب نے کال پر ایک بار پھر شہرینہ کے حوالے سے اگلن سے بات کی۔

”یہ سب بہت ہی قابل لوگ ہیں یہ ان معاملات کو ہینڈل کرنا تو جانتے ہیں لیکن کوشش کرنا کہ بات میڈیا تک نہ پہنچے میری سیٹ کنفرم ہے اور میں جلد از جلد واپس پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔“

”جی چچا جان۔“ اگلن وہیں کسی ایک روم میں رک گیا اور باقی لوگ اس لڑکے اور لڑکی کے باقی کوائف کا جائزہ لینے لگے تھے فائقد کی کال آ رہی تھی۔ اگلن نے ان سے بات کی۔

”میری زبیدہ سے بات ہوئی تھی میرا خیال تھا کہ شاید وہ گھر پہنچ گئی ہو لیکن وہ تو وہاں بھی نہیں زبیدہ بتا رہی تھی کہ ہماری غیر موجودگی میں شہرینہ کو روگ نمبرز سے کوئی تنگ کرتا رہا تھا اور پھر اس نے یہ بات تمہیں بھی بتائی تھی۔“

”جی بتایا تھا زبیدہ نے بلکہ ایک دن پہلے خود شہرینہ نے بھی ایک لڑکے کی شکایت کی تھی تشکیل نو نام ہے اس کا سوئمنگ پریکٹس کے دوران اس سے ملاقات ہوئی تھی وہیں دونوں کی لڑائی ہوئی اور یہاں مری میں بھی وہ اس سے ملتا تھا۔“

”تم پتا کرو ہو سکتا ہے شہرینہ کی گمشدگی اسی لڑکے کی کوئی شرارت نہ ہو۔“

”میں نے اس لڑکے کے متعلق ساری معلومات کرائی ہیں وہ اس وقت بھی یہیں مری میں ہی ہے افسران سے بات کی ہے میں نے اس کو ان لوگوں نے پکڑ لیا ہے لیکن وہ شہرینہ سے مکمل طور پر لاعلمی کا اظہار کر رہا ہے۔ وہ یہاں مری میں ہی آیا ہوا تھا ایک دن شہرینہ سے سامنا ہوا تو بدتمیزی کر رہا تھا شہرینہ نے مجھے کال کی تھی کہ پولیس میں رپورٹ کراؤں میں چچا جان کی سادھ کی وجہ سے کوئی فوری قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا میں نے اس لڑکے کی انوشی کمیشن کرائی تھی لیکن شہرینہ اس کے ساتھ ہوگی مجھے اس کے

”ری، جل گئی پر مل نہیں گیا۔“ طغریہ ہنسی اور پھر اس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا جسے اس عورت نے پھر سختی سے جھٹک دیا۔

”کھانا کھا لائے تم جانتی ہو تم اپنے ساتھ اس طرح بھوکا رہ کر مسلسل زیادتی کر رہی ہو اور تمہیں اس تکلیف میں دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔“

”تکلیف“ بستر پر بیٹھے وجود نے از حد تکلیف سے آنے والی عورت کو دیکھا۔

”دیکھو کیا حالت بیمار کبھی ہے تم نے تمہیں بتایا تو تھا کہ ہم مانی کو بلارہے ہیں۔ انہی اسے لینے گئی ہوئی ہے بس ایک دو دن میں وہ تمہارے سامنے ہوگی۔“

”بو کو اس بند کر دو تم گھٹیا عورت، نفرت ہے مجھے تم سے میری بیٹی کا نام بھی مت لرا کرو تمہارا یہ خواب کبھی بھی پورا نہیں ہوگا میں آگ لگا دوں گی ہر چیز کو میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔“ وہ اس عورت پر چھٹی اس کے بال نوچ دینے ساتھ بیٹھے مرد کے وجود میں ایک دم جنبش ہوئی اس نے پھرتی سے اس عورت کو پیچھے ہٹاتے دوسری عورت کے بال چھڑوائے۔ عورت اب دوسری عورت پر چڑھ رہی تھی۔

مرد کی گرفت سے نکلنے کے لیے مکمل کوشش کر رہی تھی لیکن مرد کی گرفت انتہائی سخت تھی۔ دوسری عورت پر بھی شدید غم و غصے کی لہر چھائی تھی اس نے اندھا دھند اس عورت کو مارنا شروع کر دیا تھا۔

”مام..... پکیز مام..... لیواٹ۔“ اس لڑکے نے اس عورت کو چھوڑ کر اب اپنی مام کو قابو کیا۔

”زبان چلاتی ہے میرے گمے ہاتھ اٹھاتی ہے اس کی زبان اور ہاتھ دونوں کاٹ دوں گی۔“ وہ دوبارہ اسے مارنے کو دوڑتی تھی لیکن لڑکے کی مضبوط گرفت کی وجہ سے وہ ہل نہ سکی۔ وہ نحیف و ناز عورت مار کاٹنے کے بعد بسترِ راجہ موٹی ہوئی سسک رہی تھی۔

”ریلیکس مام ریلیکس۔“ دونوں نے ایک سروسی نگاہ
اس وجود مرڈالی۔

”چھوڑیں جانتی ہیں دماغ خراب ہے ان کا خاتواہ
الجبہ پڑتی ہیں آپ کو دھیان رکھنا چاہیے قہارمائی آنے والی
ہے وہ ان کی یہ حالت دیکھے گی تو سوچیں کیا راری ایکٹ
کرے گی۔“ وہ عورت ایک گھر اسانس لیتے کی تہ تو نظروں
سے پہلی والی عورت کو کھورتے کچھہر ٹیکس ہوئی۔
”میں تم لوگوں کا خواب بھی پورا نہیں ہونے دوں
گی میں مار دوں گی تم سب کو۔“ وہ عورت پھر چلا
شروع ہوئی تھی۔

”دیکھ رہے ہو یہ جب ایسا کرتی ہے تو پھر مجھے غصہ نہ آئے تو کیا کروں میں۔“

”کہنا ریلیکس۔“ اس نے ماں کا کندھا تھپتھپایا اور پھر بستر کی طرف دیکھا۔

”خالہ جان! پلیز اپنی زبان پر کنٹرول رکھیں جانتی ہیں تاکہ جتنا بویس کی اتنی ہی مشکلات بڑھائیں گی اپنے لیے۔“ اس نے دہنگ اور اورنگ والے لانداز میں کہا۔

”کھانا کھا لیں، میڈیسن بھی لے لیں اگر چاہتی ہیں کہ مانی کے حق میں سب اچھا ہو تو جیسے کہا ہے، ویسا ہی کریں ورنہ آپ جانتی ہیں ناکہ میں کیا کر سکتا ہوں۔“ بستر پر دروازہ جو شدت سے ہونے لگا۔

”چلیں مام۔“ وہ شخص اس عورت کا ہاتھ تھام کر وہاں سے چلا گیا اور عورت بستر کے سرہانے سر رکھ کر اور شدت سے رونے لگ گئی کہ یہ دونوں ہی اب اس کے اختیار میں تھا۔

○ ◆ ◉ ◉ ○ ◆

شہرینہ بچوں کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہو رہی تھی
جب وہ لڑکی وہاں سے نکل رہی تھی۔

”اے آپ“ وہ لڑکی اسے دیکھ کر فوراً خوش ہوئی تھی۔ شہرینہ بھی اسے پہچان گئی تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جس کا موبائل کل سال روزِ گرگستا تھا۔

”میں ادھر ہی ٹھہری ہوئی ہوں۔“ شہرینہ نے بتایا تھا۔
 ”میں بھی۔“

”آپ کہاں سے ہیں۔“ لڑکی نے پوچھا۔
 ”میں اسلام آباد سے ہوں اور آپ؟“

”مائی کہاں ہے؟“

”ماہ تم نے میرا دماغ خراب کیا ہوا ہے اب جلدی سے ماہی کو لے کر آ جاؤ اس پاگل عورت سے اور زیادہ دماغ نہیں کھایا جاتا۔“

”ڈونٹ وری ماما کی ول ٹرائی مائی بیسٹ۔“

”لو کے جلدی کرو میرے پاس وقت نہیں ہے بہت انتظار کیا ہے میں نے۔“

”او کے ماما ماما ساتھ ہے میرے پھر بات ہوگی
او کے بائے۔“ کال بند کر دی تھی۔

حسن آراء موبائل کو پڑے کچھ سوچتی رہی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی اور پھر موبائل ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

○◆❁.....❁○◆

”میرا نام سحر ہے دو سال پہلے میری شادی ہوئی تھی، ہم آسٹریلیا ہوئے ہیں یہاں میری فیملی ہوئی ہے جن سے میں ملنے لگی تھی۔“ وہ ساتھ چلتے بتا رہی تھی شہرینہ نے مسکرا کر دیکھا۔

“آؤ؟“

”میرا نام شہرینہ عثمان ہے اسلام آباد سے ہوں یہاں
میں ٹرپ کے ساتھ آئی ہوئی ہوں۔“

”اسکول ٹرپ ہے کیا؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں“ یہ Orphan بچوں کا ایک ادارہ ہے میں اکثر ان کے ساتھ آتی جاتی ہوں تو ابھی بھی ان کے ساتھ ہی آتی ہوں۔“

”ہم“ دونوں ساتھ چلتی مال روڈ پر کافی دور تک نکل آئی تھیں۔ دونوں نے بہت سی باتیں کی تھیں۔

اس ملاقات میں دونوں کی دوستی ہو گئی تھی وہ دونوں اس کے بعد ہونٹل میں بھی ملتی رہی تھیں۔ اس نے یہ بات کسی سے بھی نہیں کہی تھی۔ پھر موسم خراب ہونے کی وجہ سے رستے بند ہو گئے تھے اور باقی سارا وقت وہ اپنے کمرے میں بند رہی تھی اور جب رستے کھلے تو وہ سب کے ساتھ میں بند رہی تھی اور کسی کی تیاری کرنے کی تھی۔ سب گاڑی میں بیٹھ رہے

”ہم یہاں ٹور کے لیے آئے تھے ادھر مری میں ہی کچھ رشتہ دار ہیں لیکن ہم یہاں ہوں میں ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔“ وہ خود ہی بتانے لگی تھی شہرینہ کے ساتھ کھڑے بیچ اکٹارے تھے۔

”ٹائٹس ٹو میٹ یو“ شہرینہ نے بچوں کو دیکھا تو اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ وہ کہہ کر جانے لگی تھی۔

”ایک منٹ پلیز۔“ لڑکی نے کہا تو شہرینہ رک گئی تھی۔

”میرے بزمینڈ ایک کام سے کہیں نکلے ہوئے ہیں
میں بلور ہو رہی تھی سو جاہا ہر کا ہی چکر لگا لوں کیا آپ مجھے
کہہ سکتی ہیں۔“ اس نے پوچھا تھا۔ شہرینہ نے
اسے دیکھا اور پھر بچوں کو۔
”اوکے۔“

”آپ دو منٹ ویٹ کریں میں بچوں کو ان کے روم میں چھوڑ آتی ہوں۔“

”ہائے ناٹ۔“ وہ بچوں کو ان کے روم میں چھوڑنے جا رہی تھی۔

حسن آرا کسی لڑکی کو اپنے کاروبار کی ملکیٹیں سمجھا رہی تھی جب ان کا موبائل سمجھا جاتی تھی کہ کانامہ کیوں کر لڑکی کو جانے کا اشارہ کرتے اس نے فوراً کال پک کی۔
”ہیلو۔“

”ہیلو مام..... ریلی شی از سوپر ہی آئی میٹ ہر ریلی
آئی ایم ایمریڈ“

”کام کی بات کرو فضول ہانکنے کی ضرورت نہیں۔“
حسن آرائے سنجیدگی سے کہا۔

”وہ فارغ نہیں ہے۔“ حسن آرا کی سنجیدگی اسی طرح برقرار تھی۔
”اوکے۔“

محنت کے مختلف رنگوں سے مزین دوستی وفا غلط فہمی اور بے وفائی کا حسین امتزاج

خسانہ انی عظمت و وقار کی آڑ میں جذبات کو مجسروح کرتی داستان

کھودینے کے غم اور پالینے کی خوشی سے آراستہ ایک ناقابل فراموش کہانی

کی زحمت اٹھانا پڑی اصل میں مجھے یہاں کچھ دوست مل گئے ہیں جس کی وجہ سے میں اپنا دلہنسی کا پروگرام ملتوی کر رہی ہوں۔ میں اپنے فریڈز کے ساتھ جاری ہوں پلیز آپ لوگ واپس چلے جائیں میرا ویٹ مت کریں۔ ”وہ ہوبہواس کے انداز کو کاپی کرنے کی کوشش کر رہی تھی وہ ہنس دی گئی۔

”کون رابطہ کرے گا۔“ شہرینہ نے اسے بس بات کرتے دیکھا تھا۔

”اوہ اچھا۔“

”آپ ان کو کہہ دیجیے گا میں اپنی مرضی سے اپنے فریڈز کے ساتھ جاری ہوں اینڈ ڈیش آل اوکے ہائے۔“ اس نے کال کاٹ کر فاطمہ نظرول سے شہرینہ کو دیکھا جو ایک طرف رکھے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

”دیکھا میں نے ٹھیک بات کی ہے ناں۔“

”ہاں بالکل۔“ وہ ہنس دی تھی۔

وہ سمجھ رہی تھی کہ یہ سب جھٹ فارا نچوائے منٹ ہے اور وہ ہمیشہ ایسی باتوں کو اچھائے کرتی تھی۔

”لاؤ اب میں سر باجوہ صاحب کو کال کر لوں اچھی طرح سمجھا دیتی ہوں۔“

”ارے رہنے دو میں نے کہہ دیا ہے۔“ اس نے اس کا موبائل پیچھے کر لیا تھا۔

اس کے بعد کال آئی تو اس نے کال دی تھی۔ کچھ دیر بعد پھر کال آئی تو سحر نے نمبر آف کر دیا تھا شہرینہ کو عجیب سا لگا تھا۔

آئے تھے لیکن تم نے ہمیں دیکھا ہی نہیں دروازہ لاک کر کے نکل گئی پلیز ہمیں بہت اچھا لگے گا پلیز۔“ اس نے شہرینہ کا ہاتھ تھام لیا تھا اور شہرینہ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا فیصلہ کرے۔

”اوکے۔“ اس نے ایک بل کو کچھ سوجھا تھا۔

اس گھر میں واپس جانے کا اس کا دل نہیں تھا لیکن وہ بہت زیادہ دلن منظر سے غائب بھی ہو سکتی تھی اب اگر اسے موقع مل رہا تھا تو کیا حرج تھا۔ اس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

”میں باجوہ صاحب کو بتا دیتی ہوں اور اپنا سامان بھی لے لیتی ہوں۔“ اس نے کہا تو دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

”ارے سامان کو چھوڑو ہمارے گھر جا کر تھیں قطعی پریشانی نہیں ہوگی۔“

”لیکن میرا ایک۔“ اس نے کہنا چاہا۔

”وہ یہ جا کر خود لے آتے ہیں بلکہ یہ کی بھی دے دو یہ دروازہ لاک کر کے دے آتے ہیں تم ہمارے ساتھ ہمارے کمرے میں آ جاؤ۔“ اس نے سر ہلایا تھا وہ ان کے کمرے میں آ گئی تھی اس کا ہر بینڈ کیمرہ دے کر چابی لے کر نیچے چلا گیا تھا یہی اس کے نمبر پر باجوہ صاحب کی کال آ گئی تھی۔

”کون ہے۔“

”باجوہ صاحب۔“

”لائیں میں بات کروں۔“ وہ کہہ رہی تھی شہرینہ نے

باتونی لڑکی تھی اس کا ہر بینڈ اگلی سیٹ پر ڈرائیو کے ساتھ تھا۔ پچھلی سیٹ پر سحر اور شہرینہ بیٹھی تھیں۔ یونی بائیں کرتے ہوئے شہرینہ کو نیندا نا شروع ہو گئی تھی۔ وہ حیران ہوئی سفر کے دوران سونا اس کی عادت تھی جس قدر بھی ٹھکن ہو وہ سفر میں کبھی نہیں سوتی تھی۔ اس نے خود کو سحر کی باتوں میں الجھائے رکھنے کی کوشش کی لیکن کچھ دیر بعد وہ مکمل طور پر سو چکی تھی سحر نے اسے سوتے دیکھا۔

”شہرینہ..... شہرینہ.....!“ اس نے اس کا کندھا ہلا کر دو تین بار پکارا لیکن شہرینہ کو قی گہری نیند میں تھی۔
”یہ واقعی سو چکی ہے۔“ اس نے اپنے ہر بینڈ کو بتایا تھا۔

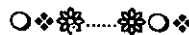
”مکل خان! جلدی گاڑی چلاؤ ہمیں ابھی آدھے گھنٹے میں اسلام آباد پہنچنا ہے۔“ اس کے ہر بینڈ نے ڈرائیو کو کہا تھا۔

”جی صاحب۔“ اس نے گاڑی کی رفتار بڑھادی تھی۔
”اس پر دھیان رکھنا یہ اب کم از کم تین چار گھنٹے سوتے گی تم نے ٹشو میں دوا کی مقدار ٹھیک استعمال کی تھی یا نہ ہو یہ کچھ دیر بعد اٹھ کر ہمارے لیے مسئلہ بن جائے۔“ وہ اب اپنی بیوی سے مخاطب تھا۔
”میں اس معاملے میں قطعی رسک نہیں لے سکتی تھی جیسا کہا تھا ویسے ہی کیا ہے میں نے۔“

”وہی بہت اسٹرونگ ہے یہ لڑکی میں تو ڈر رہا تھا کہ کہیں ہوتل میں ہی نہ سو جائے یہ نہ ہوا سے وہاں سے نکالنا ہی مسئلہ بن جائے۔“

”مجھے ماما کی سب انسٹرکشنز اچھی طرح یاد تھیں سائے کی طرح اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے تھلپی کیسے کر لیتی ہیں بھائی نے اچھی طرح بتایا تھا کہ کتنی دیر بعد میڈیسن کا اثر ہوگا۔“

”اب اس پر نگاہ رکھنا جلد از جلد ہمیں اسلام آباد پہنچنا ہے۔“ سحر نے سر ہلایا تھا۔ ان کا پلان اب بھی کامیاب تھا دونوں بے حد خوش تھے۔



لیکن نے وہ ساری رات آنکھوں میں گزاری تھی۔ صبح کی سپیدی نے اس کے دل کے احساسات میں عجیب سے انداز میں اثر کیا تھا۔ شہرینہ کی طرف سے ابھی تک کوئی خیریت کی خبر نہ مل سکی تھی۔

”آپ لوگ کیا کر رہے ہیں ایک دن اور رات گزر چکی ہے اور لڑکی کا کوئی اتنا پتا نہیں اگر شہرینہ کا علم نہ ہو سکا تو تم سب ابھی طرح جانتے ہو کہ کچھ چا جان کیا کر سکتے ہیں۔“ وہ شدید غم و غصے کی کیفیت میں تھا۔

”ہم اپنی سی ساری کوشش کر رہے ہیں کچھ وقت تو لگے گا۔“

”کچھ بھی کرو مجھے اگلے دو گھنٹوں میں پازٹیو رپورٹ ملنی چاہیے۔“ وہ غصے سے کہہ کر ان کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔

اس نے وہ کمرہ دیکھا جس میں شہرینہ ٹھہری ہوئی تھی اس نے وہ کمرہ بھی دیکھا جس میں وہ لڑکا اور لڑکی ٹھہرے ہوئے تھے۔ انتظامیہ نے بتایا تھا وہ بہت زیادہ سامان نہیں لائے تھے ایک بڑے سائز والا شوولڈر بیگ تھا اور بس اور جب وہ شہرینہ کے ساتھ وہاں سے گئے تھے ویڈیو کلیپس میں وہ بیگ لڑکے کے کندھے پر جمول رہا تھا۔ فائقہ کی مسلسل کالز پر کالز آ رہی تھیں وہ بہت زیادہ پریشان تھیں۔
”کچھ تو کلیڈ ملا ہوگا لیکن۔“ اب پھر کال آئی تو انہوں نے پوچھا۔

”پچی جان جو کچھ پتا چلا بتا دیا ہے جو کم ہو جائے اسے تلاش کرنا تو آسان ہوتا ہے لیکن جو اپنی مرضی سے کہیں چلا جائے اسے بھلا کیسے ڈھونڈیں میں سب کام چھوڑ چھاڑ کر ادھر ہوں! اتھ رہا تھا دھڑے نہیں بیٹھے ہوئے ہم لوگ! اپنی سی ساری کوشش کر رہے ہیں۔“ دوسری طرف موجود فائقہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

”مجھ سے اب زیادہ انتظار نہیں ہو رہا میں واپس اسلام آباد آ رہی ہوں۔“ انہوں نے قسمی انداز میں کہا۔

”جیسے آپ کی مرضی۔ ویسے ماں بی ٹھیک ہیں ناں؟“
”مسکسل پریشان ہیں جائے نماز پر ہی زیادہ تر وقت

مغربی اور شرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ

سنا ہے کہ

لفظ لفظ ہنگامے سطر سطر جس سے بھر پور اور تحریریں
ایسی کہانیاں جو اس سے قبل آپ نے نہیں پڑھی ہوں گی

مغربی ادب سے انتخاب
جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک سے چنے والی آزاد ادبی تحریکوں کے پس منظر میں
معروف ادیبہ زینب قسمر کے قلم سے نکلے ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس دیس کی شاہکار کہانیاں

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی
خوشبوئے سخن اور ذوق آنگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں

021-35620771/2

0300-8264242

”آسٹریلیا مطلب.....“ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کے ساتھ بہت کچھ غلط ہو چکا ہے۔ وہ اب مکمل طور پر حواسوں میں تھی ایک دم غصے سے بولی۔

”مطلب و طلب سب سمجھا دوں گی تم بتاؤ کیا
کھاؤ پیو گی۔“

”مجھے یہاں کیوں لائے ہوا اور کون ہو تم لوگ؟“

”بتا تو رہی ہوں کچھ دیر انتظار کرو پھر سب پتا چل جائے گا فی الحال یہ بتاؤ کیا کھاؤ گی۔“

”سٹاپ“ تم شاید جانتی نہیں ہو میں کون ہوں۔“
افشین مسکرائی۔

”میں سب جانتی ہوں تم عثمان فاروق صاحب کی صاحب زادی ہو باقی فانی کی بیوی کل بیک گراؤڈ رکھنے والے خاندان کی لڑکی ہو تم کیا کرتی ہو تمہارا خاندان کون ہے تم کون ہو ایک بات بتا سکتی ہوں۔“ شہرینہ نے اسے بہت زیادہ بخوبی کی سوس دیکھا۔

وہ پہلی بار انتہائی جذباتیت میں ایک غلط فیصلہ کر چکی تھی اور یقیناً اس کا خمیازہ اسے بہت سنگین نتائج کی صورت میں بھگتنا تھا اور اس نے اپنے آپ کو ذہنی طور پر پرسکون کرنا تھا اپنی غلطی کو کیسے کور کرنا تھا اسے اب اس بارے میں سوچنا تھا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“

“افشین”

”سحر سے کیا رشتہ ہے تمہارا؟“

”چھوٹی بہن ہے میری۔“

”مجھے یہاں لانے کا مقصد؟“

”تم کزن ہو ہماری۔ بھی تم سے ہماری ملاقات نہیں ہوئی تو سوچا مل ہی لیں تمہارے وہ بانی فائی اسٹیشن رکھنے والے فارو صاحب نے یقیناً تمہیں کچھ نہیں بتایا ہوگا تو سوچا کیوں نہ ہم ہی کوئی پیش رفت کرتے ہوئے تم سے شرف ملاقات حاصل کریں۔“ وہ ہنستے ہوئے ہمارے بھی۔

”کزن.....! کس حوالے سے؟“

”حوالہ بھی بہت جلد بتا دیں گے فی الحال میں کچھ

کھانے پینے کو بھیجتی ہوں کھانپا لو پھر ملاقات ہوگی دیکھو پریشان نہیں ہوتا سنا تو ہے تم بہت بھادور لڑکی ہو ہر طرح کے حالات میں ڈٹ جانے والی میں اب کل آؤں گی تم آرام و سکون سے اس کمرے میں رہنا تمہیں ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ وہ جانے لگی جب شہرینہ نے اسے پکارا۔
”سنو“

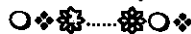
”میرا موبائل کہاں ہے۔“

”وہ تو سحر کے پاس ہوگا ڈونٹ وری اس نے یہاں سے جاتے ہی ام کے حوالے کر دیا ہوگا تم بیٹھو وہ واٹس روم سے فریٹش ہو جاؤ لاکھ وارڈز بپ میں ہر طرح کا لپاس ہوگا تم پیچ کرسی ہوؤ لو کے بائے۔“ وہ کہہ کر چلی گئی باہر سے دروازہ لاک ہو گیا تھا۔ شہرینہ نے سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ افسین کی باتوں سے وہ الجھتی تھی۔

وہ افسین جیسی لڑکی کو منٹوں میں ڈال دے کر یہاں سے نکل گئی تھی اسے نہیں علم تھا کہ باہر کتنے لوگ ہیں لیکن اس لڑکی کو قاتلوں میں کرنا اس کے باپیں ہاتھ کا کھیل تھا لیکن نجانے کیوں وہ کچھ نہیں کر پاتی تھی۔ اس کا ذہن تو بس کزن کے لفظ پر ہی چک چھیریاں کھا رہا تھا۔ وہ گہرا سانس لیتے داپس بستر کے کنارے ٹک گئی تھی۔ اسے سب جو بھی کرنا تھا بہت سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔ وہ خاموشی سے بیٹھی ہونٹ چلاتی رہی تھی۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا تھا ایک عورت کھانے کی
ٹری لے کر آئی تھی ساتھ ایک مرد تھا دونوں کھانا رکھ کر
واپس ملے تھے۔

”سنو کون لوگ ہوتے۔“ دونوں نے اسے دیکھا اور پھر کوئی جواب دیے بغیر وہاں سے چلے گئے تھے۔ دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا تھا۔ اس نے کھانے کی ٹرے کی طرف دیکھا وہاں طرح طرح کے لوازمات تھے اسے بھوک لگی ہوئی تھی لیکن دماغ میں عجیب سی جنگ چل رہی تھی پھر اس نے کچھ سوچے ٹرے کی بائیں طرف کمر کالی تھی۔



عثمان صاحب آچکے تھے۔ فائقہ بھی ان کی آمد سے

میلے واپس آ چکی تھیں۔ عثمان صاحب گھر نہیں آئے تھے۔
 اٹکن ان کی آمد کے وقت اسلام آباد گیا تھا۔ وہ خود ان کو
 لینے ایئر پورٹ گیا تھا۔ ان سے مل کر وہ ان کے آفس آ گیا
 تھا۔ انہوں نے کچھ بڑے انفران کو کال کی تھی شہرینہ کا نمبر
 تا حال، بدھتا اور کوچی پرفیشن نہ ہوئی تھی۔ انہوں نے ان
 سب لوگوں سے میٹنگ کی، تنقلین، نوکری چھوڑ دینے کا مشورہ
 ملا تھا انہوں نے ساری بات فاضل کی تھی میٹنگ کے بعد وہ
 کچھ اور امور میں مصروف ہو گئے تھے رات گئے تک ان کو
 فرصت نہیں ملی تھی اٹکن ہی لوگوں سے مل رہا تھا۔ وہ فارغ
 ہوئے تو گھر آ گئے تھے جبکہ اٹکن ابھی مصروف ہی تھا۔
 فائدہ گھر پر ہی تھیں۔ ان کی آمد پر لاؤنج میں آ گئی
 تھیں۔ وہ اندر داخل ہوئے تو وہ کھڑی ہوئیں۔

”السلام علیکم۔“ انہوں نے محض سر ہلایا، ڈرائیوران کا سامان وغیرہ اندر لے لیا تھا۔

”کیسے ہیں آپ؟“ انہوں نے سنجیدہ نظروں سے فائقہ کی طرف دیکھا۔

”یہ سامان روم میں رکھاؤ“ فائقہ نے ہی ڈرائیور کو کہا
وہ سامان کمرے میں رکھنے چلا گیا۔

”شہرینہ کا کچھ پتا چلا؟“ ان کی سرد مہر کیفیت اچھی طرح محسوس کرنے کے باوجود انہوں نے پھر بوجھا۔

”آپ مجھ سے اس طرح کے سوالات نہ کریں تو بہتر ہوگا۔“

”کیوں؟ وہ بیٹی ہے میری۔“

”بٹھی.....!“ انہوں نے منجی سے بیوی کو دیکھا۔

”آپ نے اسے کب اس رشتے کا مان دیا ہے۔“

”عثمان صاحب آپ زیادتی کر رہے ہیں آپ سب اچھی طرح جانے ہیں کہ میں نے ہر طرح کے رویوں کے باوجود آفاق اور بیوسے بڑھ کر اسے چاہا ہے۔“ وہ رونے لگی تھیں۔ عثمان فاروق نے انہیں غصہ سے دیکھا۔

”ایک بات یاد رکھنا فائقہ بیگم اگر میری بیٹی نہ ملی تو آپ بھی میری زندگی میں شامل نہیں رہیں گے۔“ وہ سختی

رونے لگی تھیں۔

”آپ کی کال ہے۔“ فائقہ نے خود آگے بڑھ کر موبائل ان کو تھما دیا تھا۔ انہوں نے ایک سرمہری نگاہ فائقہ پر ڈال کر موبائل کان سے لے لیا تھا۔

”ہیلو۔“

”کیسے ہو عثمان فاروق؟“ دوسری طرف سے کہا گیا تھا۔ عثمان چونکے۔

”کون.....؟“

”اتنی جلدی بھول گئے تم عثمان فاروق۔“

”کون ہیں آپ؟“ انہوں نے فائقہ کو دیکھا جو مسلسل ان کو دیکھ رہی تھیں ان کو کیسے پر نظروں کا زادیہ بدلا تھا۔

”حسن آرا بات کر رہی ہوں یاد تو ہوگا ناں چند دن پہلے بھی بات ہوئی تھی۔ بھول تو نہیں گئے۔“ دوسری طرف سے جیسے ان کی سماعتوں پر ہم پھوڑا گیا تھا انہوں نے لب بھینچ لیے تھے۔

”آپ کو بھلا کیسے بھول سکتا ہوں فرمائیے اب کیا چاہتی ہیں؟“ ان کا لہجہ ہر خند تھا۔ فائقہ نے الجھ کر ان کو دیکھا۔

”بس اطلاع دینی تھی کہ آپ کی بیٹی شہرینہ اب ہمارے پاس ہے میں نے کہا تھا ناں میں اسے آپ سے چھین لوں گی۔“ دوسری طرف سے آنے والی آواز مچی یا پگھلتا ہوا سیدہ ساکت رہ گئے تھے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

(الحمد لله مسلسل اشاعت کہہ

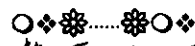
چالیس سال مکمل)



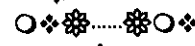
عمر بھر کی ریاضت کا یہ صلہ ملتا تھا ان کو وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی رہی تھیں کچھ توقف کے بعد انہوں نے خود کو بحال کیا اور اپنے کمرے کی طرف آئیں وہ فون پر کسی سے مصروف گفتگو تھے۔

”جو بھی ہے جیسا بھی ہے میں کچھ نہیں جانتا مجھے میری بیٹی چاہیے اور بس۔“ غصے سے کال کاٹ دی تھی۔ موبائل بستر پر پڑنے لگا وہ واش روم میں ٹھس گئے تھے۔ فائقہ نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ بستر کے کنارے بیٹھ گئی تھیں۔ تبھی عثمان کا موبائل بجا اور پھر نینج کر خاموش ہو گیا تھا۔ کچھ توقف کے بعد پھر کال آئی تھی۔ فائقہ نے دیکھا عثمان اب بھی بھی واش روم میں تھے۔ انہوں نے موبائل اٹھا لیا تھا اور کال پک کی تھی۔

”ہیلو۔“



شہرینہ کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر بیٹھی رہی تھی اور پھر اس پر غور کی چھانے لگی تو وہ حیران ہوئی تھی۔ اس کی چھٹی حس نے بہت جلد اندازہ لگا لیا تھا کہ کھانے میں کچھ ٹھس تھا۔ وہ ایک دم واش روم میں گئی تھی اسے چکرا رہے تھے اس نے حلق میں انگلی ڈال کر دو میٹنگ کی کوشش کی تھی اسے لگا اس کا سارا معدہ ہل کر رہ گیا ہوا اسے منہ بھر کر دو میٹنگ ہوئی تھی ساتھ ساتھ سر بھی چکرا رہا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا محسوس ہوا تو وہ خود کو سنبھالتی واپسی کمرے میں آئی تھی۔ وہ خود کو بمشکل بستر کے کنارے تک لائی تھی لیکن اس سے زیادہ وہ خود کو بحال نہ رکھ پاتی تھی اور بے ہوش ہو کر بستر پر گر گئی تھی۔



”ہیلو۔“ فائقہ نے واش روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔

”عثمان فاروق۔“ دوسری طرف کوئی خاتون تھیں اس نے تصدیق چاہی تھی۔ فائقہ نے لب بھینچ لیے تھے بھی عثمان واش روم سے نکلے تھے۔

”ہے بالکل ہے۔ دو ہزار اڑس ہزار سے ساٹھ ہزار روپے تک کے کہاتے شاعر موبائل فون میں میری شاپ پر۔“ فحشی نے فوراً جواب دیا۔

”بس تو پھر مجھے ایک شاعر موبائل لا دو چالیس ہزار تک کا۔ ابداً میں نے کروی ہے اب دیکھنا برکت ہو جائے گی اور خوب سیل ہوگی تمہاری۔“

”میری سیل ہوگی؟ میں تو پہلے ہی بک چکا ہوں۔“ فحشی نے مسکرا کر کہا تو وہ فحش کر بولی۔

”تم تابیاب ہو تمہیں کون خریدے گا اس دور مہنگائی میں؟“

”بے مول بک گئے ہیں ہم تو۔“
”اچھا تم بیٹھو میں رقم لاتا ہوں۔“ بیا اٹھ کر اندر چلی گئی اور چند منٹ بعد اُتی تو ہاتھ میں خاک لافاف تھا جس میں چالیس ہزار روپے تھے۔

”یہ تو تمہاری دکان کی پہلی گاہک پہلی خریدار ہوں میں۔ پورے چالیس ہزار ہیں۔ یہ رقم اپنے دوست کو ادا کر دیتا اور موبائل فون مجھے لا دیتا۔“ وہ لافاف سے دیتے ہوئے بولی۔
”تین ماہ پہلے تو موبائل خریدا تھا تم نے پھر اب نیا کیوں؟“

”دوست کا اعتبار نہ ٹوٹے اس لیے۔“
”یہ تو قرض سے بڑا احسان ہو جائے گا مجھ پر۔“ وہ بولا۔
”تو وقت پڑنے پر تم یہ احسان اتار دینا۔“
”تمہارا احسان بھی نہیں اتار پاؤں گا میں۔“ یہ کہتے ہوئے وہ دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بیا کو دیکھتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔
”کہاں چلے؟“

”قرض اتارنے۔ اس سے پہلے کہ یہ احسان کہیں اور خرچ ہو جائے۔ اعتبار بجا ضروری ہے۔ آتا ہوں پھر۔“ فحشی نے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔

”اللہ حافظ۔“ بیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی جواباً اللہ حافظ کہہ کر چلا گیا۔

بیا کے والد کا چار سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ والدین کی

”ہمارا تو وہ حال ہے کہ کھولیں دکان کفن کی تو لوگ مرنا چھوڑ دیں۔“ فحشی نے منہ بسور کر تہہ شدہ اخبار میز پر پھینکتے ہوئے کہا اور لاگ چیز پر بیا کے سامنے بیٹھ گیا۔ گندی رنگت والا اونچا لمبا خورہو شجاع حیدر جسے یار دوست بھی کہا کرتے تھے۔ اسے یہ نام بھی بیانے دیا تھا۔ اس کا این سی اے کے زمانے کا دوست تھا۔ یہ دوستی اتنی گہری اور اونچی تھی کہ سب کو حیرت ہوا کرتی تھی۔ بیا کبھی پریشان ہوتی تو شجاع اس کی پریشانی دور کر دیتا۔ اگر وہ کسی انجمن میں ہوتا تو بیا اسے اس انجمن سے نکالنے کے لیے ہر وقت تیار ملتی۔ بیا نے این سی اے سے ڈریس ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کی ڈگری لی اور شجاع نے ریاضی میں ماسٹر کیا تھا۔ دونوں کے شعبے اور شوق بہت مختلف تھے۔ مگر پھر بھی مزاج میں ایسی ہم آہنگی تھی کہ شوق کا الگ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔

”کیوں کیا ہوا چہرے پر بارہ کیوں بچ رہے ہیں؟“ بیا نے اپنا ڈیزائن مکمل کرتے ہوئے پوچھا۔
”ریاضی میں ماسٹر کر کے الیکٹرونکس کی دکان کھول کے بیٹھ گئے ہیں ہم۔ ادھار پر سامان لیا تھا سو چاہیے ہوگی تو ادھار چکا دلوانا مگر یہاں تو تیل نکل گیا ہمارا۔ سیل تو کیا ہوگی؟“ فحشی نے تشکر لہجے میں بتایا۔

”سر دیاں ہیں ناں فریج“ اسی سے اور پتکھوں کی تو ضرورت ہے نہیں لوگوں کو ابھی۔“ بیا نے کہا۔
”ارے تو باقی سامان تو ہے ناں فی وی ڈیک موبائل فون“ فوڈ فیکٹری۔“ صبح سے رات ہو جاتی ہے چار دن سے ایک چیز نہیں بکی۔ دو دن بعد مجھے ایک دوست کا قرض بھی چکانا ہے۔ نہ واپس کر سکا تو اعتبار اٹھ جائے گا اس کا مجھ سے بھی اور دوست سے بھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں؟“ فحشی نے پریشانی کی وجہ بتاتے ہوئے اسے دیکھا۔

”دوست کو کتنا چکانا ہے کہ اعتبار قائم رہے؟“
”چالیس ہزار۔“

”اچھا یہ بتاؤ تمہاری دکان میں سب سے اچھا موبائل کون سا ہے کوئی ہے بھی کہ نہیں؟“ بیا نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکراتے کر پوچھا۔

اکلوتی اولاد تھی۔ ماں سلمیٰ بیگم گھریلو خاتون تھیں۔ سات مرے کا مکان ذاتی تھا۔ شوہر کی سرکاری نوکری تھی۔ اس کے واجبات اور کچھ بٹا کی ٹیوٹر سے گھر چل رہا تھا اب تک اور اب بنانے پونیک کھول لی تھی۔ ساری جمع پونئی پونیک کے کام میں لگ گئی تھی۔ آرزو ملتے تو سماں کی خریداری کے پیسے نہ ہوتے اور اگر ایلڈ وائس رقم مل جاتی تو کارگیر خیرے دکھانے لگتے۔ اسے خود بھی کپڑے کا ڈیزائن کرنا اور دینا آتے تھے۔ سلمیٰ بیگم بھی سلمانی اور بیکنگ کا کام دیکھ لیا کرتی تھیں لیکن کام زیادہ ہوتا تو بیکری نہیں کر سکتی تھی۔ سارا کام کارگیر درزیوں کو سمھانا پڑتا تھا۔ وہ اپنا نام بنانا چاہتی تھی فیشن ڈیزائن کی دنیا میں اس کے لیے دن رات محنت کر رہی تھی جبکہ سلمیٰ بیگم کو اس کی شادی کی فکر سزا ہی تھی۔

”بنایا یہ اپنا شجاع شادی کب کر رہا ہے؟“ سلمیٰ بیگم نے ایک دن اس سے پوچھ ہی لیا۔ وہ اس وقت ناشتہ کر رہی تھی۔

”جب تک قرض فری کاروبار شروع نہیں کر دیتا تب تک تو کوئی آثار نظر نہیں آتے اس کی شادی کے۔“ اس نے جواب دیا۔

”کاروبار میں تو قرض لینا ہی پڑتا ہے ہتھ ہتھارتی جائے گا قرض بھی۔ اسے اب شادی کر سنی چاہیے۔“ سلمیٰ بیگم نے کہا تو وہ جائے گا مھونٹ بھر کے بولی۔

”امی جو شخص قرضوں میں جکڑا ہو۔ اس سے کون لڑکی شادی کرے گی۔ وہ قرض اتارے گا یا بیوی کے چوتھے پورے کرے گا؟ اور شادی کرنے کے لیے بھی تو پیسہ چاہیے۔“

”ہاں تو وہ ایسی لڑکی سے شادی کر لے جو اس کے کام کی نوعیت کو اس کے حالات کو سمجھتی ہو اور اسے روپے پیسے کی کمی سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ دو وقت کا کھانا تو وہ عزت سے کھلا ہی سکتا ہے نا اپنی بیوی کو۔“

”ہاں کھانا تو سکتا ہے مگر خود بخود کارہ لے گا مگر کبھی اپنی بیوی کو بھوکا نہیں رکھے گا۔“ بیانے مسکرا کر کہا۔

”بس تو پھر اسے کب جو گاروہ اور قاضی صاحب کو لے کر آجائے۔ اس جمعہ کو تم دونوں کا نکاح پڑھوا دو گی میں۔“

سلمیٰ بیگم نے جھٹ سے کہا تو وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

”امی..... کیا کچھ سوچتی رہتی ہیں آپ؟ مٹی بھلا مجھ سے شادی کیوں کرنے لگا؟ دوستی کا مطلب یہ تو ہوتی ہے کہ وہ مجھ سے شادی بھی کر لے۔“ بیانے تاسف سے لٹی میں سر ہلا کر کہا۔

”دوستی پر کسی غور کیا ہے تم؟ جان دینے کی حد تک وہ تمہارا ساتھ دیتا آ رہا ہے۔ چار سال سے اس کے ہر ہر انداز میں تمہارے لیے محبت ہے۔ رویے میں تمہارا خیال اور احساس جھلکتا ہے۔ عملاً وہ کسی جاں نثار عاشق کی طرح تمہارے کام کرتا ہے تمہارے من سے نکلی بات جیسے اس کے لیے حکم کار کردہ رہتی ہے جب تک وہ پوری نہ کر لے اسے چین نہیں آتا اور تم کہہ رہی ہو کہ وہ مجھ سے شادی کیوں کرے گا؟“

”امی پلیز مٹی کے سامنے یہ بات مت کہہ دیجئے گا۔ اس نے تو کبھی اشارہ بھی مجھے ایسا نہیں کیا اور وہ جانتا ہے کہ میری معافی ٹوٹ چکی ہے۔ ابو کے انتقال کے بعد گئے تانے بچھے اپنے گھر کی بھونٹانے سے صرف اس لیے انکار کر دیا تھا کہ ہم انہیں گھر بھر کے جھیر نہیں دے سکتے تھے نہ ہی مستقبل میں انہیں ہم سے کوئی فائدہ پہنچنے کی امید نظر آ رہی تھی سو..... وہ خاموش ہو گئی۔

”معافی ان کے لالچ کی وجہ سے ٹوٹی تھی۔ ہمارا تو کوئی قصور نہیں تھا ناں اور شجاع حیدر کو صرف تمہارے پیار بھرے ساتھ کا لالچ ہے تم کیوں نہیں سمجھتیں۔ وہ کہے گا نہیں۔ تم پوچھو گی نہیں تو کیا ساری عمر اسی دوستی میں گزارنے کا ارادہ ہے تم دونوں کا؟ کمال ہے یا آج کی نسل بھی عجب ہے یا تو محبت کی خاطر والدین کی مرضی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے مگر سے بھاگ کر کورٹ میرج تک کر لیتے ہیں یا تم جیسے بھی ہیں کہ پیار تو کرتے ہیں ایک دوسرے سے لیکن اظہار اور اقرار نہیں کرتے۔ ساتھ رہنا چاہتے ہیں مگر ساتھ مانگتے نہیں ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو گنواؤ گے ایک دوسرے کو اور پھر سوائے دکھاؤ پچھتاوے کے کچھ نہیں بچے گا دونوں کے پاس۔ احمق کہیں کے اپنے ہی دل کی خبر نہیں ہے دنیا کی کیا خاک خبر کھو گئے تم دونوں۔“ سلمیٰ بیگم نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ایک دم سے

اسے ڈانٹ بھی دیا۔

نام کردالی۔ یہی نہیں حیدر سلطان کے حصے کی زمین بھی بہت

ہوشیاری سے اپنے نام کردالی اور انہیں بے دخلی کا نوٹس بھجوا

دیا۔ نوٹس ملنے اور ساری حقیقت کھلنے پر انہیں شدید صدمہ پہنچا

اور دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ حیدر سلطان منوں منی

تے دفن ہو گئے۔ شہینہ بیگم تو جیسے زخمہ درگزر ہو گئیں تھیں۔

شجاع حیدر اگر ہمت اور حالات سے مقابلہ نہ کرتا تو وہ بھی

جان ہار دیتیں۔ شجاع حیدر کے پاس بینک میں جو رقم موجود

تھی وہ ان دونوں ماں بیٹے کے کام آئی۔ شجاع حیدر نے کالج

میں اپنی تعلیم جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ ٹیوشن پڑھانی شروع

کردی۔ ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لیا اور اپنے ضروری

سامان کے ساتھ اس مکان میں شفٹ ہو گیا۔ شہینہ بیگم

حالات کی اس ستم ظریفی انہوں کی بے بسی و خود غرضی اور

اکھوتے بیٹے کی دن رات محنت و مشقت پر اندر ہی اندر کڑھا

کرتیں۔ بلا خوشی کے انتقال کے دو سال بعد وہ بھی ان

کے پاس ملک عدم سدا رہ گئیں۔ شجاع حیدر کی تودنیائی ویران

ہو گئی تھی۔ ایسے میں اگر بیاہن لیتی تو وہ شاید زندگی سے باپوس

ہو جاتا۔ بیا کواں کے والد کے انتقال پر شجاع حیدر کی سلی

دلاس اسے یہ غم سننے میں مددگار ثابت ہوا تھا۔ اس در و دشترک

نے ان دونوں کے رشتے کو اور زیادہ گہرا و مضبوط اور بے غرض

بنادیا تھا۔ سلی بیگم کی خواہش تھی کہ وہ بیا کی شادی کا فریضہ جلد

از جلد ادا کر دیں اور اس کے لیے انہیں شجاع حیدر بہت

موزوں محسوس ہوتا تھا۔ لیکن وہ دونوں اپنے اچھے اور گہرے

دوست ہونے کے باوجود ایک دوسرے کو بھی شریک زندگی کی

نظر سے نہ دیکھ سکتے تھے۔ یا اگر ایسا کچھ تھا تو دونوں کے دل

کی تہوں میں چھپا ہوا تھا جسے وہ سب سے چھپانا چاہتے

تھے۔ خوراپنے آپ سے بھی بچانے کیوں؟



بیا کا کہنا درست ثابت ہوا تھا۔ شجاع حیدر کی دکان چل

پڑی تھی۔ بیانے اسے جو چالیس ہزار روپے موبائل فون

خریدنے کے لیے دیئے تھے۔ وہ واقعی مبارک ثابت ہوئے

تھے۔ شجاع حیدر کا سارا قرض اتر گیا تھا۔ دکان اور مکان کا

کرایہ دکان سے ہونے والی آمدن سے ادا کرنے کے بعد اس

”مجھے اپنے دل کی خبر ہے امی اور تازہ ترین اطلاعات

کے مطابق میرے دل کو پیاور محبت کا مرض لاحق نہیں ہوا۔“ بیا

نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”جلد بازی اور بے دہیانی سے نہیں فرصت اور سنجیدگی

سے سوچو جواب وہی ملے گا جو میں نے بتایا ہے۔“ سلی بیگم

نے سنجیدگی سے کہا اور ناشتے کے برتن اٹھا کر باورچی خانے کی

طرف چلی گئیں۔ بیا کو اپنے دل کی دھڑکن معمول سے ہٹ

کر محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے اس کے دل کا چکر پکڑا گیا ہو اور

دھڑکنیں شور مچا کر یہ اعلان کر رہی ہوں کہ ”بیا فرقان تمہیں

شجاع حیدر سے پیار ہے۔“



شجاع حیدر حیدر سلطان اور شہینہ بیگم کا اکھوتا سپوت تھا۔

حیدر سلطان کے چھوٹے بھائی انور سلطان تھے۔ دونوں

بھائیوں کے نام باپ کی چھوڑی ہوئی زمینیں تھیں۔ مل تھی۔

انور سلطان کی تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹا کوئی نہیں تھا اور انہیں یہ

لاٹھی تھا کہ شجاع حیدر جائیداد کا اکھوتا وارث ہوگا اور اسے سب

کچھ بھانسی کو شش کے پلیٹ میں سجا سجا پا بل جائے گا۔ جب

کہ انہیں اپنی بیٹیوں کو بھینس میں بھی کچھ دینا پڑے گا۔ گھر کی

جائیداد باہر جائے گی ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ انور

سلطان کی بیوی نصرت بھی لاٹھی عورت تھی۔ وہ بھی جینٹل

دولت حاصل کرنے کے طریقوں پر غور کرتی رہتی تھی۔ شجاع

حیدر کو ان کی بیٹیوں بیٹیوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ایک اس

کی ہم عمر تھی باقی دونوں دو سال کے فرق سے اس سے چھوٹی

تھیں۔ چچا کی خواہش کو محسوس کرتے ہوئے شجاع حیدر نے

ان کی بیٹی سے شادی کرنے سے پہلے ہی انکار کر دیا تھا۔ جس

کا انور سلطان کو بہت قلق تھا۔ انہیں اپنی سلی محسوس ہوتی تھی۔

شجاع حیدر کے انکار سے ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے پہلے

انہوں نے علیحدہ گھر میں شفٹ ہونے کا مطالبہ کیا۔ حیدر

سلطان کے لاکھ سمجھانے کے باوجود وہ نہیں رکے اور ایک

کینال کے شاندار بیگلے میں منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں

نے دھوکے سے مل کے کاغذات پر دستخط کرالے اور مل اپنے

کے پاس بمشکل ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے رقم بچ
پائی تھی۔ وہ کیشی ڈالنے کا سوچ رہا تھا۔ ساتھ ہی اس نے
ریاضی کی ٹیوشن بھی پھر سے پڑھانا شروع کر دی تھی تاکہ اس
رقم کو بچا سکے۔ بیا کی یونیک کا کام بھی بہت اچھا چلتا تو کبھی
گزارے لائق۔ آج کل اس کے پاس کام بہت تھا۔ مگر
سامان کی خریداری کے لیے دام نہیں تھے قرض وہ لینا نہیں
چاہتی تھی۔ شجاع حیدر اس سے ملنے آیا تو اس نے اپنی پریشانی
اس کے ساتھ شہزکی۔

”شہزی آؤر بہت بڑا ہے اگر وقت پر مکمل کر دیا تو سارے
مسائل حل ہو جائیں گے۔“

”تو مسئلہ کیا ہے پھر بسم اللہ کرو؟“ وہ بولا۔

”مسئلہ پیسوں کا ہے مال خریدنے کے لیے پیسے

نہیں ہیں؟“

”نکتے پیسوں میں ہو جائے گا تمہارا کام؟“

”ڈیڑھ لاکھ چاہیں باقی کار بیج ہو گیا ہے۔“

”اچھا تو پریشان ہونی کی کیا ضرورت ہے۔ یوں سمجھو

کے ڈیڑھ لاکھ روپے کا انتظام بھی ہو گیا۔ تم فوراً آؤر مکمل

کرنے کی تیاری پکڑو۔“ شجاع حیدر نے اس کے سندر صبیح

رخ کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”ایسے کیسے فچی؟“ وہ جھلا کر بولی تو شجاع حیدر نے اپنی

قیمتیں کی جیب میں سے ایک لاکھ روپے کا چیک نکالا اور اس

کی جانب بڑھا دیا۔

”یہ لو اسے کیش کرو اور کام چلاؤ۔“

”ایک لاکھ روپے تمہارے پاس کہاں سے آئے؟“ بیا

نے خوشگوار حیرت سے چیک کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ڈاکٹر ڈال کر رہا ہوں۔“

”شہزی.....“ وہ اس کے مذاق پر چڑ گئی۔

”دو کمیشیاں ڈالی ہوئی قیمتیں تمہارے نام کی..... جیسی

تمہاری ضرورت کے وقت کھولائیں دو دنوں مزرے کرو۔“ اس

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شکر یہ لیکن تم نے بھی تو کوئی کام کرنا ہو گا ناں اس رقم

سے؟“ وہ چیک دیکھ کر بولی۔

”تمہارا کام ہو یا میرا فرق کیا پڑتا ہے؟“

”مگر.....؟“

”یہ اگر مگر کیا کیوں کیسے ہماری دوستی اور رشتے میں نہیں

آنے چاہیں۔ رقم رکھو اور ہاں ایک آؤر میرا بھی نوٹ کرلو۔“

اس نے اسے چاہت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیسا آؤر؟“ بیا نے متعجب ہو کر پوچھا۔

”ایک شاندار سا ڈیزائنز ڈریس تیار کر دو ناں اپنا

ہی رکھ لینا۔“

”تم لیڈریز ڈریس کا کیا کرو گے؟“

”اپنی محبوبہ کو گفت کروں گا اس کی سالگرہ پر۔“

”اچھا تمہاری محبوبہ بھی ہے..... اکون ہے؟“ بیا کے دل

کو جیسے کسی نے ٹھکی میں مسل دیا۔ اس کے منہ سے محبوبہ کا ذکر

سن کر ایک ہل میں وہ اندر سے دھمکی سی ہو گئی تھی۔

”کیوں بتاؤں؟ جب تھو دوں گا تو تمہیں بھی ساتھ

لے چلوں گا دیکھ لینا میری محبوبہ کو۔“ شجاع حیدر مسکراتے

ہوئے بولا۔

”اچھا ٹھیک ہے تو تم اس سے شادی کرو گے؟“

”کس سے؟“

”جس کو محبوبہ کہتے ہو۔ اس سے یا اسے ساری زندگی

محبوبہ ہی رکھو گے؟“

”ہوں..... سوچنے والی بات ہے۔ تم اس سے ملو گی ناں تو

بیٹا نکاحی ملے گی تمہیں۔ اگر تمہیں وہ پسند آگئی تو میں شادی بھی

کر لوں گا۔“ شجاع حیدر نےنجیدگی سے جواب دیا۔

”اچھا اور اگر مجھے پسند نہ آئی تو کیا کرو گے؟“

”تو..... تو ساری زندگی کنوارہ رہوں گا۔“ وہ ایک لمحے کو

سوچ کر بولی۔

”اتنا چاہتے ہو اسے؟“ بیا کا دل ڈوب سا گیا۔

”تمہاری سوچ سے بھی زیادہ۔“

”بس پھر میرے پسند کرنے نہ کرنے کا کیا سوال؟

سالگرہ کے تحفے کے ساتھ ہی اسے منگنی کی انگلی بھی پہنا دینا

اور شادی کی تاریخ بھی طے کر لینا ورنہ انکی سالگرہ تک پورا

ایک سال انتظار کرنا پڑے گا۔“ وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

”کیا ضروری ہے کہ سالگرہ کے دن ہی بیاہ شادی منگنی کی بات بھی ملے ہو؟“ شجاع حیدر نے پوچھا۔

”ہاں ناں سالگرہ کا دن یادگار ہوتا ہے اگر کوئی چاہے والا دس کرے تو ایسے دن اگر محبت کا بندھن بھی ایک آتشیں رسم میں بندھ جائے گا تو مزید یادگار ہو جائے گا ذیل خوشی..... دو ہر اسزا۔“ بیانے بشکل مسکراتے ہوئے کہا۔

”بات تو تمہاری دن طین ڈالر کی ہے چلو مانی تمہاری بات۔ اب اچھی سی کافی پلا دو۔“ وہ مسکرا کر اس کی تجویز کو سراہتے ہوئے بولا۔

”زہر نہ پلو ادوں؟“ وہ ایک دم سے سلگ کر بولی۔
 ”ہائیں.....! یہ کیا کیا ہو گیا حراج یا رکو؟“ شجاع حیدر نے قدرے حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 ”نظر لگ گئی ہے۔“
 ”کس کی؟“
 ”تمہاری۔“

”میری نظر تو تمہیں یا تمہارے مزاج کو لگ ہی نہیں سکتی۔“
 ”کیوں؟“ بیانے خشکی سے دیکھا۔
 ”کیونکہ میں نے تمہیں کبھی نظر بھر کے دیکھا ہی نہیں.....“ وہ اطمینان سے مسکراتے ہوئے بولا۔
 ”کیا واقعی؟“ بیا کی حیرت میں ایک دکھ کا احساس بھی تھا۔

”کیا سچ میں شجاع حیدر نے اسے کبھی نظر بھر کے نہیں دیکھا تھا؟“ یہ سوال اس کے سامنے سر اٹھائے کھڑا ہو گیا۔
 ”ہاں میں نے پرانی لڑکی کو نظر بھر کے نہیں دیکھا۔“ وہ مسکرا کر شجیدگی سے بولا۔ لگاؤ اس کی ذرا آن والی فائل پر مرکوز تھیں۔
 ”اسے تو دیکھتے ہو ناں جس کے لیے ایک لاکھ روپے کا ڈریس بنوا رہے ہو۔“ بیانے طنز سے مسکرا کر کہا۔
 ”وہ تو میری محبوبہ ہے ناں۔ اس کو دیکھنے سوچنے کا حق محبت نے خود ہی دے دیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر لڑکی میرے لیے شجر ممنوع ہے۔ میں تو نظر بھر کے اسے بھی نہیں دیکھتا کہ

کہیں اسے میری ہی نظر نلگ جائے۔“ وہ فائل میں اس کے ہٹائے ہوئے ڈیزائن دیکھتے ہوئے شجیدگی سے بولا۔

”ویسے تم ہو بڑے میسنے اتنے سال سے ساتھ ہو کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کسی سے محبت کرتے ہو۔“ بیانے ناراضگی سے ٹھکڑا کیا۔

”ذکر اس لیے نہیں کیا کہ تم مذاق اڑاؤ میں میرا کہ جیب میں پیسہ نہیں اور دل میں پیار بسائے بیٹھے ہیں۔ اب کچھ حالات بہتر ہیں سو بتا دیا تمہیں وہ رنڈ سے کیا چھاپا ہے۔ کھلی کتاب کی طرح ہوں تمہارے سامنے میں۔“ وہ شجیدگی سے بولا۔

”ہوں..... خیر مبارک ہو۔ اللہ کرے تمہیں یہ محبت اس آجائے۔ تمہیں مل جائے تمہارا پیارا۔“ بیانے اخلافاً دوستی نبھاتے ہوئے مسکرا کر اسے مبارک باد کے ساتھ دعا بھی دی۔
 ”آمین۔“ وہ خوش دلی سے مسکراتے ہوئے بولا۔ بیا اپنی فائل اور چیک اٹھا کر اندر چلی گئی۔

رات کو جب بیا سونے کے لیے بستر پر لیٹی تو شجاع حیدر کی باتیں اس کی سماعتوں میں گونجنے لگیں۔ ”وہ کسی اور کو چاہتا ہے تو اسے کیوں اتنا برا محسوس ہو رہا ہے؟“

”اگر مجھے شئی سے پیار نہیں ہے تو یہ درد یہ بے کلی یہ بے چینی کیوں ہو رہی ہے مجھے؟ آنکھیں اگر اس کے خواب نہیں بن رہی تھیں تو ادھیڑے جانے کی سی تکلیف کیوں ہے ان آنکھوں میں جوا نسو بن کے امنڈ آئی ہے؟ وہ کسی اور لڑکی سے پیار کرتا ہے۔ اس سے شادی کرے گا تو میں کیوں مر رہی ہوں۔ یہ خبر سن کر وہ میرا کیا لگتا ہے؟“ بیا کو رات بھر نیند نہ آئی۔

ہزاروں سوال اور لاکھوں خیال بیڑھیاں چڑھتے اترتے رہے اور وہ لگ چھپ کے آنسو بہاتی رہی۔ اسے اپنی ماں کی باتوں کی سمجھ اب آرہی تھی۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں کہ وہ شجاع سے محبت کرتی ہے۔ لیکن شجاع حیدر تو کسی اور لڑکی کو محبوب بنائے ہوئے ہے۔ وہ بھلا مجھ سے شادی کیوں کرے گا؟“

”وہ میرے مسئلے حل کر دیتا ہے۔ وقت بے وقت میرے

کام آتا ہے۔ خیال رکھتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ میں عمر بھر کے لیے اس کے سر پر سوار ہو جاؤں۔ وہ بھی زبردستی۔ ہرگز نہیں۔ وہ میرا بہترین دوست ہے۔ مجھے اس کی خوشی میں خوش ہونا چاہیے۔ میں اس پر ظاہر نہیں کروں گی کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں اور یہ کہ مجھے اس کا کسی اور کا ہونا بہت تکلیف دے رہا ہے۔ میں نارمل رہوں گی۔ چھپ چھپ کے پیار کرتی رہوں گی۔ آج تک اس پیار کا ادراک نہیں ہوا تھا۔ کیا تھا اگر آج بھی نہ ہوتا۔“

وہ صبح پور جمل سی ابھی اور خود سے الجھ رہی تھی۔ تیار ہو کر بوتیک پہنچی تو اسے شجاع حیدر گلاس ڈور سے دکھائی دیا۔ وہ ادھر ہی آ رہا تھا اپنی پانچ کھڑکی کر کے وہ اس وقت اس کے سامنے نہیں آتا چاہتی تھی سلیز گرل کو کہہ دیا کہ اس کے بوتیک آنے کا اسے نہ بتائے اور خود بوتیک میں بنے چھوٹے سے آفس میں آ کر بیٹھ گئی۔

”اف۔۔۔۔۔ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ میں فحشی سے کیوں چھپ رہی ہوں؟“ بیانے اپنی دھڑکنوں کو بے ترتیب محسوس کرتے ہوئے خود کلامی کی۔

”تم شجاع حیدر سے پیار کرنے لگی ہو۔ وہ تمہاری آنکھوں سے تمہارا بدل کا حال نہ پڑھ لے۔ اسی لیے تم اس سے چھپتی پھر رہی ہو۔“ اس کے اندر سے آواز آئی۔

”یہ دن بھی دیکھنا تھا مجھے۔ جس کے سامنے میں ہمیشہ سر اٹھا کے چلتی تھی، نظر ملا کے بات کرتی رہی ہوں آج تک۔ آج میں اس شخص سے چھپتی پھر رہی ہوں کیونکہ مجھے اس سے پیار کا ادراک ہو گیا ہے۔ یا اللہ! مجھے ہمت دے کہ میں فحشی کی خوشی میں خوشی سے شریک ہو سکوں اور اس کے سامنے کمزور نہ پڑوں“ آئین۔ ”بیانے دل ہی دل میں بہت گڑگڑا کر دعا مانگی۔

”لو تم تو موجود ہو اور وہ کہہ رہی ہے کہ میڈم ابھی آئی نہیں۔“ شجاع حیدر اسی بل اس کے آفس میں داخل ہوا۔ اسے وہاں دیکھ کر کہنے لگا۔ بیانے فوراً خود کو نارمل کیا۔

”عجیب سلیز گرل رکھی ہے تم نے جو تمہاری موجودگی کو غیر موجودگی بتا رہی تھی۔“ وہ کرسی کھسکا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

درمیان میں ایک میز مائل تھی۔

”اسے میں نے ہی کہا تھا ایسا کہنے کے لیے۔“ وہ بولی۔

”کیوں۔۔۔۔۔ تم مجھ سے ملنا نہیں چاہتیں؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ مئی۔۔۔۔۔ تمہارے لیے تھوڑی منع کیا تھا کچھ

کام تھا۔ اس لیے کہ دیا کہ دو تین گھنٹے تک میں کسی سے نہیں ملوں گی۔ کوئی آئے تو کہہ دے کہ میں بوتیک نہیں آئی۔ تم تو فوراً ہی چپک پڑے۔“ اس کو وضاحت کرنا پڑی۔

”ہاں کام پر جا رہا تھا سوچا تمہیں بتانا جاؤں کے میری محبوبہ کے لیے کیا اور کس کلر کا ڈریس بنوانا ہے مجھے؟“ شجاع حیدر نے کہا۔

”مجھ پر چھوڑ دو اور مجھ سے رکھوانا شاء اللہ۔۔۔۔۔ سب سے بہترین ڈریس تمہارے لیے ہی ڈیزائن کروں گی۔“ بیانے سنجیدگی سے کہا۔

”چلو چھوڑ دیا تم پر۔۔۔۔۔ اور یہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے؟“ شجاع حیدر نے بات کرتے ہوئے اچانک اس کی سرخ ہوئی اور سوتی آئی آنکھوں کو دیکھا تو فوراً پوچھ لیا۔

”کچھ نہیں۔“ بیانے نگاہ چرائی۔

”کچھ تو ہوا ہے۔ گتا ہے رات بھر سوتی نہیں بلکہ روئی ہو۔ بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ مجھ سے کچھ مت چھپانا۔“ شجاع حیدر نے بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایسا کچھ ہے ہی نہیں۔ بس رات بھر ڈریس ڈیزائننگ کرتی رہی۔ نئے آئیڈیاز پر کام کرتی رہی۔ رات گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔“ بیانے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے جھوٹ بولا۔

”تمہیں تو جھوٹ بھی بولنا نہیں آتا۔“ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلا گیا اور وہ ہکا بکا بیٹھی رہ گئی۔ وہ اسے اس حد تک سمجھتا تھا یہ انکشاف کو کہہ گیا کے لیے بیانے نہیں تھا مگر اس وقت شجاع حیدر کا یہ کہنا اسے اس کی نظروں میں بے نقاب کرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ شجاع حیدر اس کے دل کے چور کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا ہو۔



لگ چھپ جانا

نہ کسی کو بتانا

دل میں ہے پیار

آنکھ میں فسانہ

سو گیا سورج

شب نے ہوا

لگ چھپ جانا

نہ کسی کو بتانا

جال سے پیار سا جن

ایسے نہ گونا

لگ چھپ جانا

دل کی سب باتیں

نہ پیار سے چھپانا

لگ چھپ جانا

سدا مسکراتا

ہے جس سے اتنا پیار کرتا ہے وہ کس قدر حسین ہوگی؟

اسے اس لڑکی کو دیکھنے کا شوق ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی

کم مائیگی کا احساس بھی شدت سے ہو رہا تھا۔ اوپر سے یہ پیار

ہو جانے کا احساس جب سے ہوا تھا تب سے وہ خود سے شجاع

حیدر سے چھپتی پھرتی تھی۔

”کیا ہوا؟“ وہ کم مسم او اس بیٹھی تھی۔ جیسی سلی بیگم نے

آ کر پوچھا۔ انہیں کچھ اندازہ تو ہو گیا تھا اس کی اس کیفیت کا۔

”وہی ہوا جس کا آپ کو علم تھا مجھے نہیں.....“

”تو پھر اب کیا ارادے ہیں؟“ انہوں نے اس کی ان کہی

بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”نیک ارادے ہیں وہ جس لڑکی سے پیار کرتا ہے۔ اس

کے ساتھ اس کی شادی کرانیں گے۔ ہم مل کر اس کی خوشی میں

خوش ہوں گے۔ اچھے دوستوں کو تو ایسا ہی کرنا چاہیے نا؟“

”ہاں لیکن..... کہ وہ لڑکی سے پیار کرتا ہے؟“

”ہے کوئی۔ آپ کی بیٹی کو تو وہ آنکھ بھر کے بھی نہیں

دیکھتا۔ آپ کا آدھا اندازہ درست نکلا کہ میں شجاع حیدر سے

پیار کرتی ہوں اور آدھا نکلا کہ وہ بھی مجھ سے پیار کرتا ہے۔

وہ تو کسی اور لڑکی سے پیار کرتا ہے۔ وہ کسی اور کا ہو جائے گا

مطلب میرا نہیں رہے گا۔ یہ دوستی یہ ساتھ یہ ملنا جانا دکھ سکھ

شیر کرنا یہ سب ختم ہو جائے گا۔ یہ زیادہ اذیت ناک ہے

ای..... کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ شجاع حیدر میرے وجود

میں رگوں میں خون کی مانند گردش کرنے لگا ہے۔ دل میں

دھڑکن بن کر دھڑکتا ہے۔ آتی جاتی سانسوں میں سڑکتا

ہے۔ یہ سب ختم ہو جائے گا تو یہاں کی زندگی بھی ختم ہو جائے

گی۔ ہے ناں امی؟“ بیانے کھوئے دلوں نے ہوئے لچھے میں

بہت بے بسی اور کرب سے کہا۔ سلی بیگم کا دل تڑپ کر رہ گیا۔

”اللہ نہ کرے میری بیٹی کو کبھی کچھ ہو۔ میں بات کروں گی

شجاع سے میرا دل نہیں مانا کہ وہ تم سے نہیں کسی اور لڑکی سے

پیار کرتا ہے۔“ سلی بیگم نے اسے اپنے سینے سے لگا کر کہا۔

”آپ شجاع سے کوئی بات نہیں کریں گی امی..... محبت

بیک نہیں ہوتی کہ کسی سے منت سماجت کر کے حاصل کی

جائے۔ محبت تو اعزاز کی طرح دی جاتی ہے۔ وہ یہ اعزاز کسی

بیا فرقان چوبیس برس کی بہت خوب صورت لڑکی تھی۔

سرخ و سفید رنگت سیاہ آنکھیں ستواں ناک شگرفنی ہونٹ

دلکش نقوش جیسے کسی شاعر کا حسین تخیل ہو۔ سیاہ زلفوں کے

ریشم میں کسی کا بھی دل الجھ سکتا تھا۔ اس کی گھنیری سیاہ پلکوں

کی جھل میں ایک کر کوئی بھی مسافر اپنا رستہ بھول سکتا تھا۔ اس

کی آواز کی دلکشی پہروں سننے والے کو اپنی نشست پر براجمان

رکھ سکتی تھی۔ اس کے فکر و خیال احساس و جمال پر ہر صاحب

ذوق اور باشعور انسان کو رشک آ سکتا تھا۔ ایسے اوصاف اور

خوبیوں کی مالک بیا فرقان کو شجاع حیدر کا یہ کہنا کہ ”اس نے

کبھی بھی اسے آنکھ بھر کر نہیں دیکھا۔“ بیا فرقان کو عجیب سے

احساس کسری میں جھکا کر رہا تھا۔ مانا کہ وہ خود بے وقابل تھا مگر

وہ اسے اتنا غیر معمولی سمجھے گا یہ دکھ بیا کو اندر ہی اندر کھائے

جا رہا تھا۔ اس نے کبھی اپنی ظاہری خوب صورتی پر دھیان نہیں

دیا تھا۔ نہ ہی خود پر کبھی غور کیا تھا۔ نہ خود کو فرصت سے دیکھتے

ہوئے سہا تھا۔ یہ تو شجاع حیدر کا کہنا اسے آئینے کے سامنے

کھڑا ہونے اور اپنا تنقیدی جائزہ لینے پر مجبور کر گیا تھا اور اسے

شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ اگر وہ شجاع حیدر کے ذوق نظر

اور محبت کے معیار پر پوری نہیں اترتی تو وہ جسے اپنی محبوبہ کہتا

”تم نے کبھی مجھ سے اتنے سخت لہجے میں بات نہیں کی بیا“
ایسا کیا کہہ دیں میں نے؟ میری چھوٹی سی خوش اور خواہش پوری
نہیں کر سکتیں تم؟“

یہ دل اس کا دیوانہ
یہ جاں اس پر فدا نہ
لگ چھپ جانا

بیا گھر پہنچی تو ڈرائنگ روم کو خوب صورت غباروں
چھنڈیوں اور چھٹی برتھ ڈے کے چمک دار ٹینکڑوں سے سجا ہوا
دیکھ کر حیران رہ گئی۔ میرے برتھ ڈے ایک بھی موجود تھا۔
”کچنی برتھ ڈے تو بڑی کچنی برتھ ڈے ڈیز بیا۔ کچنی برتھ
ڈے سوٹ بیا۔“ شجاع حیدر کی سنگنائی مسکرائی ہوئی برتھ
ڈے دس نے بیا کی حیرت دو چند کر دی۔

شجاع حیدر نے اچانک اس کے سامنے آ کر اسے دس کیا
تو وہ بے یقینی کے عالم میں اسے تنگے لگی۔ سفید شرٹ براؤن
جینز کی پیٹ اور براؤن بوٹ پہنے اپنے کلین شیو چہرے پر
مسرت و مسکراہٹ سجائے وہ سیدھا بیا کے دل میں جا رہا تھا۔
”اتنی بے یقینی سے کیوں دیکھ رہی ہو۔ کیا پہلے کبھی برتھ
ڈے دس نہیں کیا میں نے تمہیں؟“ وہ اس کی حیرت زدہ
صورت کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے مسکرا کر کہا۔
”کی ہے مگر اتنے اہتمام سے پہلے کبھی نہیں کی۔“
”وہ اس لیے کہ آج صرف تمہاری سالگرہ نہیں۔۔۔۔۔
تمہاری مفتی بھی ہے۔“ سلیٹی بیگم خوشی سے ڈرائنگ روم میں
داخل ہوتے ہوئے بولیں۔

”ای۔۔۔۔۔! میری مفتی؟“ وہ حیرانگی سے انہیں دیکھ
رہی تھی۔ شجاع حیدر اپنے موبائل فون پر اس کی تصویریں
بنارہا تھا۔

”ہاں تمہاری مفتی شجاع کے ساتھ ہو رہی ہے۔“ سلیٹی
بیگم نے اسے خوشی سے گلے لگاتے ہوئے بتایا۔

”کیا۔۔۔۔۔! شجاع سے میری مفتی ہو رہی ہے؟“ وہ حیرت
کے سمندر میں غوطے لگائی ایک دم سے ان سے الگ ہوتے
ہوئے بولی تو جواب شجاع حیدر نے دیا۔

”ہاں بھئی۔۔۔۔۔ مجھ سے تمہاری مفتی ہو رہی ہے۔“

”کیوں۔۔۔۔۔ مجھ سے کیوں؟ ایسا کیا کہہ رہا ہے؟“
وہ حیرت بے یقینی کی کیفیت میں کبھی شجاع حیدر کو دیکھ رہی
تھی اور کبھی سلیٹی بیگم کو جن کے چہرے پر خوشی اور اطمینان

”ٹھیک ہے کر دیتی ہوں تمہاری خوشی اور خواہش پوری
میں یہ ڈریس پہن لیں ہوں۔ ایسی ٹاپ، کلر اور ڈیزائن کا ایک
اور ڈریس بھی تیار ہے وہ تم اپنی منگتیر کو گفت کر دینا۔ اس طرح
تمہارا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور مجھے بھی اعتراف نہیں ہوگا۔
اوکے ویٹ کرو۔“ بیا نے شجیدگی سے کہا اور ڈریس لے کر
چونچک روم میں چلی گئی۔

”ہر بات کا جواب ہر مسئلے کا حل اور ہر چیز کا متبادل ہوتا
ہے بیا کے پاس۔ کہیں میرا متبادل بھی نہ ڈھونڈ رکھے یہ لڑکی۔
ایسا ہوا تو بہت برا ہوگا شجاع حیدر۔“ شجاع حیدر نے دل میں
سوچا اور سیز گرل کو بتا کر وہ بیا کے گھر جا رہا ہے بیا آئے تو اسے
بتا دے وہ یونٹیک سے چلا گیا۔ بیا ڈریس پہن کر آئی تو شجاع
حیدر کے چلے جانے کا اس کراسے بہت غصہ آیا۔

”میم بہت سوٹ کر رہا ہے یہ ڈریس آپ پر۔ آپ تھوڑا
سامیک اپ بھی کر لیں ڈریس کی مناسبت سے تو سونے پر
سہاگہ ہو جائے گا قسم سے۔“ سیز گرل نے اسے اس خوب
صورت ڈریس میں دیکھ کر ایمان داری سے کہا۔

”کیوں نہ شجاع حیدر کو دکھاؤں جا کر کہ یہ ڈریس میرے
لیے ہی بنا ہے۔“ بیا فرقان بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ اس نے
اگر مجھے نظر بھر کر نہیں دیکھا تو اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ اس حسن
پر مرنے والوں کی کمی تو نہیں ہے۔“ بیا نے دل میں سوچا۔

”شکر یہ۔ میں چلتی ہوں کل ڈرا جلدی آ جائے گا۔ اب
آپ بھی گھر جائیں۔“ پاپائے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا
کرتے ہوئے کہا اور آئیں میں آ کر اپنے بیگ میں سے
میک اپ کا سامان نکالا اور ہلکا سا میک اپ کیا بالوں کو برش
کرنے کے بعد اپنی ضروری چیزیں میٹیکس اور یونٹیک بند کر کے
اپنی گاڑی میں آٹیشی اور گاڑی اشارت کر کے اس کا رخ اپنے
گھر کی جانب موڑ دیا۔

کیوں لگ چھپ جانا؟

کیوں نہ ساجن کو بتانا

پتلی گسائے

ماورا طلعہ

سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر

یہ پیاسی خشک مٹی سے کیا وعدہ نبھانا ہے
آسمان سے بادل ہم نے کھینچ لانا ہے
فقط پہرہ نہیں دینا ہم نے تاریک گلیوں میں
ہم نے سوئے ہوئے لوگوں کی قسمت کو جگانا ہے

سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر

سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر

سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر سائگرہ نمبر



ان محترمہ کو ماورائے ایشیاء کہتے ہیں۔ آپ اگر تنگ کے پیچھے مقید چھوٹی چھوٹی آنکھیں دیکھیں تو آپ ان آنکھیں کو گول گول تیزی سے ہٹا دیکھیں گے نہیں نہیں..... خدا خواستہ آنکھوں کی بیماری نہیں ہے بلکہ یہ خارجی کارروائی کے حق میں مثبت دلائل دینے کے لیے سوچ بچار ہو رہی ہے۔ اس کے ساتھ عاصمہ کی آنکھ میں کھڑی ہے اور یہ یقیناً اس کے لیے بالوں کی ہوئی۔

”تم لوگوں کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ تم سب یہاں پڑھنے آئی ہو تاہم ایشیاء کسے نہ کوئی نہ کوئی کارنامہ سرانجام کر رہی ہو، کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب تم لوگوں کی شکایت نہ آئے۔ میرا بس چلے تو تم لوگوں کو جھگڑ میں چھوڑ دوں وہاں بندروں کی طرح کرب کرتی رہنا۔“ کئی منٹ آنکھوں سے شعلے اگلنے کے بعد پرنسپل نے زبان سے انکارے پھینکے۔

”سری اردو کئی خراب ہے، انہیں مس ثمنہ سے کلاس لینی چاہیے۔ ہم بندروں کے ساتھ کیوں کرب کریں، مشرقی لڑکیاں ہیں بندریوں کو سہیلیاں بنالیں گے۔“ عاصمہ بالوں سے ابھتی ماورا کے کان میں آہستہ آواز میں بولی۔

”ماورا اسے جھگڑ میں نہیں سامنے والے قبرستان میں چھوڑ آؤ، یہاں بے عزتی ہو رہی ہے اور اسے بند بندریا کا فرق سمجھ رہا ہے۔“ عطیہ تک عاصمہ کی آواز پہنچی تو اس نے لاہروائی کا چولا اتار کر جواب دیا۔

”اوہو..... بے عزتی بھی عزت والوں کی ہوتی ہے۔“ صدف نے متانت سے جواب دیا تو سب کی دیمی سی ہنسی نکلی۔

”یہ تم لوگوں کے دانت کس خوشی میں نکل رہے ہیں؟ میرے بولنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے بہتر ہے ہم آپ ہی انہیں پینڈل کریں۔“ پرنسپل نے میم لٹی سے کہا اور خود موہاں کان سے لگا لیا۔

”میم ہم نے ایسا کیا کر دیا۔ ساری لڑکیاں تھر ز فلو پر تھیں ہم کوئی ایسی تو نہیں تھیں۔“ آخر کار ماورا اہمیت کر کے بولی تو سب نے امید بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔

”مجھے سب کانہیں بتا، میں نے تم لوگوں کو خود دیکھا تھا۔“

آپ نیلے رنگ کے بڑے دروازے سے اندر داخل ہو جائیں۔ اب آپ کے سامنے بڑا سا میدان ہے، میدان سے پرے قطار میں بنے کمرے ہیں۔ میدان کے وسط میں اونچا سا اسٹیج بنا ہوا ہے جس کے ایک کونے میں اسٹینڈ پر مائیک رکھا ہے۔ یہ سارا منظر دیکھ کر آپ کے ذہن میں کسی اسکول کا خیال آئے گا اور میں آپ کے اس خیال کی تائید کرتی ہوں، آپ کا خیال پچاس فیصد درست مانا جاتا ہے۔

اس اسکول سے حق ایک کالج بھی ہے، خواتین کا کالج مکران کے ساتھ اسکول کی بچیوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ اس بے حرمتی پر وہ آٹھ آٹھ انسپکٹریں ہیں اور سوچتی ہیں کہ کاش آنسوؤں کی زیادہ تعداد والا حاورہ بھی ہوتا۔ یہ حوالہ یقیناً آپ کو پریشان کرنے کے لیے کافی ہے اس لیے مزید تعارف چھوڑیے اور واپس سڑکروا میں طرف چلتے ہوئے سامنے نظر آنے والے پرنسپل روم کے اوپر کھلے دروازے میں کھڑے ہو جائیں۔ بڑی سی میز کے پیچھے کرسی پر براجمان شخص ظاہر ہے پرہیزگار ہیں مگر میز کے سامنے آسانی رنگ کے دوپٹے اوڑھے قطار میں کھڑی لڑکیاں آپ کی حیرانی کا باعث ہوں گی۔ آپ دماغ پڑھو نہیں ڈالیں، ہم تعارف کروا دیتے ہیں۔ سب سے پہلے کھڑی لمبی، دلی لڑکی شریا عبدالسلام ہے، ہاتھوں کو مڑھڑھتے ہوئے اس کی کیفیت عجیب سی ہو رہی ہے۔ اس کے ساتھ مقدس بشیر کھڑی ہے، دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے یہ اس کے ساتھ ہی چمکی رہے گی۔ ان دونوں کے ساتھ دو اور لڑکیاں چپکے والی بیماری کا شکار ہیں جن میں انشمن اور صدف شامل ہیں۔ انشمن کا بس چلے تو اپنی پیشانی پر ”بے قصو“ لکھ لے کر اب تو ہر حیلہ ناکام ہے اور صدف کا حجاب میں مقید چہرہ بھی بے گناہی کا ثبوت نہیں دے پا رہا۔

صدف کے ساتھ عطیہ کھڑی ہے اور آپ پہلی ہی نظر میں اس کے چہرہ پر بے پروائی دیکھ سکتے ہیں اور یہ بے پروائی اس کی طبیعت کا خاصہ ہے اس کے ساتھ ایک لمبی سی لڑکی منہ پر بڑی عینک لگائے کھڑی ہے، اس میں عینک کا تصور نہیں اس کا منہ ہی ایسا ہے کوئی عینک ہی فٹ نہیں آتی،

میم نے غصے سے اسے دیکھا جو مصمصیت کے سارے ریکارڈ توڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”میم فرسٹ اور سینڈائر بھی تھیں، تھرڈائر بھی ہمارے ساتھ تھی۔ میں آپ کو سب کے نام بتا دیتی ہوں۔“ بلورا کے اشارے پر ٹرانے بھی کیس ہینڈل کرنے کی کوشش کی۔
”کچھ شرم کرو تو تھہ ایر، تم لوگ سب سے سچیر تھیں بجائے سب کو منع کرنے کے خود بھی ساتھ کھڑی ہو گئیں اور اب بہانے بنا رہی ہو۔“ میم کا غصہ سوائیز سے پھٹا۔

”میم ہم نے سوچا جتنا زہ دیکھ کر ان کا ایمان تازہ ہو جائے گا جیسے میں نے کتا ہوں سے تو یہ کر لی تھی فوری۔“ مقدس بولی اور میم کے تاثرات اس جج کے جیسے ہو گئے جو سزائے موت سنائے والا ہو۔

”تم لوگ پورا ہفتہ کوئی کلاس نہیں لوگی اور اگر آئندہ تم لوگوں کی کوئی شکایت آئی تو ہم تمہارے والدین سے شکایت کریں گے۔“ میم نے فیصلہ سنایا اور آفس سے نکل گئیں۔ پرنسپل نے بھی ہاتھ سے باہر جانے کا اشارہ کیا تو وہ سب منہ لٹکائے باہر آ گئیں۔

”لففف..... پورا ایک ہفتہ۔“ عاصم نے دکھ سے کہا اور اس کا دھبی ہوتا ہوا بھی تھا۔ کیا عزت رہ جاتی اس کی کہ کلاس کا فرسٹ رول نمبر اور سزا کے طور پر ہفتہ بھر کلاس سے باہر ہے۔

”دروازہ بند کرو۔“ ٹرانے کہتے ہوئے پرنسپل آفس کا دروازہ بند کر دیا۔

ہال میں خاموشی چھا گئی۔ وہ سب سر جھکائے گراؤنڈ سے گزریں تو اسٹیج پر بیٹھی ٹیچرز کی طنزیہ نظریں تیز دھار تواری کی مانند محسوس ہوئیں۔ ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے سیزر حیاں چڑھیں اور کلاس میں داخل ہو گئیں۔ ساری کلاس کی نظریں ان پر جمی تھیں کہ جیسے وہ کالے پانی کی سزا کاٹ کے آئی ہوں۔

”کیا ہوا؟“ سب سے پہلے اتر آنے پوچھا۔
اس کا پوچھنا تھا کہ کلاس میں طوفان آ گیا۔ سب کے نکتے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔

”آج لگتا ہے میں ہواؤں میں ہوں، مجھے اتنی خوشی ملی ہے۔“ ٹھہمین پکڑے جیسی ناک کو اوپر اٹھاتے ہوئے مزے سے کلاس میں گھومنے لگی، جیسے وہ پٹاس کے پر ہوں اور وہ واقعی اڑ جائے گی۔

”شکر ہے ایک ہفتہ تک پڑھائی کی کوئی ٹینشن نہیں۔ مزے سے ناول پڑھیں گے اور پی ایس ایل کے میجز دیکھیں گے۔“ بلور نے انگلی سے عینک اوپر کی اور اپنی کرسی پہ لیٹنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔

”سیدی ہو کر تھوہر وقت تمہاری کرسی ٹوٹی رہتی ہے۔“ آفشین نے بلورا کا بازو زور سے پرے کیا جو اس کی کرسی پہ قبضہ کیے ہوئے تھا۔

”ٹینرز بات کرو، ابھی تم لوگوں کو بچا کے لائی ہوں۔“ اس نے بھی آنکھیں نکالیں۔

”دلو کیا کہتے تمہارے۔“ بجانے کے ایک ہفتہ کلاس سے بے دخل مل گئی اگر تم نہ بچاتی تو یقیناً ایک دو دن کی بددیدی نصیب ہوتی۔“ عطیہ دانت پیٹے ہوئے بولی جیسے دانٹوں میں بلورا کی عینک ہو۔

”خیر تم لوگ اور مرد میں کنٹینن جاری۔“ پرنسپل نے سب بحث بیکار جانتے ہوئے کنٹینن کی ہانک لگائی اور ساری کلاس دو منٹ میں خالی ہو گئی تھی۔

سارے کالج میں فور تھہ ایر کی سزا کی دھوم مچی ہوئی تھی مگر یہ دھوم ثبت تھی۔ فور تھہ ایر نے سینڈ فور کا ایک خفیہ کونہ چننا اور اسے اپنی راجدھانی بنالیا، سارے کالج میں جس جس کو بے دخل کی سزا ملتی وہ خاموشی سے فور تھہ ایر کے آستانے پہ حاضری دے دیتا بلکہ کچھ دل تو حاضری دینے کے لیے بھل رہے تھے مگر ان کو یہ خوش نصیبی صرف فری پیر ڈی میں ملتی تھی۔

روزانہ صبح کلاس کے باہر مصمص صورت بنا کر کھڑا ہوا جاتا تا کہ ایک دفعہ معافی مانگنے کا فریضہ سر انجام دیا جائے مگر دل سے معافی کی منتظروری کی صدا نکل رہی ہوئی تھی مطلب کا جواب سن کر واپس اپنے قائم کردہ مقام پر نشر ایف آوری ہوئی اور گفتگو کا نہ کئے والا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

”اللہ کا نام لو اور سوئے دو، ریڈیو ایف ایم کی طرح تم

دل ہی دل میں اسے کوسنوں سے نواز اوراگلے ہی لمحے ساری کنشیں کی طرف جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”تم کچھ کھانا پسند کرو گی؟“ عاصمہ کو بھی اس پہ ترس آیا تو پوچھ لیا۔

”کپنے پیوں سے جو لانا پسند کرو گی میں شکر الحمد للہ کہتے ہوئے کھالوں گی۔“ اس نے ناول میں ہی سر دیئے ہوئے کہا۔

”تجئے غور و فکر سے کبھی کتابیں پڑھ لو تو ٹاپ کرو۔“
 انہیں نے مفت مشورہ دینا مناسب سمجھا۔

”تم اپنی پسلیوں کی فکر کرو میں پاس ہو جاؤں گی اور آپ کو خبر دے دوں گی۔“

میرے انہماک میں غلغلہ انداز کی حرکتوں کی تلاش کی۔ ”اس نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا تو ساری باتیں کی درست یہ فیس بکس۔“

زورش دہن بنی بیڑ پہ بیٹھی ہے مگر اس کے تاثرات کسی چڑیل جیسے ہیں اور اب اس نے اٹھ کر سارے کمرے کا ہنس نہیں کر دیا ہے۔ سمعان بیچارے نے نہ جانے کتنے ہزاروں روپے لگا کر کمرہ عروسی سجالا تھا زور ش چڑیل نے جملہ عروسی کو میدان جنگ بنا دیا تھا۔

”ہائے بیمار اسمعان.....“

تھوڑی دیر پہلے تاخیر لڑنے مرنے والی اب اس کے گرو
اگرہ بتائے بیٹھی تھیں اور وہ کہانی میں اپنی طرف سے تین چار
لاگا کر ان کی سماعت کے گوشہ گوشہ تک پہنچا رہی تھی۔ باقی کا سارا دن
یہی طرح کرتا تھا، وہ بی بی سی لندن بنی ہوئی رہی، مملکت
میں مذہب ذات بنی آنسو بہاتی رہے گی، بانی وڈ کی ساری ہیر خیز کی
پیشکش کو مات دیتے ہوئے بھی زرش بنے گی اور کبھی
عاج۔ جب کہ سامنے بیٹھی لڑا کا بلیاں مرنے سے کہانی
تھی ہوئی اتفاق کی نئی مثال قائم کر رہی تھیں۔

فورتحہائیر کی سزا کا آخری دن ہے اور ان کے ساتھ ساتھ
اراکان کا جو اس تھا کیونکہ مفت کی کہانیاں ختم ہو رہی تھیں، اگلا
نن نہ جانے کب آئے گا۔ اسی میں آج اجتماعی خاموشی
ہی۔ کوئی ٹرولر بل نہ رہا ہے اور نہ ہی کوئی چھپکلی بنی دیوار سے
سونس نے کی کوششوں میں تھا۔ اس وقت تو سب گھبراہٹ کا

لوگوں کی زبانیں چلتی رہتی ہیں۔ ”مادرِ جو کہ دیوار سے ٹیک لگائے سونے کی کوشش میں بھی ان سب کی باتوں سے تنگ آ کر چیخی۔

”تم رات کو پہرہ نہ دیا کرو اور اس وقت انسانوں کی طرح آرام سے سویا کرو۔“ انشین نے بھی نخوت سے جوابی وار کیا۔

”کون سا دن ہوگا جب تم صبح کے وقت سونے کا مشغلہ ترک کرو گی۔ رات کو مکمل نیند لیا کرو تو دن میں چھپکلی کی طرح دوپہار سے چھٹنے کی نوبت نہ آئے۔“ عاصمہ بھی اٹھین کی تائید میں بولی۔

”تم لوگوں کی طرح پی ٹی وی پر آٹھ بجے کا ڈرامہ دیکھ کے سو جایا کروں، رات کے دو بجے اٹھ کے آسمان کے کنارے گنا کروں اور صبح چھ بجے تک فینڈے سے آنکھ مجھولی کھیلتی رہا کروں۔“ وہ ہمیشہ سے ان کے اس معمول سے تنگ رہی تھی اور نئے نقطہ سنا بھی دبا کر تھمتی۔

”ساری رات تم لوگوں کی طرح خراے نہیں مارتی بلکہ مطالعہ کرتی ہوں۔ کچھ پڑھنے کا شوق ہو تم لوگوں کو رات اور مطالعے کا سہم پتا چلے۔“ اس نے ہمیشہ کی طرح دونوں کو اب دیا اور ساتھ رکھے بیک سے ”یہ چاہتیں یہ شدتیں“ دل نکال لیا۔

”بڑا نیک کام ہے ناں جو تم کرتی ہو، نظر پہلے ہی نہیں آتا
پر سے مطالعہ کا شوق چڑھا رہا ہے۔“ ثمرانے بھی حسب
معمول بحث میں اپنا حصہ ڈالا۔

”باقی سب کچھ ایک طرف محترمہ پڑھتے ہوئے باقاعدہ
نوسو بارہا رہتی ہیں۔ ایک تو لمبی ناک اوپر سے موٹی سرخ
رکے ہمیں ڈرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔“ عطیہ کو تو ناظر
سے خاص دلچسپی تھی اور اس کی باتیں اندر کی جلن نکالنے کے
یہ کافی ہوتی تھیں۔

”چھاٹھک ہے آئندہ کہنا ہمیں کوئی کہانی سناؤ، کوئی پیار
ت کی داستان سننے کی فرمائش کرنا تم لوگوں کا منہ توڑ دوں
گا۔“ وہ بھی غصے سے کہتے ہوئے منہ پھیر گئی اور دوبارہ سے
معان اور ”زرش“ کی محبت میں گھوٹی۔ ان سب نے بھی

راستہ بھی بھولے ہوئے تھے۔

”اے بہارو..... گولہ رہنا..... ہم سب نے واپس آنے کی قسم کھائی ہے.....“

صدف لہک لہک کر اپنے واپس آنے کی نوید سناری تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو سب اس کی آواز کو داد دیتے مگر اس وقت تو سخت سوگ کا عالم تھا۔

لگ جا گلے کہ پھر یہ

حسین دن ہونا ہو

شاید پھر اس کلاس میں

ملاقات ہونہ ہو

ماورا نادل گلے سے لگائے، گانا گاتے ہوئے لٹا بننے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

ہم کوئی ہیں آج یہ

گھڑیاں نصیب سے

جی بھر کے دیکھ لیجئے

ہم کو قریب سے

پھر آپ کے نصیب میں

یہ بات ہونا ہو

ان سب نے ایک دوسرے سے گلے ملتے مڑ بلند کر دیئے تھے ساتھ ہی آنکھوں سے ان دیکھے آنسو بھی صاف کیے۔

”اب قدر آئی میرے ڈائجسٹ اور نالز کی۔“ وہ عینک کو واپس ناک پہنکاتے ہوئے بولی۔

”پہلے کب ہم ان سے سون جیسا سلوک کرتے رہے ہیں، اب تمہاری طرح کتابوں میں رکھ کے نہیں پڑھ سکتے تو ہمارا کیا تصور؟“ مقدس فوراً بولی۔

”بس چپ کر جاؤ تم لوگ تو ہر وقت لڑائی کے لیے تیار رہتی ہو۔“ علیہ منہ چڑاتے ہوئے سیزر جیوں پہ بیٹھ گئی۔

”ہم کب لڑیں؟ ہم تو پیار سے بات کر رہی ہیں۔ تمہارا دل ہی کرتا ہے کہ ہم زرش اور سمعان بنی رہیں۔“ مقدس نے اسے فوراً جواب دیا۔

”چلو اب آخری دفعہ آزادی سے کشمیر کے سمو سے کھا

لیں ورنہ تو پتا نہیں چلتا سمو سے کتاب پہ رکھنا ہے یا کتاب سمو سے پتہ“ کشمیر ایک گھنٹے میں دس دفعہ کھانے کی بات نہ کر کے اس کی ازبخی ضائع ہونے کا خدشہ رہتا تھا۔

”ہاں..... چلو سب چلتے ہیں۔“ اس بار سب نے ہی اس کی تائید کی۔

”ارے واہ آج ساری پلٹن اکٹھی آگئی۔“ کشمیر والے انکل بھی انہیں دیکھ کر از حد خوش ہوئے کیونکہ ان سب سے باتوں کے دوران ان کا وقت اچھا گزرتا تھا۔

”انکل جی سولہ سمو سے اور ٹھنڈی پیپری کی آٹھ بوتلیں“ انہوں نے آڑ کر کیا اور گراؤٹ کی ایک سائڈ پہ آکر بیٹھ گئی۔

”چل ماورا ایک آخری کہانی ہو جائے۔“ ثمرانے پھر سے فرما ئی پروگرام جاری کیا۔

”ارے چھوڑ دو کہانی، میرے ذہن میں ایک خیال آرہا ہے۔“ اس نے کہنے کے ساتھ پہلے کن اکھیوں سے ادھر ادھر دیکھا پھر سر گھٹی والے انداز میں اپنا خیال انہیں بتائی لگی۔

”خیال تو اچھا ہے۔ چلو سب مل جل کے کر لیں گئے۔“ سب نے قراوداد پاس کی اور گراؤٹ میں بیٹھ کر مزے سے پیٹ پوجا کرنے لگیں اور ساتھ ہی ایک نئی کہانی شروع ہو چکی تھی۔

☆☆☆.....☆☆☆

وسیع و عریض میدان میں دھوپ کا راج تھا۔ موسم اچھا خاصا بدل چکا تھا۔ اب دھوپ میں کھڑا ہونا مشکل امر تھا مگر کیا کہیں اس پڑھائی کو جس نے اتنی دھوپ میں گرم فزش پہ بٹھا رکھا تھا۔ فوراً تھکائی ہوئی ڈیٹ شیٹ آچکی تھی، سپر نہ بہت نزدیک تھے اور ایسی سلسلے میں لگا تا ریٹ جاری تھے ان کی باہمی کوشش سے شیٹ پاس کرنے کی کوشش کو تا کام نہانے کے لیے کالج کے گراؤٹ میں بٹھا دیا گیا تھا۔ وہ سب ایک قطار میں بیٹھی تھیں مگر فاصلہ اتنا تھا کہ کچھ بھی پوچھنا محال تھا۔ ماورا کو تو خاص طور پر دور بٹھایا گیا تھا کیونکہ وہ کچھ زیادہ ہی مدد کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

”ماورا تیرے سوال کا جواب کیا ہے؟“ آواز آئی تو اس

ایک نیا

ریحانہ آفتاب

خوشبوؤں کا اک نگر آباد ہونا چاہیے
اس نظام زر کو اب برباد ہونا چاہیے
ظلم بچے جن رہا ہے کوچہ و بازار میں
عدل کو بھی صاحبِ اولاد ہونا چاہیے



پس پردہ وہ سائیں بیچتے ہیں

بظاہر جو غبارے بیچتے ہیں

عبدالحمید غباروں کو اپنے پیسے پر چائے کھڑا تھا اس کی عمر بچپن کے لگ بھگ تھی۔ یہ ایک فوڈ اسٹریٹ کے منظر تھا جہاں مختلف کھانے تیار ہو رہے تھے۔

بڑی بڑی گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔ بچوں کی ٹافیاں جا کلپٹس بیچنے والا اپنا ٹھیلہ لپیٹے آس پاس منڈلا رہا تھا۔ ماں باپ کی نظر بچا کر بچوں کو چیزوں کی طرف متوجہ کر رہا تھا جو اس کے ٹھیلے پر لگی ہوئی تھیں۔

فقیر نے اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھی اپنی آمدن میں اضافے کی نیت سے سب کو دیکھ رہی تھی اس ریٹائرڈ کے باہر عبدالحمید بھی سالوں سے کھڑا ہوتا تھا۔ دن بھر اسکول میں چڑھتی ہی کڑواہٹ اور ادا کر کے سر شام وہ اس جگہ پر ریٹائرڈ کے باہر غباروں کا ڈھیر اٹھائے کھڑا ہوجاتا تھا۔ لو کہ وہ کامرض لائق تھا اب سائیں بیچنے کا کام اس کے لیے وقت طلب تھا کمر عرصہ ہوا ان غباروں میں اب اس کی جوان بیٹی اپنی سائیں بھر رہی تھی۔ وہ رات بھر میں غباروں کا ڈھیر تیار کر دیتی تھی۔ اس کے چھوٹے سے گھر میں ان غباروں کے باعث چھوٹے موٹے دھماکے ہوتے رہتے تھے۔ باقی جو غبارے بیچ جاتے انہیں بیٹی پہلے ہی چھوٹے سے ہاس میں تیار کر کے کھد دیتی تھی روز بڑھ دو سو کی آمدن ہوتی جاتی تھی۔ پہلے وہ بارہ بجے تک گھر لوٹ جاتا تھا لیکن پچھلے کچھ مہینوں سے وہ دو بجے کے بعد ہی جاتا تھا جب ریٹائرڈ بند ہونے لگا اور گا لک کی ایمریٹم ہو جاتی۔

ایک بڑی سی گاڑی اس کے قریب کی گئی گاڑی سے عام سی شکل و صورت والی عورت نکلی۔ اس کے نکلنے کے ساتھ ہی گھنٹی سیٹ سے پانچ سالہ بچی بھی برآمد ہوئی تھی۔ مرد گاڑی کو پارک کرنے لگا تھا۔ عورت اور بچی سائیڈ پر پارک کر مرد کا انتظار کرنے لگیں تھیں۔ بچی اس کے بہت قریب تھی جب ہی رنگ برنگے غبارے دیکھ کر مچل گئی۔

”مما بلون۔۔۔ بلون۔۔۔“ بچی خند کرنے لگی۔ عبدالحمید کے ہاس کو اچھل اچھل کر چھوٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ بچی کے اشتیاق کو دیکھتے عبدالحمید نے ہاس کندھے سے نیچے کر دیا۔

”بیٹا! اندہ بہت سارے بلون لکولے ہیں آپ کے لیے آج آپ کی سالگرہ ہے ناں۔۔۔ ہم نے اپنی بیٹی کے لیے اندہ بڑی اچھی جہالت کر دی ہے۔“ عورت بچی کا ہاتھ پکڑنا چاہ رہی تھی۔

”لیکن مجھے یہ بلون بھی چاہیے ماما بلون چاہیے۔“ بچی سفید پیش قیمت فراک میں سر پہنچا جھانے بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔ عبدالحمید بچی کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ لیکن عورت کو غالباً عبدالحمید کی یہاں موجودگی کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی تب ہی اس کے چہرے پر بے زاری آ گئی تھی۔ ساتھ ہی اس نے عبدالحمید کو گھور کے دیکھا جیسے بچی کو بے قابو کرنے میں وہی قصور وار ہو۔ عبدالحمید اس کے تیز دیکھ کر کچھ ہمہ سار گیا تھا اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔

”چلیں اندہ۔“ اسی اشارہ میں گاڑی پارک کر کے مرد بھی گاڑی سے نکل آیا تھا۔ بچی اب ماں کی طرف سے مایوس ہو کر باپ سے خند کرنے لگی تھی۔ باپ نے بھی ماں کی بات دہرائی لیکن بچی کی خند سے ہار گیا۔

”دو بھئی بلون جو یہ مانگ رہی ہے۔“ مرد نے بے زاری سے عبدالحمید سے کہا۔

”سارے اندہ ہے۔۔۔ آپ منجھت سے مل کے کہہ دیجیے گا پہلے ہی سب کچھ اے دن ہوتا چاہیے۔۔۔ آج میری بیٹی کی سالگرہ ہے۔۔۔ کوئی کمی نہ رہے آج کی دعوت میں۔۔۔ لائیو آرکیسٹر۔۔۔ کھانا سوٹ ڈشز۔۔۔ سرس۔۔۔ کسی چیز میں بھی۔۔۔“ عبدالحمید بچی کو غبارہ پسند کر رہا تھا اور عورت مرد کو تنبیہ کر رہی تھی۔

”مجھے پتا ہے بیگم۔۔۔ پہلی بار تو بڑی نا کر رہا ہوں اپنی بیٹی کی سالگرہ۔۔۔ ہاں اس بار یہ ہے کہ تم نے ڈشز کی تعداد میں اضافہ کر دیا ہے۔۔۔ بل میں لاٹھوں کا اضافہ ہوگا۔ اس بار لوگ بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔“

”پیسوں کی فکر مت کریں کون سا روز روز دعوت کرتی ہوں۔۔۔ ایک دن کی تو دعوت ہے۔۔۔ سارا سال آخر آپ کما تے کس کے لیے ہیں۔“ عورت نے ٹیکس دے کر اٹھلا کر ہاتھ مروڑ کر لایا۔

”ایک غبارہ نہیں لکھا ابھی تم سے؟“ مرد عبدالحمید کی طرف متوجہ ہوا۔

”دے دیا صاحب۔“ عبدالحمید نے بچی کی طرف اشارہ کیا جو غبارہ لے کر اسے چاروں طرف اڑانے کی کوشش میں لگ گئی۔

”اچھا اچھا۔۔۔ کتنے پیسے؟“ مرد نے فوراً والٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”دس روپے صاحب۔“ مرد والٹ کھولے آگے پیچھے اس

کے اندر جھانک رہا تھا پانچ پانچ ہزار کے نوٹوں سے والٹ بھرا ہوا تھا عبدالحمید نے والٹ پر پڑنے والی غبر اور لی نگاہ بٹائی۔
”تمہارے پاس ہیں دس روپے؟“ مرد نے پوچھا ہو کر عورت سے دریافت کیا۔

”میرے پاس کہاں سے آگئے دس روپے میں تو صرف کارڈ لے کر نکلتی ہوں۔“ عورت نے شاندار انداز میں کہا۔ وہ بہت عام سی لکھی گئی اس کا پہناؤ اور انداز اسے بہت خاص بنا رہا تھا۔
”بھئی ایسا ہے کہ ہمارے پاس کھلے نہیں ہیں ہم واپسی میں تمہیں پیسے دیں گے تم تک یہاں تک یہاں ہوں؟“ اس نے عبدالحمید سے استفادہ کیا انداز نگاہ تہمیدار تھا۔ جیسے وہ جلد از جلد اندر جا کر اپنی عزیز بیٹی کی تقریب کا آغاز کرنا چاہ رہا ہو۔

”کوئی بات نہیں صاحب۔۔۔۔۔۔ آپ اندر جائیں میں ابھی ہوں یہاں۔“ عبدالحمید نے جلدی سے کہا۔ وہ ایک باپ اور بیٹی کی خوشی کے بیچ رہ کر مزید ان کا وقت برباد کرنا نہیں چاہتا تھا اسے خبر تھی بیٹی کی خوشی کے لیے باپ کتنا بے چین رہتا ہے۔ عبدالحمید کی دریا دلی پر دونوں اس پر سرسری نگاہ ڈالتے اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ دریا بن نے انہیں دیکھ کر دروازہ کھولا۔ وہ اندر چلے گئے اور عبدالحمید ہمیشہ کی طرح اس دروازے کو بار بار بند اور کھلتے دیکھتا رہا۔

عبدالحمید ابھی گھر جانے کی سوچ رہا تھا۔ ابھی اس کے پاس چند غبارے بچے تھے گھر ان کا خریدار آتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب تو ریشورٹ بھی بند ہونے کی تیاری ہونے لگی تھی۔

”بھئی آج کی دعوت تو ہمیشہ یاد رہے گی۔ بہت اچھا انتظام کروایا تم نے۔۔۔۔۔۔ کھانا تو بے حد لذت بخش تھا۔“ اسی وقت وہی عورت اور مرد لوگوں کے ساتھ آتے نظر آئے۔۔۔۔۔۔ وہ اپنے مہمانوں کو رخصت کر رہے تھے اور مہمان جاتے ہوئے کھانے پینے کی تعریف کرتے الوداعی انداز میں کہہ رہے تھے جب سب چلے گئے تو دونوں میاں بیوی اور بچی رو گئی۔

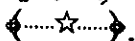
”دیکھا سب کیسے متاثر ہو کر گئے؟ آپ کہہ رہے تھے ایک دن کی دعوت پاتا سب کچھ کراؤ۔“ عورت داد چاہ رہی تھی۔
”جی بیگم ہاں لایا آپ کو۔“ مرد نے سر کر کہا تب ہی اس کی نظر عبدالحمید پر پڑی۔

”ارے ہاں تمہارے دس روپے۔“ مرد کو بے ساختہ یاد آیا۔ اس نے والٹ نکالا تو اب کے اس میں دس کا نوٹ نکل آیا۔ شاید بل کی ادائیگی پر بچ گئے ہوں گے۔

”یہ تو بھئی قسمت سے دس روپے مل گئے تمہارے۔۔۔۔۔۔ شاید تم اسی کے انتظار میں رکے ہوئے ہو اب تک۔“ مرد نے دس کا نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو جانے کیوں عبدالحمید کھڑت نفس پہ چوٹ محسوس ہوئی۔

”میں دو بجے تک ہوتا ہوں جب تک ریشورٹ کھلا رہے ہیں ابھی جاؤ یہاں رہا تھا صاحب۔“ وہ جانے کیوں بلبلاتا عزت نفس پہ صفائی دے رہا تھا لیکن اس کی سینٹے والا کون تھا مرد گاڑی نکالنے چلا گیا اور عورت فون پر مصروف تھی عبدالحمید نے بیٹی کو دیکھا وہ سرکراتے ہوئے اس کے غباروں کو دیکھ رہی تھی عبدالحمید نے پاس نیچے کیا اور آخری چار غبارے نکال کر بیٹی کے ہاتھ میں تھما دیے تھے۔

”سنگھہ مبارک ہو گڑیا۔“ وہ ریشورٹ سے دور جانے لگا تھا عورت نے فون سے نظر ہٹا کر عبدالحمید کے عمل کو دیکھا۔



دروازہ عبدالحمید کی غم گسار بیوی سعیدہ نے کھولا تھا۔ جو ہر سرگرم میں اس کا ساتھ نہائی آتی تھی۔

”آج پھر دیر کر دی تم نے۔ کیا ضرورت ہے اتنی دیر لگانے کی۔۔۔۔۔۔“ سعیدہ اس کی بوڑھی بڑبڑوں کا خیال کر کے فکر مند رہتی تھی۔

”وقت تو دینا پڑے گا سعیدہ۔۔۔۔۔۔ پیسے جو پورے کرنے ہیں لیکن آج کی آعلان ملا کر بھی دو ہزار کم ہیں۔۔۔۔۔۔ کل تک کیسے دو ہزار پورے ہوں گے؟“ عبدالحمید مڑے مڑے دس دس کے نوٹوں کو سیدھا کر کے آج کی آمدن گن رہا تھا اس کے چہرے سے فکر مندی ظاہر ہو رہی تھی۔

”گنتے مہینوں سے پیسے جوڑنے کے باوجود کی رہ گئی۔“ عبدالحمید سر پکڑ کر میٹھا رہا۔

صبح اس کے گھر چل پھل ہونے والی تھی۔ اس کی بیٹی کی شادی تھی۔ نکاح جمعہ کے بعد تھا۔ مہینوں سے وہ بیٹی کی شادی کے لیے دیگ بنانے کے لیے بیسے جوڑ رہا تھا لیکن دس لاکھ کی دیگ کے بیسے جوڑ نہیں رہے تھے ابھی بھی دو ہزار کم تھے۔

”تھوڑا گوشت کم کرو ادیں ان پیسوں میں ہو جائے گا۔“ سعیدہ نے مہاں کو تنگ کر دیکھا تو فوراً اصلاح دی۔

”نہیں لوگ باتیں بنائیں گے میری بیٹی کو سسرال میں طعنہ سننا پڑے گا کہ باپ نے صرف بریلی کھائی اور اس میں بھی گوشت نہیں تھا۔“ عبدالحمید انکاری ہوا۔

آپنا ہاؤس

منظرہ چمن

ایک کے پاس جا کر ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دعائیں دے رہے تھے۔ ایک بار پھر میرا دل چاہا کہ میں سیرا شریف کی کرسی کے بازو پر ہی جا کر بیٹھ جاؤں (اور کہیں جگہ نہیں تھی ناں) شاید میں ایسا کر بھی گزرتی مگر مدیہ کنول چشتیاں والی نے میری توجہ بائیں طرف دلائی، کیا دیکھتی ہوں کہ آٹھ چل میری دوست، حسین چہرے خوب صورت خدو خال کی مالک شرم دھیا کا پیکر اپنی چالیسویں سالگرہ کے موقع پر بھی اٹھارہ سالہ شیرازی کی عزت راکت لیے چلی آ رہی ہیں وقت اسے چھو کر بھی نہیں گزرا تھا وہ کھینچے والوں کو اس میں کوئی خامی کوئی کمی نظر نہ آتی، آتی بھی کیوں وہ تھی ہی اتنی مکمل اور خوب صورت..... اس کے پیچھے پیچھے طاہر بھائی کا ہاتھ پکڑے..... شیرازوں کی سی آن بان رکھنے والا ”افق“ خوب صورت مسکراہٹ چہرے پر سجا کے چلا آ رہا تھا..... (انجی خاصی خطرناک مسکراہٹ)

”اے وہ دو دیکھو“ سرگودھا سے آئی ہوئی اتر آ اور صائرہ دوؤں نے مجھے اچھا خاصا ہلا ڈالا..... اگر وہ دوؤں مجھے نہ ہلاتیں تو میں نے بے خبری میں ہی مے جانا تھا افق کے پیچھے آئی قیسر آرا کی گود میں چھوٹی سی پری ”حجاب“ چڑھی آ رہی تھی اور ان کے کان میں مسمی جانے کون کون سے قصے کہانیاں سنارہی تھی کہ آئی مسلسل مسکرائے جاری تھیں۔ آٹھ اور افق دوؤں اسٹج پر ایک ساتھ چڑھے۔ قارئین کی تالیوں سے ہل گونج اٹھا، فضا جٹ فائزہ جٹ نے آواز بلند کی ”خوب صورت پر فیکٹ کپل“ مگر جیسے ہی آئی جی نے حجاب کو ان کے ساتھ کھڑا کیا، قہور سے آنے والیاں شازیہ ہاشم میراب مسکان نورالشاہان ان لوگوں نے سرگودھا والیوں سے بھی زیادہ بلند آواز میں تان لگائی ”فیکٹ کپل“..... آٹھ اور افق کے ساتھ ساتھ قیسر آئی مشتاق صاحب اور طاہر بھائی بھی ہنس دیے۔

پھر مشتاق صاحب نے آٹھ کی سالگرہ کی خوشی میں تمام لکھاری لڑکیوں کو انعامات سے نوازا جن میں سیرا شریف طوطا نازی کاغذہ گل نزہت جبین ضیا یاسین نشاط صدف رحمان اتر اصغر احمد حیا بخاری سر فرست تھیں۔ جبکہ آئی جی عشنا کوثر

عبداللہ ہارون روڈ پر واقع ایک خوب صورت عمارت جس کے ماتھے پر بڑا بڑا ”آٹھ چل ہاؤس“ لکھا ہوا تھا آج اس آٹھ چل ہاؤس کی ملک آٹھ چل کی سالگرہ کی تقریب زوروں پر تھی۔ ہر سال اپریل کے مہینے میں بہت بڑے پیمانے پر اس تقریب کا انعقاد ہوتا پاکستان کے ہر شہر میں دعوت نامے بھجوائے جاتے اور ہر سال ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس تقریب کا حصہ بننے کیونکہ مخلص لوگوں کی طرف سے بلایا جاتا بھی بڑے اعزاز کی بات ہوتی ہے اس دفعہ ہی اعزاز مجھ کو بھی بخشا گیا جنوری کے شروع میں مجھے ایک دعوت نامہ ملا جس میں آٹھ چل (میری دوست) کی سالگرہ (چالیسویں سالگرہ) میں شرکت کرنے کی بھرپور تاکید کی گئی تھی۔ چھٹی مرتبہ آٹھ چل کی طرف سے مجھے ملتی اس کی مثال ملنا مشکل ہے یہ آٹھ چل کی محبت اس کا پیار ہی ہے جو مجھے بلایا گیا تھا ”آٹھ چل ہاؤس“ خوب صحتی سے سجایا گیا تھا تقریب شروع ہونے سے پہلے سب مہمانوں کو رنگین آٹھ چل دیئے گئے مجھے بھی آئی نے اپنے ہاتھ سے دیاد۔ اس محبت کے مظاہرے پر آنکھوں میں آنسو آ گئے میں ایک طرف بیٹھی سامنے دیکھ رہی تھی آٹھ کو بہت دل لگا کر سجا گیا تھا اسٹج کی چھجلی دیوار پر آٹھ چل کی ہر سال سالگرہ کے موقع پر لی گئی چالیس تصویروں کو سجا گیا تھا ان تصویروں نے خوب صحتی میں کئی گنا اضافہ کر دیا تھا۔ میرا دل چاہا اس خوب صحتی کو محسوس کرنے وہاں جاؤں اور ایک ایک تصویر کے ساتھ اپنی کس اتاروں اور آپ سب کو بھجوں تاکہ آپ لوگ بھی دیکھیں وہ جگہ جہاں آٹھ چل کی یادیں بکھری تھیں ابھی میں تصویروں کو ہی دیکھ رہی تھی کہ مہربان شفیق مسکراہٹ والے مشتاق احمد فریش اسٹج پر آئے اور حاضرین کا شکریہ ادا کرنے لگے (ان کو دیکھ کر ان میں مٹی یاد آئے) ہم سب قارئین کا شکریہ ادا کرنے کے بعد وہ اسٹج کے بائیں طرف بیٹھی لکھاری بہنوں کا شکریہ ادا کرنے لگے ایک

سباں گل راحت وفا عفت محرّابو یہ فاطمہ رضوی کہتے عبداللہ سے شکوہ کر دیتی تھیں کہ انہوں نے اب کم کم آثار شروع کر دیا ہے آنی کے شکوے پر وہ مسلسل یقین دہانی کروا رہی تھیں کہ اتنے دن ایسا نہ ہوگا۔

نجم انجم عوان عاکشہ پرویز ریحانہ اعجاز نے بھرپور خوشی کا اظہار کیا کہ اب مزہ آئے گا جب یہ ساری راسخوں دو بارہ سے آئیں گی۔ شکوے شکایات کے بعد فیصلہ ہوا کہ آج کل کو گفٹ دیئے جائیں تو ایک کاٹا جائے..... غریبہ فریڈیا سبین کنول نے شوڑ ڈال دیا کہ ہم نے بھی گفٹ دینا ہے ان کے گفٹ دینے کی دیر تھی کہ فیصلہ آباد سے ارم کمال دعائے محرّطل ہمارے خوب صورت سوٹ گفٹ دیے۔

جزا نوالہ سے کوثر خالد اپنے ساتھ اسبن ابن شہزادی کمرل اور دوسری بہت سی قارئین کی ساتھ دھن کوثر کا تھہ لائیں ملتان سے حراتیٹی انجم زہرہ اور دوسری لڑکیوں کی فرائضہ بن کر آئیں اور خوب صورت الفاظ میں آج کل کی تعریف کر کے اپنا حق ادا کر گئیں، بہا لنگر سے پروین افضل اور دوسری لڑکیوں نے کہا ہم تو پہلے ہی اپنا سب سے خوب صورت تھہ آج کل کی نظر کر چکے ہیں نازی دے دی اس سے بڑا کوئی تھہ ہوگا آئی نے ان کا بے حد شکریہ ادا کیا، انیلا طالب کو جرنالہ سے سمیرا شریف طود کا نام لے کر آئیں، اقرا ایقبات نورین مسکان طیبہ خاور سلطان محضہ یونس، اقرا جٹ، جاذبہ عباسی اپنے اپنے علاقوں کی بہترین چیزیں لے کر آئیں، پھر میری باری آئی میں چوکی کی ہر خاموش قاری کی فرائضہ بن کر گئی اور پھولوں کے شہر کی سب سے خوب صورت سوغات ہر رنگ ہر نسل کے پھولوں کے گلہ سے پیش کیے جن کی خوشبو سے سارا ہال مہک اٹھا سب نے خصوصی شکریہ ادا کیا..... اتنے میں طلعت آغاز یک لائیں تو آج کل کے ایک کاٹنے سے پہلے ساری ٹیم کو بلوایا گیا روین احمد بیوٹی گائیڈ دے کر خوب صورتی میں اضافہ کر رہی تھیں اور شہلا عامر ہاتھ میں آئینہ لیے خوب صورتی کا یقین دلاتی پھرتی تھی ہمارا احمد دوستوں میں دوستوں کے پیغام وصال کر رہی تھی میونہ رودخانہ ایمان وقار نے اپنی خوب صورت آواز میں اشعار گنگنائے تو آج کل نے ہم سب کی تالیوں کے دوران ایک کاٹا بھی کیا

کھانا شروع نہیں کیا تھا کہ ڈاکٹر طلعت نظامی "آپ کی صحت آپ کی صحت" کی گردان کرتے چلی آئیں ہم سب کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا جب شاملہ کا کشف اپنے مخصوص انداز میں چلنے چھوڑنے لگیں..... حنا احمد بھی "کام کی باتیں" کرتی آئیں اور طیبہ احمد نے "ہمارا آج کل یہ پیارا آج کل ڈائجسٹوں میں سب سے حسین آج کل ہمارا آج کل یہ پیارا آج کل اتنی خوب صورت آواز میں گایا کہ مزہ آ گیا اور پھر جو یہ ہر سالک نے ان تمام لمحات کو یادگار کھوں میں تبدیل کر دیا روٹی ملی اور مدیحہ نورین پوچھ رہی تھیں مزہ آ؟ مجھے تو آج کل ہاؤس میں بہت مزہ آ یا اس سے پہلے کہ ہم آخر میں سٹلی لیتی آئی اور مشتاق صاحب کی نظر آج کل کی دوسری جانب گئی جہاں آج کل کے کچھ دوست و قاص عمر بنگر، سید عبادت کاظمی، قدیر ناظمین، محمد عرفان، کامران خان جیسے کچھ مرد حضرات گہری سوچوں میں غرق تھے کہ آج کل نے ہمیں بلوایا تو کیا ہے مگر اتنی لڑکیوں کے درمیان ہماری دال کاظمی نظر نہیں آتی۔ جب مشتاق صاحب نے ان کو بلوایا تو وہ منہ لٹکائے آگئے۔ (اتنی لڑکیوں میں ہم کہاں کھڑے ہوں) ہم سب لڑکیوں نے مشترکہ طور پر یک زبان ہو کر آج کل کے کان میں سرگوشی کی "بے چارے" پھر ہم نے سب سے آگے "آج کل افق" حجاب" کو کھڑا کیا پیچھے ساری ٹیم حلقہ بھولال ابرہہ گل کو اپنے آگے اور ایک یادگار سٹیلی کھینچی اور یہ خوب صورت تقریب اختتام کو پہنچی۔ اب اس تقریب کی تصاویر آپ سب میری فیس بک وال پر ضرور دیکھیے گا۔

(الحمد لله مسلسل اشاعت کھ
چالیس سال مکمل)



بُڑو کرکٹی جاری تھی اس کا چہرہ کسی مادرِ باری روشنی سے چمک رہا تھا۔ بہت سی قارئین نے اس کی تحریر کو سراہا تھا اور ساتھ ہی مبارک باد بھی دی تھی۔ خوش کیا ہے اور خوش ہونا کسے کہتے ہیں اس وقت کوئی اس سے پوچھتا جس شے کو بانی کے لیے وہ ہے قرآن تھی وہ تعریفی سند اسے آچل سے مل گئی تھی وہ اندر تک شائستہ ہو گئی خوشی سے دیکھنے لگا بی گال اس کی دلی کیفیت کی بھرپور نشاندہی کر رہے تھے۔

”مجھے تم سے پیار ہے میرے آچل جانو۔۔۔۔۔ آچل کو بخور دیکھا اور پھر اسے گلے لگائے انھیں سچ کر خود سے زور سے بچھینچ لیا۔

☆.....☆

نہایت انہماک سے وہ رائیگ ٹیلی بریٹھی قلم اور کاغذ تھاڑے مطالعہ آچل میں محو تھی دروازہ کھلا اور آبی اندر داخل ہوئیں۔ چونک کر انہیں دیکھا اور قمر اس پر رنگ بکیر رہی تھی۔

”کیا ہو رہا ہے؟“ اس کے سر پر ہنچ کر آبی نے پوچھا

سراٹھا کر اس نے انہیں دیکھا۔

”چاہنے والوں کی چاہت کا جواب محبت و عقیدت سے لکھ رہی ہوں۔۔۔۔۔ یہ دیکھیں آچل فریڈز۔۔۔۔۔ طیبہ یوسف صدیقہ بلبل گل بہار رشید پر دین افضل شاہین، مونا شاہ قریشی، فوزیہ سلطانہ مدیحہ کنول سرور نورین مسکان فریدہ فری مدیحہ نورین، آقرامناز شبنم کنول عزہ یونس، آقرام لیاقت عائشہ رحمن، غوثی اکرم، آقرامناز جٹ، فوزیہ شربت ام شامہ شازیہ ہاشم ہاجرہ کشف مون قریشی، سمیرا سواتی کرن شہزادی سمیعہ کنول شہزاد بلوچ، تمنا بلوچ، عابدہ زیبا حسن ملالہ اسلم مارخ سیال، عزیز فاطمہ فیاض اسحاق نجم انجم حنا رشذرقیہ ناز شارسول، کوثر خالد انیلا طالب عائشہ پرویزہ صائمہ مشتاق میزاب جازیہ عباسی اویقہ احمد طیبہ خاور ماریہ کنول، اسما گل رابعہ شاہ روشنی وفا، پارس شاہ دعا قریشی، رومانہ قریشی، پرسنہ آوارم کمال بنت محمد فائزہ بھٹی شمرانہ مانو فائزہ جہانزیب نصرت خان، حنا اشرف، ماوراء طوطہ مبارک، نورالاشمال، منورہ عطا، صائمہ سکندر، طاہرہ منورہ حبیبہ حبیبہ، ایس۔۔۔۔۔ سب کے محبت و خلوص کے پیرا میں لیے پیغاموں کو انہیں پڑھ کر سنایا اور ساتھ ہی استفسار کیا۔ ”کیا بتانے آتی تھی؟“ آبی نے اس کے جوشیلے انداز کو ملاحظہ کیا

کس نے رکھ دیا۔“ وہی ازلی شرارت مسکراتا لہجہ اسے خوش دیکھنے کے لیے اوٹ پٹا گنگ بولنا۔۔۔۔۔ جیلہ نے کچھ کہا نہیں بس کھٹکی سے تنگہ درست کیا اور لینے کی تیاری کی۔

”آہنہ کیا ہوا منجیدہ جی۔۔۔۔۔ آپ تو شاید سونے لگیں۔“ آبی نے ہنسنے لپٹی مسکراہٹ کنٹرول کی اور بیڈ پر اس کے پاس بیٹھ کر بخور اس کی سمت دیکھا۔

”مجھے لگتا ہے تم نے ان لوگوں کی باتوں کو دل سے نکال دیا ہے جو لوگ خود کچھ نہیں کر سکتے ناں تو وہ دوسروں کو بھی کچھ کرنا نہیں دیکھ سکتے۔۔۔۔۔ اس لیے وہ تعریف کی بجائے تنقید سے کام لیتے ہیں تو میری پیاری بہن ایسے لوگوں کی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دینا چاہیے بہت آسان حل۔“ جانے وہ مطمئن ہوئی یا نہیں لیکن اثبات میں سر ہلادیا تھا۔

☆.....☆

کتنے دن یوں ہی گزر گئے وہ اوپر چڑھنے کے پورٹن میں بھی نہیں گئی تھی ابھی کچھ دیر پہلے اماں نے اسے چچی کے یہاں طلوہ دینے کا حکم صادر کیا اسے امی کے خنی پن پر پیش آ رہا تھا وہ لوگ تو کبھی خبریت تک نہیں پوچھتے ماسوائے چاچو کے اور امی کچھ بھی پکائیں جب تک اوپر نہ بھیج دیں ہنسنے نہیں ہوتا ان سے۔۔۔۔۔ بھلا ایسے ہوتے ہیں اپنے جن سے دوسروں کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں بھی نہیں دیکھی جاتیں۔ اپنے تو اپنے ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔ میٹھی باتوں کو دل جذبوں کی اعلیٰ اخلاق سے لیکن یہ اپنے تو اس نام کے اپنے ہیں سوچوں میں غرق چار پانی پر نہیں وہ ایک ہی نقطے پر سوچ رہی تھی۔ معاس کی نگاہ علی پر تھی جو مسکراتا ہوا اس کی جانب آیا اور سبزی کے شاپر سے آچل نکالے اس کو حیرت میں ڈال کر مسکرائی لگا ہوں سے داد طلب کرنے لگا۔ بند ہونوں کے باوجود بھی خوشی کی ایک تحریر اس کی آنکھوں میں روشن ہو گئی۔

”تھنک یوسوچ۔“ بھائی آچل تھاڑے منون نظروں سے بھائی کا شکریہ ادا کیا۔ ”بھائی کچن میں آپ کے لیے طلوہ رکھا ہے وہ بھی کھا لیں اور چچی کو بھی طلوہ دے آئیں۔“ علی اکی کو آواز لگا تا شاپر نہ پکڑے چن کی جانب چل دیا۔ اپنا کام اسے سوپ کر مطمئن ہی آچل گری میں مصروف ہو گئی۔ جیسے جیسے وہ بڑھتی جاری تھی ایک الوہی چمک آنکھوں کو

ساتھ ہی آنکھوں میں بے پناہ محبت سموئے دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں میں نہ کہتی تھی محبت رنگ دیتی ہے اور محنت رنگ لاتی ہے، ایک نقطے کے رد و بدل سے دونوں یکساں ہو جائیں تو دونوں میں انٹ نفوذ رہ جاتے ہیں۔ وادیا زبردست۔ بچوں کی طرح اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے اپنے روم کی طرف جانے لگی۔

”آؤ تمہیں کچھ دکھانا ہے۔“

”کیا دکھانا ہے؟“ جمیلہ نے حیرانگی سے پوچھا۔ اس کا انداز اتنا ہوشیار تھا کہ آبی نے مہذبانہ طریقے سے اسے چیز پر ہنسیا جھٹ اسی کو بھی بچن سے برآ کر کیا۔ پھر الماری سے ایک نکال کر اس کے سامنے ٹیبل پر رکھا جس پر ڈرائی فروٹ اور کریم سے آئی لو پوکھا تھا۔

کیسے بھول سکتی ہوں جانو

ہاتھ میں آچل نگاہوں میں شوخ نگارہ

مجھے یاد ہے جانو.....!

تیس اپریل سن دو ہزار اٹھارہ!

تمہاری اور آچل کی سالگرہ کا دن اب جلدی سے ایک شریف پر چھری پھیرو۔

”اودہ سو سویت۔“ خوشی میں اس کے گلے میں ہانپیں ڈال کر اس کے گال پر پوسہ لیا۔ محبت کے اس عظیم الشان مظاہرے پر آبی نہال ہو گئیں۔ دونوں کو خوش دیکھ کر امی کے دل سے ان کی دائمی خوشیوں کے لیے دعا نکلی۔ آج جیلہ کی سالگرہ تھی اسے سر پر انڈ دینے کے چکر میں بیچ سے بچن میں ایک بنانے کے جنم نے اسے کافی ٹھہرا کر دیا تھا لیکن جیلہ کے اس درجہ محبت نے اسے اندر تک سرشار کر دیا تھا۔

”یار میری اور آچل دونوں کی سالگرہ ہے تو پھر تم نے آچل کا نام کیوں نہیں لکھا۔؟“ جیلہ نے غصے سے امی کی سمت دیکھ کر تائید چاہی۔

”ہاں بھی آچل کا نام کیوں نہیں لکھا؟“ امی نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا۔

”اودہ بھول گئی۔“ آبی نے سر پر ہاتھ مارا اور بچن سے کریم لے آئی۔ ”لو اب لکھ لو۔“ جیلہ نے بڑی خوب صورتی سے آچل لکھا۔ سویت ایک پرآئی لو پوکھا بہت سویت لگ رہا تھا۔

”آچل کی سالگرہ پر ایک کون کاٹا ہوگا جیلہ تمہاری

قصر آبا سعیدہ آبا تمہارے انکل مشتاق احمد یا طاہر احمد۔“ امی نے بچوں کی خصوصیت لہجے میں سموئے بہت اشتیاق سے پوچھا۔

”پتہ نہیں امی غالباً سارا آچل و حجاب اسٹاف مل کر زبردست طریقے سے سالگرہ منانا ہوگا۔“ چشم تصور میں آچل اسٹاف کو کیک کھاتے ہوئے دیکھا اور مسکرا کر چھری اٹھائی۔

”اب کاٹ بھی دو تمہیں پتہ ہے مجھ سے انتظار کرنا ناممکن ہوتا ہے۔“ جیلہ نے کیک کاٹ کر امی اور آبی کو کھلایا اور پھر کیک کو چار حصوں میں کاٹ دیا۔ یہ امی ابو علی کے لیے اور یہ والا حصہ ہم دونوں کے لیے۔ آبی نے اثبات میں سر ہلایا۔

”امی..... بھائی کو نہیں بتایا ناں..... کہیں وہ ناراض نہ ہو جائیں کیک بہت میٹھا ہے آبی۔“

”مطلب.....؟“ آبی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

”مطلب یہ ہے میری پیاری آبی کہ میٹھا کھاتے ہی انسان کا موز خوشوار ہو جاتا ہے اور خاص بھری زبان سے خفگی بھری باتیں نہیں کی جا سکتیں سو تمہیں اگر یہ خدشہ لاحق ہے کہ بھائی سالگرہ میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے ناراض ہوں گے تو یہ سراسر غلط فہمی ہے۔“

”اچھا بی بھالو..... بڑی باتیں آگئی ہیں تمہیں دیکھ لیں امی آپ کی بیٹی بہت سیانی ہو گئی ہے۔“

”آخرو کایک عرصہ گزارا ہے چاند جیسے دوست آچل کے ساتھ۔ اب تو باتیں کرنی ضرور آئیں گی۔ کیوں امی جان ٹھیک کہاناں میں نے۔“

”ہاں میری تو دونوں بیٹیاں ہی بہت سمجھدار ہیں۔“ امی نے آگے بڑھ کر دونوں کو گلے لگایا تو دونوں نے ماں کی ہاں میں ہاں ملائی، واقعی محبت کا رنگ بہت گہرا ہوتا ہے۔ چاہے اس کی کوئی بھی صورت ہو۔

الحمد لله مسلسل اشاعت کہ

چالیس سال مکمل



موسمِ کھانہ

طلعت نظامی

يهوك

بھوک کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ Appetite سے لیا گیا ہے جس سے مراد کسی چیز کی خواہش ہے بھوک ایک قدرتی خواہش ہے جو کہ ہر جاندار میں موجود ہوتی ہے اور یہی خواہش خوراک کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔

بھوک کا تعلق خون میں موجود گلوکوز کی سطح سے ہوتا ہے عام طور پر گلوکوز کی سطح خون میں 80mg سے 120mg تک ہو خون میں گھٹتی یعنی گلوکوز کی سطح سے ہی اپنی عام سطح سے نیچے گرنی جاسکتی ہے اس کے علاوہ دماغ کے ایک حصے Hypothalamus میں موجود مرکز تک جاتی ہے جو کہ احساس بھوک پیدا کرنے اور مفقود کرنے سے متعلق ہے یہ مرکز ہائپر تھیموس Society centre اور Appetite centre نام سے موسوم کرتے ہیں۔

جب خون میں گلوکوز کی سطح گر جاتی ہے تو اسی وقت Appetite سے Ampulsus معدہ تک جاتے ہیں اور معدہ میں ایک خاص قسم کی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے Hunger Pain شروع ہو جاتے ہیں اور ہمیں کھانے کی طلب یعنی بھوک پیدا ہو جاتی ہے جب خون میں گلوکوز کی سطح معمول کے مطابق ہو جاتی ہے تو یہ اطلاع Satiety centre تک جاتی ہے جو کہ معدہ آپس تک جاتی ہے جس کی وجہ سے معدہ کی حرکت اختتام پزیر ہو جاتی ہے اور بھوک کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔

انسانی جسم میں گلوکوز کا کردار:-

غذا کی طلب انسان کے جسمانی اور نفسیاتی ضرورتوں کا لازمہ ہے مگر بعض اوقات جبکہ اس قدر تیز اور بے قابو ہو جاتی ہے کہ دل پر کچھ بھی کھانے کو کھل جاتا ہے ایسی کیفیت کیوں طاری ہوئی ہے سائنس نے اس بارے میں تحقیق سے جو کچھ ثابت کیا ہے اس کے پیش نظر انسان کی تخلیق کے وقت ہی اس کے خیمہ میں ایسی چیزوں کی طلب و رغبت ڈھل دی جاتی ہے جو خاندانہ ہر شخص خواہ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں ہو اسے شہر میں اشیاء دیگر خریدی اور لازم میں زیادہ مطلوب و مرغوب ہوئی ہیں سائنسی اصول کے مطابق ایسی انسان جب بھوکے گئے یا بھوکوں بے قرار ہوتا ہے تب بھی اس کے جسم میں شفا کی مقدار کم ہونے کے باعث اس کی اشتہا یعنی بھوک عروج پر ہوئی ہے جو اسے خوراک پر لوث دینے پر مجبور کرتی ہے سائنس نے اپنے دھوکے کی دلیل کے لیے بتایا ہے کہ نرملو موہجے کی زبان پر کچھ جینی کا

ایک دانہ رکھ دیا جائے تو وہ بلاتال و تردول سے چوسنے کی کوشش کرے گا قصہ درحقیقت یہ ہے انسان کے حواسِ شہ کے ایک جزو قوت و ذالکت کی طرف سے زبان پر رکھے چٹنی کے دانے کی جھریک مضبوط اعصابی تار کے ذریعے دماغ کی قوت محسوس کو ملتی ہے چنانچہ بین اور دماغ کے کووانہ چوسنے کی ہدایت کر دیتا ہے اس مثال سے یہ واضح ہوا کہ تھلاس اور شیریں اشیائیں کی چٹنی خواہشوں میں شامل ہے انسانی خوراک کے بارے میں باہرین نے جو رائے دی ہے اس کے پیش نظر بھی ایسا ہی ہے قلابو استہیا کا تجربہ کیا جاسکتا ہے کبھی چیزوں کے علاوہ مکین اور حرکت والی اشیاء بھی انسانی جسم کی ضرورت ہیں اگرچہ چٹھا ہیئت کے لحاظ سے ان میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے مگر اس کے باوجود یہ متیوں چیزیں انسانی بدن کے لیے ناگزیر ہیں ان سے فراہم ہونے والے حرارے اور پلوئیز پر بروٹن اور کاربوہائیڈریٹس کی شکل میں انسان کو توانائی مہیا کرتے ہیں ایک ہی جسمی مقدار غذا کی طلب اور استہیا کو بڑھا رہی ہے یہ بات بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ بچے اور بڑے کیساں طور پر کالیکٹ اور چوس پسند کرتے ہیں دفاتر اور سرخیں بھوک کے ذریعے ازالے کے لیے بھی آپس ہی استعمال کیا جاتا ہے ایسا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی اشیاء کے علاوہ نمک اور چٹائی ملی نہیں جسم کو ذریعہ توانائی مہیا کر کے غذائی ضروریات پورا کرنی عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ہائی بلڈ پریشر کی صورت میں چٹنی کا ایک بیج انتشار خون کو متوازن کر دیتا ہے جب جدید تحقیق کے مطابق بھوک کے محرک دماغ میں موجود بعض نیوریل جی ہوتے ہیں، ان میں دو نیمیکز بہت برتا شہ اور استہیا کو دو چند کرنے میں راز ہیں دماغ کا ایک نیوریل گلابا لین انسان کو بھوک کے معاملے میں بے حوصلہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس کی کارکردگی سے سان کھانے میں لچہ بھری کا تاخیر برداشت نہیں کر سکتا، اس کے علاوہ "نیو نیوٹروپائی" بھی دماغ کا باہمی نیوریل ہے اس کی ذمہ داری تو جسم میں "کاربوہائیڈریٹ" کی شرح کو متوازن رکھتا ہے مگر بعض اوقات اس کے افعال کا رد و جز بھی بھوک کو چمکا لے سعادوں ثابت ہوتا ہے بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ بھوک شدت اور کھانے کی طلب ان دونوں نیوریلز کی مرہون شدت ملتی ہے دماغ میں گلابا لین کی مقدار کی نوعیت مختلف انسانوں میں مختلف ہوتی ہے چنانچہ جن لوگوں میں گلابا لین کی سطح بلند ملتی ہے وہ بسیار خوراک نہیں بھوک کے معاملے میں بڑے بے نرمی ہوتے ہیں اگر انسان کو ان نیوریلز کے بارے میں علم ہو تو بھوک کی شدت میں پاؤڈا ہونے کے بجائے نیوریلز کے

انجمن بھی بھوک کم کرنے کا سبب بنتی ہے معدے کی رسوائی بھی بھوک کی کمی کا سبب بنتی ہے اگر معدے میں اسرہ یعنی نرم ہوتو بھی بھوک کم ہو جاتی ہے جب مریض میں جذباتی خرابی پائی جائے یا اس میں اسردی کی حالت ہوتو بھی بھوک میں کمی ہو جاتی ہے۔

بعض مریض امراض بھی بھوک کی کمی کا باعث بنتے ہیں، مثلاً شراب نوشی یا خون میں یوریا کا بڑھ جانا یا دل کی تانیوں میں خون جم جانا اس کی وجہ سے دل عمل ہو جائے یا پرانی سانس کی تانیوں کی سوزش یا کسی قسم کے بخار کے ساتھ بھوک میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

بھوک کا بڑھ جانا (Bulimia)

ذیابیطس، ذہنی خرابی اور بھوک کی زیادتی عام طور پر اعصابی بیماریوں کی نشاندہی کرتا ہے مثلاً اس میں پیٹ بھرنے کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔

بھوک کے زیادہ ہونے کا ایک سبب ہسٹریا بھی ہوتا ہے۔ Thyroid glands کے فعل میں زیادتی یا سونٹ بھی اس کا سبب ہیں اگر معدہ یا آنتوں میں کسی قسم کا ناسور یا Fistula ہو تو بھی بھوک زیادہ ہو جاتی ہے حاملہ عورتوں میں بھی بھوک کا بڑھنا یا جانا ہے اگر پیٹ میں میڑے ہوں تو بھی بھوک زیادہ ہو جاتی ہے۔

غیر فطری خوراک کی خواہش:-

یہ مرض ذہن اور جگر کے نظام کی خرابی واقع ہونے سے متاثرہ فرد کا رجحان ان غذاؤں کی طرف ہو جاتا ہے جو کم پختائی سے عاری ہوں اور جسم نہ ہونے والی ہوں یہ عام طور پر حاملہ عورتوں اور بچوں میں پایا جاتا ہے مثلاً ملائی مٹی، سینٹ یا کوئلہ اور ریت وغیرہ کا استعمال یا بعض کو کسی مخصوص خوراک سے نفرت ہو جائے۔

علامہ چاننا..... بھوک نہ ہونے کے باوجود بہت زیادہ کھانے لائی کو پوڈیم..... بہت زیادہ بھوک مگر تھوڑی خوراک سے سیر ہو جائے۔

کرفاس..... بٹھائی کھانا پسند نہ کرے۔
آر جیمس ٹیلیم..... بٹھائی کی بہت زیادہ خواہش۔
ایٹا کارڈیم..... ایسی اشیا جو جسم نہ ہو سکے۔
لنگمیر یا کارب..... چاک یا مٹی کھانے کی خواہش۔

الحمد لله مسلسل اشاعت کہ

چالیس سال مکمل



اپنی جسمانی قوتوں سے غرور یا زما ہونے کے لیے دن میں ایک ہزار حراروں کی ضرورت ہوتی ہے ان کی عدم فراہمی کی صورت میں وہ نحیف و زرا ہو جاتا ہے مگر جو بھی اس کے مطلوبہ حرارے سے کم لے لیا جائے وہ ایک دم فٹ ہو جاتا ہے اور حراروں کی تیزی سے قوت رسائی کا کام صرف کچھ اشیا ہی کرتی ہیں عورتوں کے ہارمونز میں ماہانہ ترتیب بھی خوراک کے اتار چڑھاؤ سے ہوتی ہے سو انی ہارمونز کا اسرہ و جن بڑھ جاتا ہے تو خواتین کے دماغ میں گلائیکن کے مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے نتیجتاً ان کی بھوک کی شدت بڑھ جاتی ہے اور بعض اوقات ڈائٹیکس کی شیفین لڑکیاں بھی خوراک پر ٹوٹ پڑتی ہیں عورتوں میں کچھ چیزیں مردوں کی نسبت زیادہ پسند کی جاتی ہیں اس کی وجہ بھی ہارمونز کی ہی کارفرمائی ہے لہذا کیفیت عموماً لڑکیوں میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ دن بلوغت کو پہنچتی ہیں حمل کے دوران بھی عورتوں میں ہارمونز کے اتار چڑھاؤں میں اضافے سے بھوک کی شدت اور اشتہا بڑھ جاتی ہے۔

بھوک کی شدت میں بے قراری ہو جانا اگرچہ اچھی صفت ہے تاہم اسے برا بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ایسا صرف انسان کے اندر دو نوع پر تہذیبوں کے باعث ہوتا ہے چنانچہ وہ جو کچھ کرتا ہے جسمانی غذائی ضروریات سے محروم ہو کر رہتا ہے انسان کو اپنی جسمانی ضرورت کے مطابق مطلوبہ غذا ضرور ملنی چاہیے مردوں کی نسبت عورتیں بھوک کی شدت زیادہ ضبط کر سکتی ہیں انسان بھوک کے ہاتھوں بعض اوقات ایسے بے لگام ہو جاتے ہیں کہ ممنوعہ اور بد پرہیزی بھی کر لیتے ہیں ماہرین کے مطابق خوراک لیتے وقت اس کے جسم پر اپنا زور ہونے والے فوائد اور نقصان پیش نظر رکھنا چاہیے اس کی غذا لینی چاہیے جو جسم کو مطلوبہ حرارے فراہم کر سکے ہیں ان میں تین بار خوراک لینا صحت مند اور مفید علامت ہے چنانچہ اس کے بارے میں عالمگیر سائنسی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ فیضا انسان کی جلی ضرورت ہے اور یہ فیضا ہی ہے جو انسان کی بھوک کے مدد جزو کار بھانے کی شکل دیتا ہے اور فیض کی مقدار جو کم کفر اہم ہوتے ہی بھوک کی شدت زور چکر ہو جاتی ہے مثلاً ہزار ہا جسمانی اعضا کے لیے لازمی سہی عمراس کے استعمال میں اعتدال نہ نہ تازہ میٹس کا بھی محرک بن جاتا ہے چنانچہ فیضا کھاتے وقت فیض کے خطرات کو بھی مد نظر رکھ لینا چاہیے یہ بات حقیقت کے عین قریب ہے کہ کسی بھی چیز کی زیادتی بہر حال نقصان دہ ہے حاصل مطالعہ یہ ہے کہ بھوک میں تیزی اور اشتہا اس وقت تقابلاً سے باہر ہوتی ہے جب جسم میں گلوکوز کی مطلوبہ مقدار کم ہو جاتی ہے۔

بھوک کی کمی Anorexia

بھوک کا احساس ختم ہونا یا کم ہونا مندرجہ ذیل صورتوں کی بنا پر ہوتا ہے منہ یا طلق کی سوزش معدہ و آنت کا اسرہ، معدہ کا سرطان، جہن کی کمی کی تپ، دق، معدہ کی کھلی کی سوزش کوئی نفسیاتی

حشہ قبالی

طالعہ آغاز

ایک سال ڈوڑی کا حلوہ

اجزاء:-

لکھنیش جمنی

7 عدد

بادام پھنے ہوئے

7 عدد

سوجی

دو کپ

چھوٹی الائچی بیس لیں

چار عدد

کا جو پھنے ہوئے

7 عدد

اصلی مٹی

ایک کپ

چینی

سوا کپ

ترکیب:-

سوجی کو تین کپ پانی میں ۳ تا ۴ گھنٹے کے لیے بھلادیں اس کا پور پانی بھاریں ایک کڑھائی میں مٹی گرم کریں اس میں سوجی ڈال کر مسلسل جچہ چلاتے رہیں حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی گھٹلیاں ہی بن جائیں رنگت ہلکی لگانی ہو جائے اس میں چینی ملا دیں اور مسلسل چلاتی رہیں حتیٰ کہ سوجی چینی کو جذب کر لے ان گھٹلیوں کو جچہ چلاتے ہوئے توڑ لیں اس میں سبز الائچی پسی ہوئی بادام پھنے کھنکھن کا جو ملا دیں اب کوئنگ ہلکی آج پر کریں گرم گرم حلوہ سرد کریں۔

جی کنول خان..... موی خیل

”پیٹھے کا حلوہ“

اجزاء:-

پیٹھا

ایک کلو

مٹی

ڈیڑھ پاؤ

چینی

ڈیڑھ پاؤ

کھویا

ایک پاؤ

سبز الائچی

بارہ عدد

کیڑہ چاندی کا ورق

حسب پسند

ترکیب:-

پیٹھا چھیل کر کدو کش کر لیں۔ اب اس کو پانی میں ڈال کر پھلے پر چڑھا دیں تاکہ گل جائے آج ہلکی گرمیوں اور پانی خشک ہونے دیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو چینی ڈال دیں

اور بھونٹی جائیں۔ یہاں تک کہ چینی کا پانی بھی خشک ہو جائے اب کڑھائی میں مٹی ڈال کر گرم کریں جب کڑکڑانے لگے تو الائچی کے دانے ڈال دیں۔ مزید گرم کریں اور جب دوبارہ کڑکڑائے تو پیٹھا ڈال کر بھویے۔ جب خوشبو آنے لگے اور پیٹھے کا رنگ سنہری مائل ہو جائے اور حلوہ مٹی چھوڑنے لگے تو اس میں کھویا کیڑہ اور بادام ڈال کر اتار لیں۔ پیش کرنے سے پہلے چاندی کے ورق سے بھادیں۔

طیبہ سعید..... گوبرا والہ

قیمہ آلو کباب

اجزاء:-

آلو

دو عدد

ہر ارضیا پودینہ

حسب ضرورت

تیل

تلنے کے لیے

ہری مرچ

دو سے تین عدد

اورک لہسن کا پیسٹ

دو کھانے کے کچ

لال مرچ

کئی ہوتی آدھا کچ

نمک

حسب ذائقہ

قیمہ

آدھا پاؤ

زیرہ

تھوڑا سا

انار دانہ

تھوڑا سا

ترکیب:-

پہلے پین میں تیل گرم کر کے اورک لہسن کا پیسٹ نمک اور قیمے میں تھوڑا سا پانی ڈال کر سوتے کر لیں۔ اب آلوؤں کو کباب لیں پھر ان میں ہر ارضیا پودینہ ہری مرچ نمک لال مرچ زیرہ اور انار دانہ ڈال کر کس کر لیں تیار کیا ہوا قیمہ آلو میں ڈال کر کس کریں اور کباب بنالیں پین میں تیل ڈال کر کبابوں کو گرائی کر لیں مزہ سدا قیمہ آلو کباب تیار ہیں۔

ایس این شہزادی..... جزا والہ

چائیز رائیہ

اجزاء:-

شملہ مرچ

آدھی کئی ہوئی

پاز سلاخ میں کئی ہوئی

ایک عدد

بند کھجی کدو کش کی ہوئی

ایک چھتائی کپ

دہی

ڈیڑھ کپ

نمک اور کالی مرچ

حسب ذائقہ

کجیریز سے بنادیں۔

مارہ طفیل..... حافظ آباد

پائن اپیل ایک

اجزاء:-

ایچ کیک

چار باباچ انڈول کا

200 گرام

پائن اپیل

200 گرام

پائن اپیل جوس

300 گرام

گرم خشکی کی ہوئی

100 گرام

چند قطرے

پائن اپیل سس

ترکیب:-

ایچ کیک کو درمیان سے ایک بڑی چمیری کی مدد سے دو حصوں میں کاٹ لیں۔ ایک حصہ کو ایک پلیٹر پر لگا دیں پائن جوس کو برش کی مدد سے ایچ پر لگائیں۔ کریم اور آگنگ شوگر کو بیٹر سے خوب چھینٹ لیں اور فلیور ڈال دیں تیار کریم ایچ پر پھیلا دیں اور دوسرے حصے کو اس پر رکھ دیں۔ دوسرے حصے کی اوپر والی برش پر برش کی مدد سے پائن اپیل جوس لگائیں باقی کریم ٹاپ لگا لیں اور اسٹیل ٹائف سے صفائی سے پھیلا دیں۔ پیپر کون کی مدد سے پھول والے ٹوڈل کے ذریعے ایک کے اوپر خوبصورت پھول بنائیں۔

پھول کے اوپر پائن اپیل پیس سے گارنش کریں۔ لیجے پائن اپیل ایک تیار ہے۔

نوٹ: پائن اپیل کی جگہ آپ اورنج بھی لے سکتے ہیں۔

جویریہ ضیاء..... کراچی

دودھ دلار

اجزاء:-

دودھ

ایک لیٹر

وینلا کسٹرڈ پاؤڈر

دو کھانے کے چمچے

انٹاس

چار سرائس

چمچ (چھوٹے سائز)

دس عدد

زین سوپاں

دو کھانے کے چمچے

جیلی (دورنگ کی)

آدھا کپٹ (الگ الگ بنا لیں)

چینی

75 گرام

چیکو

دو عدد

کیلے

چار عدد

ترکیب:-

دہی کو اچھی طرح چھینٹ لیں، پھر اس میں شلیم مرچ پیاز بند کو بھی نمک اور کالی مرچ ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں اور ٹھنڈا کر کے سرد کریں۔

محسن عزیز حلیم..... کوٹھاکلاں

بلیک فارسٹ کیک

اجزاء:-

انڈے

چار باباچ

چینی (پسی ہوئی)

95 گرام

کارن فلوڈ

ایک کھانے کا چمچ

138 گرام

میدہ

ایک چائے کا چمچ

بلیک باؤڈر

ایک چائے کا چمچ

مکھن (جمنا ہوا)

ایک چائے کا چمچ

پانی (تیز گرم)

چار کھانے کے چمچے

گوکو پاؤڈر

ایک کھانے کا چمچ

آدھا ش

چیری یا کس فروٹ

ترکیب:-

انڈول کو خوب چھینٹ کر آدھائی سے چینی ملا تے ہوئے دس منٹ پھینٹیں میڈہ کارن فلوڈ گوکو پاؤڈر بلیک پاؤڈر کو ملا کر تین بار چھان لیں اور لکڑی کے چمچے کے ساتھ آدھائی ہستہ کر کے مرکب میں ہلکے ہاتھ سے ملا دیں۔ مکھن گرم پانی میں ملا کر مرکب میں شامل کر دیں 160c پر 35 سے 40 منٹ تک بیک کریں اور پھر تیار ہونے کے بعد ٹھنڈا کر لیں اور تین حصوں میں کاٹ لیں۔

کوٹھانگ:-

ایک کھانے کا چمچ گوکو پاؤڈر اور ایک کھانے کا چمچ شوگر ایک اونس مکھن اور ایک کپ پانی میں ملا کر ہلکی آدھائی پر پکائیں حتیٰ کہ گاڑھا ہو جائے۔

نصف ڈبے کی چیری کو باریک کاٹ کر ایک چمچ آگنگ شوگر ملا کر ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں۔ ایک کپٹ تازہ کریم کو خوب چھینٹ کر آدھا کپ آگنگ شوگر ملا دیں اور اس میں کٹی ہوئی چیری ملا دیں۔

اب کیک کو ٹھنڈا ہونے کے بعد تین حصوں میں کاٹ لیں۔ پہلے میں فلنگ بھر کر دوسرا حصہ اوپر رکھ دیں دوسرے حصے میں فلنگ بھر کر تیسرا حصہ اوپر رکھ دیں اور اس پر کوٹھانگ کی لگا

ایک کپ
پندرہ عدد
ایک کپ
ایک پاؤ
آدھا سپون

سوکھا دودھ
بادام
چینی
کھویا
الاچی

آدھا پاؤ
دو عدد
آدھا پاؤ

انگور
آم
تازہ کریم
ترکیب:-

سب سے پہلے جیلی کٹا دھا آدھا پکٹ الگ دیکھ لیں اور
جبنے کے لیے رکھ دیں۔ چم کو نیم گرم پانی میں ڈال کر اس
کا شیرہ نچوڑ دیں۔ تمام فروس کا دسے انچ کے سائز میں کاٹ
لیں۔ دودھ کو ہال کر اس میں رنگین سویاں ڈال دیں اور چٹلی
ڈھک کر بلیک آئین پر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ سویاں گل جائیں تو
کسٹرڈ پاؤڈر کا دسی پیالی پانی میں گھول کر دودھ میں ملا دیں اور
چینی بھی ڈال دیں۔ ہال آنے پر چولہے پر سے اتار کر ٹھنڈا
کر لیں۔ پھر اس میں تمام فروس چم پنز تازہ کریم اور جیلی بھی
ملا دیں۔ فرنیج میں ٹھنڈا کر کے پیش کریں۔

صبا ایشل..... بھاگوال
خوبانی کا ٹیٹھا

اجزاء:-

ایک درجن
آدھا کپ
ڈیڑھ کپ
ایک چٹلی
ڈیڑھ کپ
آدھا چائے کا چمچ
ایک کھانے کا چمچ
گارڈننگ کے لیے

انڈے
دسی گھی
کھویا
زردے کا رنگ
چینی (کسی ہوئی)
الاچی پاؤڈر
کیوڑہ
بادام
ترکیب:-

آدھا لیٹر
ایک پاؤ
تین چمٹائک
دکھانے کے چمچے

دودھ
خوبانی
چینی
وٹلا کسٹرڈ
ترکیب:-

خوبانی صاف کر کے رات کو بھگو دیں۔ صبح سمٹھلی نکال کر
ڈیڑھ پاؤ پانی ڈال کر ہال لیں۔ جب خوبانیاں خوب گل
جائیں تو انہیں کاٹنے کی خوب صورت ڈش میں نکال لیں۔
خوبانیوں کی سمٹھلیاں توڑ کر نکال لیں اور انہیں جمیل کر خوبانی
کے آمیزے پر پتلا دیں۔ دودھ ہال کر اس میں چینی ڈال
دیں۔ سب نچوڑے سے ٹھنڈے دودھ کو ایک پیالی میں لے کر
کسٹرڈ گھولیں۔ ایلے ہوئے دودھ میں چمچ چلاتے جائیں
اور کسٹرڈ ڈالتے جائیں۔ ہال آنے پر چولہا بند کر دیں۔ کسٹرڈ
کو خوبانی کے آمیزے پر ہستہ سے ڈال دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر
پیش کریں۔

ماورائے..... گجرات

گاجر کا حلوہ

اجزاء:-

الحمد لله مسلسل اشاعت کہ
چالیس سال مکمل



ایک کو

گاجر

برسیتی کنگز

روبین احمد

ادویات و مکمل کے استعمال کو سرے سے ترک کرنے کے ساتھ ساتھ کوشش کو بالکل ترک کر دیا جائے اور اس کی جگہ پانی پر سکون ملے۔ نیند اور متوازن خواب کا استعمال شروع کر دیا جائے تو اس نسخہ سے چاہے مکمل طور پر نہیں لیکن فرق تو ضرور محسوس ہوگا۔ اگر آپ پورائی اس پریشانی سے نجات پانا چاہتی ہیں تو آپ کو اسے اپنی ماسک کے ساتھ کچھ خاص قسم کے میڈیکلڈ کا استعمال بھی کرنا ہوگا لیکن اس کے لیے آپ کو ایک ماہر پویشن اور ایڈیٹ کرنا پڑے گا۔ لیکن اس پریشانی کی ضرورت ہوگی ویسے تو ان کا اثر دل تک رہتا ہے لیکن اگر آپ اپنی پویشن کی رائے کے مطابق لائف اسٹائل اپنا سیں تو اس کا دورانیہ مزید بڑھ جائے گا چاہے تو pedglyco کی جگہ pedgold کا استعمال کریں کیونکہ یہ آپ کی آنکھوں کے نیچے کی جلد میں اچھی طرح جذب ہو کر حلقوں کو چھپانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

میک اپ کی مدد: حلقوں کی پریشانی کو وقتی طور پر چھپانے کے لیے میک اپ کا سہارا لیا جاسکتا ہے تاکہ چہرے کے جموئی تاثیر کی ناخوشگواریت کا خاتمہ کیا جاسکے اس مقصد کے لیے ککسلیر آپ کا بہترین دوست ثابت ہوگا اس کو اپنی رنگ فنگر کی مدد سے آنکھوں کے نیچے اور ناک کی ارن لائن پر جو آنکھ سے جا کر ملتی ہیں ہلکے ہلکے آنکھوں سے لگا میں اور انہی لگائیں چھٹی آپ کو ضرورت ہے ککسلیر کو یوں کیا ساتھ لگانے سے اچھا نتیجہ ملتا ہے اور آپ کے حلقے چھب جاتے ہیں اگر آپ کے حلقے کا لے رنگ ہے تو اپنی نایل جلد کے رنگ سے ہلکے رنگ کے ککسلیر کا استعمال کریں اور اگر آنکھ کے نیچے کا حصہ چھلا ہوا ہے تو گہرے رنگ کے لکونڈ اساس کے حلقے ککسلیر کا استعمال کریں اس کے علاوہ نیچے کی طرف کی پکلیوں پر مسکارے کا استعمال بند کر دیں، جب گہرے باہر نکلیں تو سن گلاسز کی مدد سے اپنی آنکھوں کو سورج کی روشنی سے محفوظ رکھیں کسی بھی تقریب سے واپس آ کر فوراً ہی آنکھوں کا میک اپ یہاں تک کہ کامل بھی صاف کر دیں ویسے بھی رات کو سونے سے پہلے ہر قسم کا میک اپ صاف کر کے منہ دھو کر سونا چاہیے ورنہ میک اپ مصنوعات میں شامل میکیک اور دیگر معزز اجزاء چہرے کی جلد خاص طور پر آنکھوں ہونٹوں وغیرہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ڈرل فلرز: اندر کی طرف دھنسی ہوئی آنکھوں میں حلقوں کا مسئلہ زیادہ ہی نمایاں ہو جاتا ہے کیونکہ اس طرح کی آنکھوں میں ہمارے آنسو چہرے اور آنکھ کو لانے والے حصے میں جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس جگہ کی کھال مخصوص انداز میں ابھر جاتی ہیں اس کے لیے ڈرل فلرز کا استعمال کر سکتی ہیں اس کے علاوہ آنکھوں کے نیچے حصے میں می واپس لانے کیلئے ہائیڈریشن یعنی جلد کو نمی کی بھرپور مقدار فراہم

آنکھوں کی خوب صورتی کو ہمیں بچانے کے لیے آنکھوں کے نیچے حصے کو ہائیڈریشن اور کی معیاری و مستحکم کریم باہمی آگے جیل کے استعمال کو اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنائیں۔ میک چاہے کبھی بھی مہارت سے کیوں نہ کیا گیا ہو مگر میک اپ کا یہ سبب انداز بھی آنکھوں کے نیچے جو سیاہ حلقوں کی وجہ سے چہرے کو خوب صورتی فراہم کرنے سے قاصر رہتا ہے حلقوں کی بنیادی وجہ نیند کی کمی اور پانی کے مناسب استعمال میں کوتاہی ہے بعض خواتین تو پر سکون نیند لے کر حلقوں کی پریشانی سے نجات پاتی ہیں لیکن کچھ خواتین کئی طرح کے چہرے کے بعد بھی ان سے نجات حاصل کرنے سے قاصر رہتی ہیں آنکھ کھٹنے کی نیند اور پانی کا مناسب استعمال سے یوں تو حلقوں کی پریشانی کا سادہ سا حل ہے تاہم آنکھوں کے نیچے پڑنے والے حلقوں سے نجات کے کچھ طریقے اس مضمون میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

علامات: حلقوں کی اصل وجہ کافی نیند ہی نہیں بلکہ تھکن اور بوجھ کی وجہ سے جلد پر مرمی و کمزوری کا شکار ہو جاتی ہیں اور حلقے نمایاں ہونے لگتے ہیں آنکھوں کے گرد حلقے نمایاں ہونے کی دیگر اور بہت سی وجوہات بھی ہیں جن میں الرجی آنکھوں کو نہایت سختی سے متاثر کرنا منظر کی ایک دم سے زیادہ وزن کم ہو جانا یا کمزوریا اور پویشن وغیرہ کو بھی متاثر کیا جاتا ہے ہماری آنکھوں کے نیچے کی جلد درمی طور پر پکلی اور تازہ ہوتی ہے اور بعض اوقات میں تو یہ ضرورت سے زیادہ ہی حساس ہوتی ہیں آنکھ کے نیچے کا حصہ باریک شریانوں سے گھرا ہوتا ہے یہ جلد کا نہایت حساس حصہ ہوتا ہے جسم میں دو نما ہونے والی تبدیلیوں کا ظہور سب سے پہلے یہیں ہوا کرتا ہے جیسے کہ جسم میں خون کی کمی اور غذائی اجزاء کے فقدان سے لائن ہونے والی کمزوریوں کا اثر نمایاں طور پر آنکھوں کی زیریں جلد کی کمزوری اور اس کی جلد کی رنگت کے سیاہ پڑنے یعنی حلقوں کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے۔

وجوہات: آنکھوں کے زیریں حصوں میں نمایاں ہونے والے سیاہ حلقوں کے نمودار ہونے کی وجہ چاہے کوئی بھی ہو لیکن ان کا نظر آنا خوش آئند بات نہیں ہوتی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی کیا چیز ہوگی جس کے ذریعہ اس سے چھٹکارا پایا جاسکے ہم اپنی زندگی میں تھوڑی بہت صحت مند تبدیلیاں پیدا کر کے سیاہ حلقوں کی پریشانی پر قابو پاسکتے ہیں یعنی شر اور

کرتے ہوئے اسے بہتر انداز میں مونچھ ایزر کئے پر بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ آنکھوں کے نیچے لگانے والی کسی اچھی کریم یا بام آبی جیل کے استعمال کو اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنائیں، دوسرے تو پچیس سال کی عمر کے بعد فرد کو اس طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اگر آپ احتیاط کریں گی تو زیادہ عرصے تک محفوظ رہ سکیں گی۔

فیٹ کراٹنگ: اس کو چہرے کے کسی عناصر کی تشکیل پذیری یا فیٹل فیٹ ریکوینٹ بھی کہتے ہیں اس طریقہ کار میں راتوں اور اس کے اوپر سے جسے میں موجود فاضل چکنائی کو ہاں سے نکال کر ہماری آنکھوں کے نیچے والے حصے میں داخل کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ جگہ آدھ ہو جائے اس کے علاوہ اس چکنائی کو چہرے کے دیگر حصوں کو اُبھارنے یا بھرنے کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہیں مثلاً ناک اور منہ کے ٹھوسے بھرنے کے لیے یا پھر گال اور ہونٹ وغیرہ کے لیے، اس کے علاوہ ایک اور طریقہ کار تمام عمر کی خواتین کے لیے مناسب رہتا ہے خاص طور پر Pigmented اسن کے مریضوں کے لیے فائدہ مند ہے جس میں ایک خاص دوائی کو آنکھوں کے نیچے والے حصے میں داخل کیا جاتا ہے تاکہ وہ چکنائی تک پہنچ سکے جس سے حلقے ختم ہونے لگتے ہیں۔

تھریڈ تھرائی: اس تھرائی میں انتہائی کاسٹیک تھریڈ کو پھر لائن کے اطراف میں داخل کیا جاتا ہے اور پھر ایک دم سے آگے کے گرد سے گزرا جاتا ہے یہ عمل جلد کو اس انداز میں حرکت دیتا ہے جس سے آنکھوں کے نیچے کارگ ہلاک پڑنے لگتا ہے اور حلقے ماند پڑنے لگتے ہیں۔

گلاؤگک ایڈز ٹوٹن: اسے چونکہ آنکھوں کے نیچے کی جلد پر لگایا جاتا ہے اس لیے اس کو پرنسپل ڈراماوسٹ کی زیر نگرانی ہی استعمال کریں تاکہ وہ آپ کے سیلو حلقوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کا اندازہ کر سکے کہ اس کی کتنی مقدار آپ کے لیے بہتر رہے گی یہاں خواتین کے لیے زیادہ موزوں رہتا ہے جن کے حلقے نئے نئے نمودار ہوتے ہیں اور ان کا ٹوری ازالہ ممکن ہوتا ہے۔

لیزر تھرائی: یہ کوئی نئی ٹیکنالوجی نہیں ہے لیکن بہت کم لوگ اس کے بارے میں جانتے ہیں اس کے ذریعہ آپ کے حلقوں کی جگہ کو چمکدار کیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ چہرے اور چہرے کے پھولے ہوئے حصوں کو بھی بہتر کیا جاسکتا ہے لیکن اس ٹیکنالوجی کا استعمال بہت کم کیا جاسکتا ہے۔

کاسٹیک سرجری: بچوں کو مندرجہ بالا تمام ہی طریقے حلقوں کے علاج کے سلسلے میں مناسب ہی رہتے ہیں لیکن پھر بھی اگر مندرجہ بالا تمام ہی طریقے سے بے اثر ثابت ہوں تو صرف سکھاری جراثیم کا کاسٹیک سرجری کا طریقہ کار باقی رہ جاتا ہے جس کے ذریعے آپ اپنے حلقوں سے نجات پاسکتی

ہیں لیکن جو خواتین ان تمام مندرجہ بالا طریقوں کو آزمانا چاہتی ہیں بلکہ دوسری طریقوں سے اپنی آنکھوں کے حلقے دور کرنا چاہتی ہوں تو وہ مندرجہ ذیل طریقوں پر عمل کر کے اپنے سیاہ حلقوں کی پریشانی دور کر سکتی ہیں اپنی آنکھوں کے نیچے کے ڈراک سرکلو یعنی سیاہ حلقوں کو دور کرنے کے لیے ایک دن چھوڑ کر ایک دو کا سکوٹا اپنی آنکھوں کے نیچے میں منٹ کے لیے لگانے کو اپنا معمول بنائیں اس معمول کا آغاز دن کے وقت کریں جلد ہی حلقے ختم ہوتے ہوئے ختم ہو جائیں گے مدت کو سونے سے پہلے چند قطرے خالص پکلی سرسوں کا تیل لے کر اپنی آنکھوں کے نیچے حلقوں پر مساج کیجیے اس لیے آنکھوں کے حلقے حصے کا مساج نرم ہاتھوں سے کریں آنکھوں کے مساج کے لیے ہاتھ کی تیسری انگلی استعمال کریں۔ اپنی آنکھوں کے گرد بننے والی نیچے نما لکیروں کے خاتمے اور شفاف رنگت کے لیے دو ٹکھانے کے نیچے شہد دو چائے کے بیج دی اور دو قطرے زیتون کا آئل کس کریں اس سوچر انڈیک ماسک کو رات کو آنکھوں کے زریں حصوں پر لگائیں اسے دس منٹ تک لگا رہنے دیں پھر پانی سے دھوئیں آنکھوں کے گرد بننے والی نیچے نما لکیروں کا خاتمہ ہو جائے گا اس عمل کو مسلسل پانچ دن تک کریں۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کے خاتمے کے لیے ایک دوسری نسخہ یہ ہے کہ کھیرے اور آلو کے رس سے آبی ایک بنائیں انہیں فریج میں تھوڑی دیر کے لیے رکھ کر شفا کریں اور پھر انہیں اپنی آنکھوں کے اوپر کم از کم دس منٹ کے لیے رکھ لیں اور دو دن خون کو بہتر بنانے اور جسم کو سکون بخشنے کے لیے دھوپوں پیوں کے نیچے دو گھنٹہ تک سرس کے نیچے کوئی ٹکیہ نہ رکھیں یعنی سر اوپر نہ کریں یہ آبی ایک آپ کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کو ہلاک کرنے میں بھی مدد کریں گے۔ یاد رکھیں رات کو دیر سے سونا کام کی زیادتی دھاس کی اور یہیم کی کمی کے باعث آنکھوں کے گرد حلقے پڑ جاتے ہیں اس کے لیے متوازن غذا کا استعمال پانی کی زیادہ مقدار دودھ اور دھان کی وافر مقدار میں استعمال کریں رات کو جلدی سونا اور آنکھوں کی حفاظت کرنا انہیں صحت مند بنانا ضروری ہے ان پر عمل کرنے سے تھوڑے ہی دنوں میں حلقے ختم ہونا شروع ہو جائیں گے۔

نرسین شاہین.....

الحمد لله مسلسل اشاعت کہ
چالیس سال مکمل



نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ

تیرا سب سے اونچا مقام ہو
تیرا سب سے اونچا نام ہو
مدِ یحییٰ نور بن مہک گجرات ساگر
سالگرہ مبارک آ چل
لفظ لفظ ہو جزا ہوا نگینہ جیسے
ورق ورق ہو شہر طلسم کا سفینہ جیسے
خواب و خیال کے لفظوں کی جاوگری ایسی
کی کہ بارون کی شوخیوں کا بحر کر دے
منجی بھی منھاس کا انداز بیاں ایسا
ہر لفظ میں عیاں ہو زندگی کی صداقت
ہر کہانی میں ملتا ہے پاک سبق کا خلاصہ
پڑھ کر میں نے سمجھی ہے پائی تہذیب و ثقافت
اک رنگ میں ملتے ہیں نئے رنگ ہزاروں
آ چل کے دھنک رنگ جنیں سال ہزاروں
حدید کیمیر فراموش اور
سالگرہ
آ چل تیری سالگرہ کے موقع پہ
قبول کرو ہمارا نذرانہ
دعاؤں کا گلستہ
محبوبوں کا آشیانہ
سدا چمکتا رہے تو
فلک پستار این کر
گزر ہو تیرا
کا میابیوں کے دروازے
دعا ہے ہماری دل سے
اے آ چل تیرے لیے (آمین)
راشدہ شجراد..... بصیر پور
جنم دن
آج جنم دن ہے تمہارا
فرما دو کہ تاجِ دل ہمارا

اندھیراتیرے پاس کبھی نہ آ پائے
سو رنج سے کبھی روشن ہو مقدر کا ستارہ
خدا کرے تو ذوق
جانے خوشیوں کے سمندر میں
نیل پائے پھر نکلتے
کا کبھی کنارہ
کہلیں ہر سو تیری
زندگی میں کنول
آج کے دن وہ مل جائے
جو ہو تجھے
خود سے بھی پیارا
بشری کنول چکلوال
آ چل کی سالگرہ کے موقع پر ایک پیاری سی نظم
”آ چل“ اور سب سکھویں کے نام
یہی دعا ہے میری
تو سلامت رہے
زندگی کی راہوں پر
گامزن
بقایا مت رہے
دل میں میرے
فقط اک
تیری ہی چاہت رہے
نہ سنائی دے
کوئی صدا مجھے
کانوں میں صرف
تیری ہی آہٹ رہے
تیرے صبح چہرے پر
حق چھوٹے نرم کرنوں سے
حسن چہرے پر
اک صلاحیت رہے

محبت کے کوپ جلاتے ہیں
اس کے قارئین ہیں بڑھے لکھے
مصنف کا مان بڑھاتے ہیں
اب اس کے شایان شان جو تحفہ ہے
وہ ہیں خلوص سے سچے حرف ہمارے
جس میں ہیں دعاؤں کے رنگ سارے
تیرے علم و فن کو عروج ہو
ناس کا سورج غروب ہو
تیری سوچیں آزاد ہیں
اوچی تیری پرواز رہے
تو سچائی کا مین کے اجالار ہے
دور تجھ سے جموٹ کا بالدر ہے
عروج بھی تجھ پر ناز کرے

نئے روپ میں اسے پایا
باتیں کچھ ظاہر ہیں
کہ کہیں کچھ ہے چھپایا
چلو چھوڑو سب
دو مبارک اسے کہ
ساگرہ کا دن ہے آیا
رو پونہی آباددا
خود کو پاؤ تم سدا
کہ کشاں کے گرد گھبرا
دو آنچل سے سایہ
سب کو یونہی تم سدا
لوگوں دوا سے مبارک کہ
ساگرہ کا دن ہے آیا

خدا تیرے کارواں کی عمر دراز کرے
آمین

عینی غزل..... ہری پور ہزارہ

اک نام یوں آیتھا
گویا آتے ہی چھایا تھا
انجانا سا ہے کچھ رابطہ
یہاں ہر بار نیا کچھ پایا
ہیں بچی مسکرائیں
تو ہے کہیں ادھر سا
احساسِ محبت زندہ سا
یہی نام محبت کا
یہی زندہ دیا ہے وفا
مصلحتوں کی آڑ میں
تو کہیں ہے حجاب آیا
آج کل کو یہاں تھا
ہر اک نے ہے مانا

نزمین سرھپو..... حیدرآباد

کچھلی اقدار نے ادوار کا سنگم آچل

چاند تارے میں سبھی توڑ کر لانا چاہوں

تیرے آنچل یہ سجادوں میں ستارے لیکن

توافق ہے وہ کہ کئی مہتاب سجے ہیں تجھ یہ

چاہوں میں آفچل کو مہر کا نگلاب پھولوں سے مگر

سے مہکتا ہوا آنچل جس رنگ ہر رنگ

یہ کتابوں کے جیسا ہوا آپ اس پر رٹ ہر رٹ
کے لکھتے ہو گئے کل باتھوانے

حزبات، احساسات، کرکٹ، ناٹنگھم

جذبات، اساسات کے ملسان ادا رہے ہیں

میں نے آج کل کے ہر ایک کے ساتھ یہی بات کہی ہے کہ جو اس وقت تک نہیں ہو سکا ہے اسے بھی ہوا میں روکنے کی کوشش نہ کریں۔

ہیں اپنی سیل سٹروں پر

پرپیاں چن چن کے لای ہیں جیسے
کے اس خوشی کے کہ اس کا خط

لرن، جوسبو، دھنک، بادل کی طرح

نئے احساس، نئے انداز، نئے جذبے، نئی رت

جان و قوتوں کے دلوں کو ہیں منور کرتے

سُغُل بن جاتے ہیں بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے

راہ دکھلاتے ہیں تہذیب کے در کی

[illegible]

سیکرہ نمبر سیکرہ نمبر سیکرہ نمبر
آئچل * اپریل * ۲۰۱۸ء 231 سیکرہ نمبر سیکرہ نمبر سیکرہ نمبر

حکایتیں

ہذا احمد

آنجل سے وابستہ لوگوں کے نام
آنجل سے محبت کرنے والے سب دوستوں کا آنجل کی
چالیسویں سالگرہ مبارک ہو دعا ہے وہ بوجھلا ہونے ہو کہ
رات رات چل ڈائجسٹ کا اور ہمارا ساتھ پیش آئیں آج میری
ڈائری کا بدق ان لکھاریوں کے نام ہے جن کے قلم سے الفاظ
جب منفی قمر طاس پہ نہر تھے ہیں تو ہم چنے پڑھنے والوں کا دل
بہلتا ہے حساس سمجھتا فکر ٹھہرتی اور ذوق شگفتہ ہوتا ہے قلم اور قلم
کے اس رشتے سے وابستہ ہونے والے کسی کو نہیں ہوتے۔

میرا قلم نہیں اور اس نقب زن کا
جو اپنے گھر کی ہی چھت میں شگاف ڈالتا ہے
میرا قلم نہیں اس..... شمشاد کا ریش
جو بے چراغ گھروں پہ کندھا اچھالتا ہے
میرا قلم تو امانت ہے میرے لوگوں کی
میرا قلم تو عدالت میرے میری ہے
اس لیے تو جو لکھتا تاک جاں سے لکھا
بھبی تو بوج کمال کا زبان تیری ہے
میں کٹ کر لوں کہ سلامت رہوں یقین ہے مجھے
کہ یہ حصار کئی تو کر لائے گا
تمام عمر کی ایذا لکھیوں کی قسم
میرے قلم کا سفر ایتھال نہ جائے گا

عائشہ پرویز۔ کراچی

حافظ آباد والوں کے نام!

السلام علیکم! کہے ہیں آپ سب؟ وقاص عمر بگڑو شبنم کنول
اقرء الیامت منزه یوس۔ بانی سب آنجل کی خوب صورت میراں
کیسی ہیں؟ جب بھی اپنے پیارے شہر کا نام آنجل میں دھنستی
ہوں ناں تو یقین کریں جو خوشی ہوتی ہے ناپائیدار سکتی۔ غمزہ
یوس آپ کا انٹرویو پڑھا بہت اچھا لگا کڑھ کے ایسا لگا جیسے آپ
نہیں میرے پاس ہیں ہی ہیں پیمان نہیں پاری آپ کو جیسے۔
وقاص عمر اور اقرء الیامت کا انتخاب بہت ہی اچھا لگا۔

چلیز آپ لوگ ہر دفعہ آنجل میں آیا کریں ناں بہت اچھا
لگتا ہے۔ دیکھیے ہم سب ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور ایک
دوسرے کے بہت فریب ہیں۔ سب کے پیغام پڑھتی ہوں
بہت دفعہ خط لکھتا لیکن..... خبر کوئی بات نہیں اس دفعہ زیادہ امید
ہے کہ میرا خط شائع ہوگا اور آپ سب تک میرا پیغام پہنچ جائے گا
ان شاء اللہ۔ سیدہ لوبیا سچا آپ کے بارے میں جان کے اچھا لگا

آپ بھی مجھ جیسا سوچتی ہیں آپ اپنی فیملی کا نام ان شاء اللہ
ضرور روکن کریں گی آپ سب اپنا خیال رکھیے گا۔

سیدہ مائرہ منورہ حافظ آباد

انہوں کے نام.....!

السلام علیکم! اچھی کسی ہیں آپ؟ فضا مائرہ جٹ آپ سے
مخاطب ہوں پچھلیس آج سے میں اور آپ دوست ہیں۔ تھوڑا
لیٹ جواب دے رہی ہوں مجھے اچھا لگا آپ نے تعریف کی اور
دوست بھی بن گئی دعا ہے اللہ آپ کو دنیا کا خیرت میں کامیابی عطا
فرمائے! افراسیظ آپ کیسی ہیں؟ ویسے جناب آپ کو کون سے
سکڑے ہیں؟ اسٹنڈرڈ کرکس جیتا جاتا ہیں تو بتادیں..... کنول
خان کو کسی سلام حاضر ہے۔ کیسی ہیں؟ اس کے علاوہ آج میں کچھ
دوسرے دوستوں سے آنجل کے کوسٹ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں تو
ذرا غزل ملاحظہ کریں۔

جواثر مجھ سے ملے ہیں
وہ سب مٹی کہتے ہیں
محبت مفرد ہے یہ
کسی سے بات کرنی اور
نہ کسی کو خاطر میں لانی ہے
مگر ان کو کہیے سمجھاؤں
نہیں ہوتا کوئی مفرد
فقط مجبور ہوتا ہے
ازل سے یہ دستور آیا ہے
جسے چاہو وہ چھوڑ جاتا ہے
بھلا آپ تم ہی بتاؤ
جسے چاہو وہ جڑے ان سے
جواثر دل توڑ جاتے ہیں

اب یقیناً آپ کو سمجھا آئی ہوگی میری مختلط طبیعت کا راز یہ
سب لکھنے کا مقصد صرف اور صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ میری
دوست بھی کچھ کہتی ہیں تم اپنے کام سے کام لےتی ہو نہیں لفٹ
ہی نہیں کر لیتی تو آج سب صحیح طرح سے سمجھ جائیں گی اب
اجازت جاتی ہوں اس دعا کے ساتھ کہ زندگی نے وفا کی تو
پھر حاضر ہوئی ان شاء اللہ اللہ میری دوستوں اور میرے رشتوں
کی ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور کامیابی سے ہمکنار کرے آمین۔
سکری عنایت حیا۔ کھلا باٹ ناؤن شپ
”چاہئے والوں کے نام.....!“

السلام علیکم! کہے ہیں سب؟ پیاری اظہار طالب میں بالکل
ٹھیک ہوں اور زندگی بس کڑی رہی ہے آپ کیسی ہیں؟ زینب
دلبر احوال اسی محبت کا بہت شکر ہے ہمیشہ خوش رہو سکرانی رہو
آمین! طبیعت خاور دعا کے لیے بہت شکر ہے اللہ آپ کو بھی بہت سی
خوشیاں دے آمین نذر ہجر میں ٹھیک ہوں آپ اپنا سانس
آپ کیسی ہیں؟ حسینہ انجیل میں تو نہیں بھی بڑی نہیں ہوں

آپ ہی لاپتہ ہیں۔ اقرا خوش رہو آمین۔ ماریہ کنول ملائی
سدا سہاگن رہو۔ سعدیہ چورین آپ کی دعا میں مجھ تک آگئی
بہت شکریا آپ بھی ہمیشہ ہنسی مسکراتی رہیں آمین۔ ارم ریاض
میں نے کون سی بے وفائی کردی میڈم میں نے پیغام بھیجا تھا مگر
وہ شائع نہیں ہوا۔ ایسی ہوتم اور میں گرگٹ تو نہیں ہوں آہو
قابل احترام اور بہت ہی پیارے، شہباز احمد خان آپ نے
اسکول تو چھوڑ دیا ہے مگر نہیں تو ہر کام میں ہر بات میں آپ ہی
یاد آتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت و تندرستی دے
آپ کی تمام تر مشکلات آسان فرمائے آپ ہمیشہ یونہی
مسکراتے رہیں آمین۔ کوئی بھی قابل استادا جائے وہ آپ کا کم
الہدی نہ ہوگا نورین مسکان ریحانہ قلاب زینا نور و سوران نادرا
ظفر عظیم کنول شریلوچ کسی ہو سب اور بلا انصاف کہاں
غائب ہوئی ہوا جاؤ جلدی سے مجھ و مجھ فریڈ فریڈ فریڈ فریڈ فریڈ
اور مکمل کوثر خالد کو بہت سہا یاد اور سلام خوش رہیں ہنسی مسکراتی
رہیں آمین اللہ بھلاں۔

زندگی ری تو پھر نہیں گے.....!
زندگی تو قیامت کون ملیں گے

مدیہ نورین مہک۔ کجرات
گہی ٹولے کے نام!

السلام علیکم! امید ہے سب کے حراج پتیرہوں گئے یہ پیغام
ان دوستوں کے لیے جن کو میں دل سے یاد رکھتی ہوں (ہاہاہاہ)
جھوٹ ہے سچ نہ سمجھ لیں تو ذرا بات ہو جائے عامہ کی پارم
بہت سویت ہو اور تو میری پیاری سی دوست مجھی ہے اور وہ می
بہت ناس ہے نا کہ کی رگ شرارت جب پھڑکی ہے تو بے
ساختہ سکرانٹ لیوں کا احاطہ کسی ہے اقرا عظیم کو چپ کا ناسٹل
ملنا چاہیے اقرا وڈو الفکار یاد دہشتی تیری آواز ہے تم سے سچ بارو
مرد سے سچی جاگ (ہاہاہاہ) اور پانی ساری کلاس مجھی بہت
اچھی ہے اور صاف تو ہے ہی سیدی سادگی اور ہمارے
سارے بچہ زیم عاتشہ زیم صبا زیم اسماء سر عمران اللہ سب کو
ہمیشہ خوش رکھے (آمین)

شاہنشاہ جٹ۔ پیچہ ملنی
حنا ارشد نورین مسکان اور کچھاپوں کے نام!

السلام علیکم! پیارے بابی 13 اپریل کو آپ کی اودا بی زیبا
18 اپریل کو آپ کی سالگرہ ہے تو ہم بیٹوں طیبہ حصہ اور میری
طرف سے بہت بہت مبارک ہو ماما کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ
کی زندگی میں خوشیوں بھرے ہزاروں دن لانے آمین۔ کچھ
لفظوں کا مختص آپ کے نام میں نے چاہا ایسا آج آپ کی نظر کروں
جیسے آپ عمر بھر یاد میں پھر ایک سچی سوچ نے میرے ہاتھ
بلند کیے دل کی گہرائیوں سے صدا آتی کیا نے والے موسموں
میں غم کی لکھا میں سچی آپ کے قریب نہا میں۔ خوشی سے آپ
کے کلب ہمیشہ مسکراتے آمین۔ پیاری حنا ارشد می ہو تم گزشتہ

ڈول آپ کا شعری مجموعہ خواب سے خواب تک وقاص عمر کے
توسط سے ملا پڑھ کے بہت اچھا لگا آپ جیسی لڑکی کی یہ کتاب
قابل فخر کی بات ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے
آمین۔ نورین مسکان آپ جیسی ہو آپ سے بات کر کے اچھا
لگا..... مجھ و مقاصد عمر نورین انجمن آپ سب کیسے ہیں؟ مجھ انجمن
یار کیوں خفا ہیں آپ مجھ سے؟ وقاص عمر آپ کی نظم بھول ہے
جاناں بہت بہت پسند آتی نورین انجمن آپ کی کافی مت کرنا (وہو)
ہے ہی چیل (اوہ آپ گنگرل ہو چکی رہنا..... میری سویت
ایٹھ کیوٹ ملوٹی لبیہ کنول آپ کو اپنی چھو چھو کی طرف سے
ڈھیر سا راپا راپا اللہ حافظ۔

ماریہ کنول ملائی۔ گوجر اولہ
آنچل فریڈ زک کے نام.....!

السلام علیکم! ڈیزیز آچل قارمین میں ہی سب؟ امید کرتی
ہوں سب خیر و عافیت سے ہوں گی (اور مجھے یاد بھی کرتی ہوں
کی) پیاری آبی ارم کمالیسی ہو اور حال چال کیسے ہیں۔ طیبہ
خاور بہت شکریا آپ کا بھی پیاری بابی نورین اشق شاہین آپ
تو رونق ہوا چل کی فائزہ مجھی آپ کا بھرہ پڑھ کر بہت ہی آبی
سے میرا خیال ہے آپ کو سول میڈیا میں ہونا چاہیے تھا (ہاہاہاہ)
نورائینہ مذاق کیا ہے کوش مریم آبی سی ہو آپ مجھے آپ
کا (جنیوٹ) شہر بہت پسند ہے کل مینا خان اینڈ حسینہ انج
ایس کیسے حراج ہیں آج کل بھول گئی ہو آپ تو مونا شاہ
قریبی مدیہ کنول نورین سلطانہ شہینہ کل ترمنا لوچ عروسہ پور
ایمر کل انطا طالب روینہ کوش عاتشہ ملک سعدیہ جودین حوسنی
اقرا امتاز آنرہ شہینہ رویش اسحاق سیدہ رابعہ شاہ جازہ عباسی
شریلوچ کوثر خالد پرسنوز اقرا عزیز مجید فریڈ فریڈ فریڈ طرف
سے آپ سب کو سلام اور جن کے نام نہ گئے ہیں معذرت! اچھا
اب اجازت چاہتی ہوں زندگی ری تو پھر نہیں گے خدا حافظ۔

اسما کل مکمل کیوٹ مبارک
السلام علیکم! کیا حال ہے جی؟ امید ہے ٹھیک ہوں گی اس
ماہ کا آچل ملا تو تمہاری کارستانی دینی تول کیا کہ گاؤں آکر
تمہاری طبیعت ذرا سب کٹاؤں لیکن پھر میرا دل بڑا ہو گیا اور
سوچا جائے دو جی۔ مجھی ہے باقی سب حیرے اور ایک بات کی
میں بھی قابل ہوں کہ ہم صبا و زرگر کو براں کرتے ہیں مجھی
لکھنیاں پار ہے ہماری آخڑ اور اللہ اسے اپنے گھر خوش رکھے
آمین اور تمہارے لیے نصیحت ہے کہ لوگوں کے نام لگانے
چھوڑ دو اور بڑھائی تو جو دو کیونکہ بچھو گے تو بڑھو گے بچہ عمر کی
اس ماہ سالگرہ ہے غم خلدی جان سالگرہ بہت بہت مبارک ہو
اللہ تمہاری عمر دلا کر دے اور آخر میں تمام مریدرز اور شاگردز سے
گزارش ہے کہ میرے لیے دعا کریں کہ میرے نور فہمہ نیز کے
بچہ زائے ہو جائیں اللہ حافظ۔

دورانِ مگر ہجرات
 نورین مسکان سر و ذوق اس عمر آج کل دینی کے تمام
 اسلام علیہ امیری تمام آج کل کی مہجنتی کلیں پر یوں اور
 شہزادوں کو تاراشد کی طرف سے پیار بھرا سلام۔ امید ہے
 سب خیریت سے ہوں گے سب سے پہلے توبہ کہ میں اپنے انی
 ابو بکر بن بھائیوں سے بہت بہت پیار کرتی ہوں اللہ نے مجھے
 بھائی اور بھتیجے کی نعمت سے نوازا ہے میرا بھتیجا جمال حسن اور میرا
 بھانجا جہان احمد آپ دونوں میرے چمن کے پھول ہو۔
 پیارے بھائی فہیم ارشد آپ کو گریڈ 17 کی جاب ملنے پر بہت
 بہت مبارک ہو۔ ”خواب سے خواب تک“ میں نے اپنی کتاب
 کا نام کیوں رکھا یہ سوال اکثر لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ میرے
 نزدیک خواب سے خواب تک کا سفر بھی رہنا نہیں چاہیے۔
 میرے بہت سے خوابوں کی تعبیر مجھ مل چکی ہے جن میں سے
 ایک خواب میری کتاب کی پیشکش تھا جسے کہ میرے والدین کی
 دعاؤں سے پورا ہوا اور پھر میرے بھائی فہیم ارشد جنہوں نے
 کتاب کی پیشکش میں مجھے نہ صرف ناقصی سپورٹ کیا بلکہ
 میرا حوصلہ بھی بڑھایا۔ اور آج مجھے حافظ آباد سے وقاص عمر جسے
 انتہائی مغرور قابل حواس مصنف کا ساتھ ملا ہے جو میرے لیے
 کسی اٹانے سے کم نہیں۔ ان کی نگارشات ان کی تحریریں بے
 پناہ حساسیت اور بھرپور جذبولی کی عکاس ہیں۔ گزشتہ دنوں
 وقاص عمر کا انٹرویو پڑھنے کا موقع ملا جو بہت روزہ اندازِ امر میں
 شائع ہوا۔ انٹرویو پڑھ کے لگا کر وہ واقعی حواس جذباتی مفلس
 شخصیت کے مالک ہیں۔ اسلام بھائی نے کتاب کی پیشکش
 تو وقاص عمر کتاب کی پروموشن اور سیل میں میری قدم قدم پر
 رہنمائی فرمادے ہیں۔ وقاص عمر آپ کو اپنا رٹے ملنے اور پی ٹی وی
 پروگرام میں شرکت کرنے پر بہت بہت مبارک باد ہو۔ اللہ
 پاک مزید کامیابیوں سے نوازے اور آپ اسی طرح لوگوں میں
 مقبول و معروف بنے جاوے آمین۔ نورین مسکان سرور آپ
 کا ناول آخری کتاب بہت ہی اچھا تھا۔ اقراء جنت حسینہ ایچ ایس
 بارہ کنول مجھے یاد کرنے سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں
 بھائی خدا انکار نہ کرے کنول بیٹا خالد بارہ کنول اپنی رب نواز کوش
 خالد نورین مسکان سرور میونسف شہر صوف شہر سلطانہ عین کنول
 اقراء لیاقت رقیہ ناز رابطہ منظر شہر لوی کھل آپ سب کو سلام
 آپ سب بہت اچھا لکھتی ہو سب سے دوستی کی خواہیں
 ہوں۔ اللہ حافظ۔

حتا ارشد لاہور

ستاروں کی طرح چمکتے لوگوں کے نام!
 امید ہے آپ سب بختِ فاخت ہوں گے زمین و آسمان
 (آپ کی قدر تو میرے دل میں ہے اور بہت اچھل ہے)
 غنا خالد کی آپ کو شہر خالد کی رشتے دار ہیں؟ اقراء جنت میں کرلی
 گئی ہوئی کسی میرا دوسرا نواسہ ہوا ہے اس وجہ سے غیر حاضر گئی

حیدر ایس ایچ آپ کا سلام دل و جان سے قبول ہے اور میری
 طرف سے آپ کو شکریہ اسلام شہر کنول باہی میں ٹھیک ٹھاک
 ہوں آپ کی دعاؤں کی بدولت سعدیہ جو رین حوری آپ کی
 رخصت دعاؤں کے لیے میں تہلیل سے مشکور ہوں بخت غفار
 آپ کی صاحبزادی کی وفات کا سن کر دلی رنج ہوا۔ میں آپ
 کے دکھ کو بہت اچھی طرح محسوس کرتی ہوں اور میں آپ کے
 دکھ میں آپ کے ساتھ ہوں کیونکہ ولاد سے جدائی کا دکھ میں
 نے بھی سہا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی بی بی کو جنت الفردوس میں داخل
 جگہ عطا فرمائے آمین۔ کوش خالد آپ کہاں غائب ہیں آپ کی
 یاد بہت سستی ہے پروین افضل شاہین آپ تو ہماری آن اور
 شان ہیں جن بہنوں کے نام میں نہیں لکھ سکتی ان سب کو بھی
 سلام اور آپ چل کی سالگرہ سب کو بہت بہت مبارک ہو۔
 ارم کمال۔ فیصل آباد

سوٹ بھانجے دانیاں اور آپ ٹیمینہ کے نام!

دانیاں تمہاری سالگرہ 25 اپریل کو ہے میری طرف سے
 پیکی تھوڑے ٹیو۔ صائمہ تمہیں ڈیجیٹل جیمر مبارک ہو۔ خدا نے
 تمہیں اتنے پیارے بیٹے سے نوازا۔ اب صائمہ تم جلدی
 جلدی بتاؤ اپنے بیٹے کے لیے کیا کفایت لینا پسند کرو گی؟ آپ کی
 ٹیمینہ کی اپریل کو تمہاری شادی ہوئی تھی۔ میری طرف سے پیکی
 انیسویں مبارک ہو۔ خدا آپ دونوں کی جوڑی ہمیشہ سلامت
 رکھے (آمین) میری طرف سے طیارہ اور ہاجرہ کو پیار دینا۔ صا
 عروج تمہاری سالگرہ 14 مارچ کو ہے پیکی تھوڑے۔ تم کو
 ایک جا کر نہیں بھول ہی گئی ہو لیکن میں تمہیں ہمیشہ یاد کر رہی
 ہوں۔ اگر کسی تم ہی پر حیر پر ہوا تو مجھ سے رابطہ ضرور کرنا۔ مجھے
 انتظار ہے گا۔

کوئی دوست سبھی پرانا نہیں ہوتا

کچھ بات نہ کرنے سے بیکار نہیں ہوتا

دوستی میں دوری تو آتی رہتی ہے

لیکن دوری کا مطلب بھول جانا نہیں

اقراء ممتاز۔ سرگودھا

باہی (خالد) فرینڈ اور آنجل قاریمن کے نام!
 اسلام علیہم اخلاقی بی بی ہیں؟ امید ہے بخت فاخت ہوں گی
 خالد آپ کی 17 اپریل کو کوئی انیسویں میری ہے اس کے لیے بہت
 بہت مبارک باد ہو اور ساتھ ہی تحفے (بے بی) کی یاد کی مبارک
 ہو اللہ آپ کو خوشیوں بھری کئی زندگی دے اور آپ ایسے ہی
 ہستی مسکرائی رہیں (آمین) (میری پیاری بی بی) اور میری
 فرینڈ آپ سب سنی ہیں؟..... مجھے بھی یاد کر لیا کرو اسی
 دنیا میں رہتی ہوں۔ اب اللہ تم کو کسے انتظار دیتی ہو کہیں آپ یام
 سب بھول جاوے۔ ارم شہزادی سندھ منیر جہینہ اکرم آپ کی زہیر یا
 رمضان کیسی ہیں؟ آپ کی کوئل سلیم اور آپ کی شامک وارث (کچھ بڑھ
 کلاس والی کیسی ہیں آپ دونوں) اور نورین فاطمہ صاحبہ اگر

تمہیں یاد ہو اس دنیا میں ایک تہاری دوست بھی رقی ہے کبھی
اسے بھی یاد کر لیا کہ تم کو بھول کر بالکل کنارہ کر گئی ہو۔ لیکن بھی
کیا یہ مردیٰ نور بن فاطمہ کے نام ہے
کبھی نہ کبھی تینوں ساؤ کی یاد آوے گی
اب تمہیں تمہی چچا جازاں بعد آوے گی

نورین فاطمہ اگر کبھی فرصت ملے تو پچھپچھ کر ملازمی دیکھنا
اور پیاری دوست میمونہ کیسی ہوا میدہ سے فٹ فٹاٹ ہوگی دل لگا
کے پڑھو پچھڑی اچھی تیاری کرو اور اچھے اچھے چہرہ دو میری
ساری دعا ملی آپ کے ساتھ ہیں اللہ آپ کو کامیاب کرے
آمین۔ اور آج کل قارئین آپ سب کیسے ہیں سب کو اچل چل کر
سالگرہ مبارک ہو بہتی مسکراتی یونی خرمیاں بکھیرتی رہو
(آمین) اور اگر کسی کا نام نہ گیا ہو تو معذرت اور میری پیاری سی
دوست میمونہ کو میرا بہت سلام اللہ آپ سب کو خوش رکھے آمین۔
دوڑی ہوا اچھا آپ سے گزارش ہے کہ پیریل میں میرا پیغام ضرور
مثان بھیجے گا پیر انظار کی لائن میں نہ لگا دیتے گا شکریہ
ایس اسٹور ہادی کھری۔ جزا واللہ
آج کل فرزند کے نام۔!

السلام علیکم اؤیزر فیئذو لیسو ہو یا ربس میری دعا ہے کہ
 یہاں بھی رہو خوش رہو۔ سب سے پہلے پیاری فریڈرہم یار
 میری طرف سے ایڈواکس میں شادی مبارک کیونکہ فروری میں
 بھائی شادی ہو رہی ہے یا میری دعا ہے کہ اللہ ہمیں دھیر
 پائی خوشیاں نصیب کرے (ممن) پیاری دوست نرس
 سیمیری سب یا رب توجج کسمیری سب بن چکی ہو میری
 طرف سے ہمیں دھیر سارا پیار پریشان متی ہوا کرو اللہ سے
 بھی امید رکھا کرو اور میری پیاری (بھیلی) سبیت ہوا میں ہمیں
 بسے بھول سکتی ہوں اللہ بھائی کی سراد پوری کرے یا رب
 کی بات ہے لیکن بعد میں بتاؤں گی پتہ تو تم کوئی کوئل
 نے گا کہ میں تم کو آچل کے ڈرے پتاؤں گی اب
 نکلیں تو مت نکالو کچھ مصروف تو جان کھل جائے گی (بھابھا)
 بسے ہی چڑیلوں کی سراد ہو تم لوگ..... اتھا بھی اب کچھ
 چل والوں کے نام ہیں بھی آجا دیہ ائڈز سٹریٹ جاوید پیاری
 ہوں ہمیں آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے۔ حنا رشہ
 ہو اور علیکم السلام آج سب آپ کی اور ہماری دوستی جی اور یہ بھی
 آپ کا آپ کا فون نمبر کہاں سے ملے گا میں نے بھی آپ کا
 نمبر مجھ کو دینا ہے۔ پکیز ضرور بتائے گا کھرب میرا آپ
 مجھے لگتا ہے اسے نام کی طرح آپ بھی بہت خوبصورت
 آپ کی دوستی پر غر ہوگا اور میری دوستی کی آفر قبول کرنے
 کھرب اور ایٹلا طالب میں نے آپ کا ناول لینا ہے، ”دعا
 بدل دیتی ہے“ میں نے مئی آؤر بھی بھیجا تھا شاید آپ
 لائیں میں نے اپنے بھائی حافظ احمد ساجد کے نام سے
 اتھا پکیز لینا فون نمبر یا پھر یہ بتاؤں میں نے وہ ناول

دوقی انی خوبصورت ہے ہماری
 تم سوچ نہیں سکتے ہم بتائیں گے
 بانی کاش کی تمام جوئے اندھیر فریڈ کو کہتے بہت سلام
 دعا ہے کہ ہمیشہ خوش رہیں اور اللہ پاک زندگی کے ہر امتحان
 کا کامیاب کرے۔ سب دوستوں کے لیے یہ شعر۔
 ہم نہ بدلیں گے وقت کی رفتار کے ساتھ
 جب بھی ملیں گے پرانا ہی اپنا انداز ہوگا
 افراد حفظہ - سر مصویر شاہ

بچوے ہوؤں کے نام.....! السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب امید کرتی ہوں سب خبر و عافیت سے ہوں گے۔ آج کھتے ہوئے کلم بھی ساتھ نہیں دے رہا اور لفظ ہیں کہ روکھے گئے ہیں میں کس طرح آج خط لکھ رہی ہوں یہ بس میں ہی جانتی ہوں۔ میں ابو جی کو کتنا یاد کرتی ہوں شاید کوئی نہ سمجھ پائے کہ مگر ان وہ بیٹیاں میرا دھڑ محسوس کر سکتی ہیں جن کے سر سے ان کے والد کا سایہ اٹھ گیا ہے 3 نومبر جمعہ کی رات کیسے وہ سب کچھ ہو گیا جو کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ابو جی بالکل احاطہ دل کا دورا پڑنے سے نہیں یوں تنہا کر جا میں گئے کہ معلوم تھا وہ دلجات وہ دکھ آذیت بے بسی شاید سب لفظ جو انسان کی روح تجوڑ لینے کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں کہ پڑ جائیں گے اور پھر مجھ میں تو اتنی مسکت رہی ہی نہیں کہ میں کچھ لکھ پاؤں۔ دلکش مریم نے جو احساسات بیان کیے تھے نومبر کے شمارے میں 2 نومبر کو وہ خط پڑھ کر میں اتنا روتی اور عجیب حادثہ ہے کہ اگلے دن جب ابو جی کو ایک ہوا اور انہیں ہسپتال لے کر جا رہے تھے تب میری چھٹی حس نے بھی دلکش کا فائدہ دلا دیا کہ انہیں میرے ابو جی کو کچھ ہونہ جائے کب علم تھا کہ یہ انہوئی ہو کر رہے گی میں اتنی بہادر نہیں ہوں کہ وہ سارے واقعات لفظ بہ لفظ وہ ہر سکون اور انہیں کیسے لکھوں کچھ سمجھ نہیں آ رہی ان کے بغیر زندگی کی ہر خوشی اور مصیبت ہو گئی ہے۔ ان کے جنازے پر ہوا کچھ اشک باری۔ ہر ایک کی زبان پر ان کی اچھائیاں رہیں میں اپنے ابو کی بہت غمزدار دل بنی ہوں مگر اللہ کے کاموں پر صبر کرنا پڑتا ہے آپ سب سے التجا ہے کہ ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ ان کی معصرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آمین۔ میری امی جی کے لیے بھی دعا کریں اللہ پاک انہیں صحت والی زندگی عطا کرنے ان کی بیماریوں کو ختم کرے اور انہیں اپنے بیٹیوں اور بیٹیوں کی خوشیاں دینا نصیب کرے آمین ہم آئین۔ دعاؤں میں یاد رکھیں اپنے والدین کا خاص خیال رکھیں زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔ اللہ حافظ۔

شہر آپ کا۔ دعا ہے کہ سب سے خوبصورت ہو مقدار آپ کا عبادت سے دل کٹا باد رکھنا تمہاروں سے دل کٹا زاد رکھنا ہماری بس اتنی عرض ہے آپ سے کہ اس زندگی میں ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ارے ہاں شہر کی رحمن اور محمد عثمان اسکول جانے لگے ہیں ماشاء اللہ ماہی ٹیوٹ بھانجے اور سوٹ سے شہر کی 17 مارچ کٹا پ کو میری طرف سے یعنی (خدا بخیر ایمان) کی طرف سے بہت بہت پتی تھوڑے اور جی جناب چل کی تمام راز اور ریزہ ریزہ توجہ اور غلطی مگر اسلام اور جی چل اسٹاف دیکھتے ہیں آپ تک میرا خط پہنچتا ہے ہمیں پہلی بار لکھنے کی جسارت کی ہے آپ کی ہا میرا پیغام شائع کر کے شکریہ کا سونچ دیں۔

آج کل فریڈز کے نام.....!

السلام علیکم! دوستوں کیا حال چال ہے؟ آپ سب لوگوں کا امید ہے آپ سب تھک ہوں گی ازم کمال اور طیبہ خادر سلطان آپ دونوں کا کیا حال ہے؟ آپ دونوں تو دنی کے بھول ہی گئی ہوں مجھے چلو کوئی بات تمہیں میں تو یاد کرنی ہوں ناں آپ دونوں کو۔ اور ساڈا کیسی جارہی ہے زعمی اور انیلا طالب میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں جواب ضرور دینا۔ سب آج کل کرکڑ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور بانی میری محلے والی دوستوں جو خدا احمد راحیلہ اسلام ناکہ اعجاز عائشہ صابرہ ماریہ سلطان کو بہت سارا یاد اور سلام اور میری کرنن ام حبیبہ کو بھی اس شعر کے ساتھ اجازت جاتی ہوں۔

ایسے لوگوں کے نام جن کے

بغیر زندگی اور صوری ہی ہے
اسلام عالم اجماعی سو نہائی زندگی کی حسین راہ زربرجہ چلتے آئے آخر
وہ مقام آئی جاتا ہے جب کانٹوں سے بھی اٹھنا پڑتا ہے
لوہو سودھی کی بات ہے کہ
کچھ خوشیاں کچھ ٹانوسو کے کرنا لگ گیا
جیون کا کاگ اور سنہرے اسرا ل بیت لگ گیا
ہاں تو میں یہ کہہ رہی کہ مارچ میں تمہاری سالگرہ تھی وٹس
نہیں کر رہی یاد دلا رہی ہوں کہ اس دفعہ تم نے مجھے لازمی گفت و
شناسی سے لویہ کیلوات ہوئی (میت کہنا ابو کے) اللہ پاک ہمیں
ایسی خبروں سالگرہ دکھائے جس میں تم کوئی اچھا سا گفت
دوڑا رہے تم لوگ کیوں ایسے خود رہے ہو بھلا کہنے لوگوں کو بھلا

کون بھول سکتا ہے مدینہ سعیدہ حافظ احم رشید شمرہ حسین
شمرہ شہزاد حرا زہرا تنہا رہے پاپائی ڈیجھ کا بہت اسوس ہوا اللہ
پاک ان پر اپنی رحمت کرے اور ہمیں اور تمہارے گھر والوں کو
ضرر نیکل عطا فرمائے آمین۔

سارے شاہن تلونڈی بھٹیاں
میری پیاری فیملی اور دوست کے نام!
السلام علیکم! آج آپ عرض ہے کہے ہیں آپ سب؟ میرے
پیارے ابو کی اور امی کی جی آپ دونوں کو اپنی شادی کی سالگرہ بہت
بہت مبارک ہو ابھی آپ کی 20 فروری کو سالگرہ بھی ہماری
طرف سے بہت بہت سالگرہ مبارک ہو ابھی کیسا لگا ہماراوش
کرنے کا طریقہ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کا سایہ
ہمارے سر پر رہتا ہوا قائم رکھے (آمین) اور میری پیاری دوست
عزرا کو بھی ہمیں بھی سالگرہ بہت مبارک ہو یادیں 11 مارچ
کو سالگرہ بھی تمہاری اور میری غورث راکٹر نازیہ کنول نازی اللہ
تعالیٰ آپ کو صحت اور خوشیوں بھری زندگی عطا فرمائے (آمین)
دعاؤں میں یاد رکھنا والسلام!

سعدہ حسن انارجن تلونڈی بھٹیاں
زندگی کے نام!
السلام علیکم! کیسے ہو ابھی سوٹ پارٹ آف ایک تو میں بھی
نہ تم سے پوچھ رہی ہوں کہ کیسے ہو مجھے پتا ہے کہ تم بالکل ٹھیک
ہو کیونکہ ہر وقت میری دعاؤں میں جو رہتے ہو
تمہیں ممکن ہے کہ میں ہاتھ اٹھاؤں اور تیرا نام نہ لوں
تو تو میری دعاؤں میں شامل ہے آمین کی طرح
پتا ہے میں نہیں یہ لیز تمہاری برکھ ڈیجھ لکھنا چاہتی تھی
بٹ تم نے میرا سا پلان چو پٹ کر لیا مصطفیٰ! آئی ایم ویری گلی
کہ مجھے تم ملے تمہارا پیار ملا اور میں نے تم سے کہا تھا کہ
ہر انسان کی لائف میں کوئی ایک ایسا ضرور ہوتا ہے کہ جس کی جگہ
کوئی بھی نہیں لے سکتا اور میری لائف میں وہ ہم جو جس کی جگہ
کوئی نہیں لے سکتا۔ اور جب تم مجھے طاہرہ مصطفیٰ کہتے ہو تو
بڑے پیار سے لگتے ہو۔

اتھا لگتا ہے تیرا نام میرے نام کے ساتھ
جیسے کوئی جگہ جڑی ہو کسی حسین شام کے ساتھ
ایک بات بتاؤں ہمیں تم سرفظ سے جڑے ہونا نہیں
تک کرنے کے لیے یہ تو میں سرفظی ہوں تم جب جڑے کہتے
ہو کہ سرفظ بولا کہ مجھے مصطفیٰ بولا کہ جب تم مصطفیٰ کہتی ہو
بہت پیارا لگتا ہے تمہارے منہ سے مصطفیٰ کی جڑ بڑا آتا ہے
نہیں تک کرنے میں ایک بات مانو گے میری کنارا صفت
ہوا کہ مجھ سے آئی۔ سبکی بولو مصطفیٰ وہ کیا کہتے ہم کہ زندگی میں
تمہارا ساتھ ہو اور کسی زندگی میں ہم تو مصطفیٰ انشاء اللہ ہم زندگی
بھر ساتھ رہیں گے ایسے ہی تو ہم ایک دوسرے کو زندگی
نہیں کہتے۔

نہ رھوں میں نہ میرا نام نہ میری ہستی
اتنی شدت سے ہیں خود میں بسا لے مجھ کو
طاہرہ مصطفیٰ سلطان

”سوٹ فرینڈ ایمان کے نام!“
السلام علیکم! سوٹ ایمان کی دعا ہے یقیناً تم ہوگی تم خدا
تمہیں سدا خوش رکھے شعر آپ کے لیے میری دلی دعا ہے
تمنا اس قدر پوری ہو جائے تیری
کہ سینوں کی دنیا حقیقت ہو جائے تیری
ہو تیرا مقدر اتنا روشن اتنا روشن
کہ آمین کہنے سے پہلے دعا قبول ہو جائے تیری
ایمان آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے پچل رہی
رہا کریں آپ کے تمام گھر والوں کو سلام آپ کی کزن جانا جہ
کو بھی ڈیجھ سارا پیار سورا کو بھی سلام اور پیار خدا آپ کو ڈیجھ
ساری خوشیاں عطا کرے آمین آپ کو شاعری پسند ہے میری
کوشش ہوئی کہ بارہ سے زیادہ شعر لکھنا آپ کے لیے میں آپ کو
دل سے دوست مانتی ہوں پچل آپ بھی دوستی ضرور بھائیے گا
کیونکہ میں بہت حساس دل لڑکی ہوں میری دعا میں ہمیشہ آپ
کے ساتھ ہیں مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا لی ان اللہ زندگی
راہی تو پھر ملاقات ہو لی ان شاء اللہ۔

پچھ لوگ میری دنیا میں خوشیوں کی طرح ہیں
محسوس تو ہوتے ہیں مگر دکھائی نہیں دیتے
ماروی یا مین۔ سرگودھا
بہنوں کے نام!

سب سے پہلے میں اپنی لاڈلی نند فریدہ جاوید فری سے
مخاطب ہوں کہ وہ کم کم آچل اور حجاب میں نظر آ رہی ہیں زیب
دلیر رویہ کوڑ بیٹا خالی نذر مجھے افراد جٹ جو رہی ہیں حسن انج
ایس سعیدہ جو رہیں جنم کنول مجھے یاد کرنے کا شکر ہے مجھے بھی
آپ کی دلی پنا ہے سعیدہ! آپ کو کبھی مرتبہ مدد نہیں آئی
کہتے ہیں۔ میری نگارشات پسند فرمائے رر قینا ز کرن شہزادی
کا بے حد شکر ہے نہیں بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آچل آکے اسیوں
سال میں داخل ہو گیا ہے یہ سب آچل کے اشاف کی محنت
اور ہم لکھاریوں اور اسے پڑھنے والوں کی وجہ سے ہے ویڈیوں
آچل اشاف۔

پروین افضل شاہین۔ بہاولنگر
الحمد لله مسلسل اشاعت کہ
چالیس سال مکمل



تمہارے سب کا تمہاری نماز کے بعد قبول ہوں گے۔

□..... شاکری نعمت کو زوال پذیر کر دیتی ہے۔

□..... جانور میں خواہش اور فرشتے میں عقل ہوتی ہے مگر انسان میں دونوں ہوتی ہیں، اگر وہ عقل دبا لے تو جانور اور اگر خواہش دبا لے تو فرشتہ۔

زیب، شرمہ، شیر، سیالکوٹ

ایک آدمی کی شادی موبائل چینی میں کام کرنے والی لڑکی سے ہوئی۔ شوہر کھوکھٹا اٹھانے لگا تو بیوی بولی۔

برائے مہربانی اس مہینے سے انتخاب کریں، کھوکھٹا اٹھانے کے لیے ایک دبا میں ناپتیں کرنے کے لیے دو دبا میں منہ دکھانی کے لیے تین دبا میں نگوں پہانے کے لیے چار دبا میں۔

شوہر غصے سے لے بھی تلو طلاق دینے کے لیے کہہ دیا تو؟

بیوی بولی۔ آپ کا موجودہ پیلیس اس کام کے لیے ناکافی ہے، برائے مہربانی پہلے حق مہر کے پیسے جمع کرائیں اور مزید معلومات کے لیے میری ائی سے رابطہ کریں۔

مجھ سے شادی کرنے کا شکریہ۔

خدیجہ ایمان۔ شیخوپورہ

☆ تم کب صحیح تھے یہ کوئی یاد نہیں رکھتا..... تم کہاں غلط ہو یہ کوئی نہیں بھولتا۔

سائرہ شاہین۔ ٹکوپڑی بھٹیاں

دس گناہ گار عورتیں

(۱)..... بے پردہ!

(۲)..... تیز زبان والی!

(۳)..... دین کا مذاق اڑانے والی!

(۴)..... جھٹل خورا!

(۵)..... ہر وقت موت مانگنے والی!

(۶)..... احسان جٹکانے والی!

(۷)..... شوہر کی نافرمان!

(۸)..... غیبت کرنے والی!

(۹)..... بال بھول کر چلنے والی!

(۱۰)..... بلا ضرورت گھر سے نکلنے والی!

شازیہ ہاشم میوانی۔ کھڑیاں خاص قصور

آج کی خوب صورت بہات

رشتے بنانا بہت آسان ہے لیکن بھانا بہت مشکل ہے! باب، بہن، بھائی دوست احباب یہ وہ خوب صورت رشتے ہیں جن کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے لیکن یہ رشتے ہم بعض اوقات چھوٹی چھوٹی لغزشوں اور بدگمانیوں کی وجہ سے کھو بیٹھتے ہیں۔ ہم رشتے اگر سنبھال کر رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں بھانا سنبھالنے کے لیے آپ کو بعض دفعہ مارنا بھی پڑتا ہے نہایت سی باتیں نظر انداز بھی کرنا پڑتی ہیں اگر ہم ایک دوسرے کو محاف کرنا نظر انداز کرنا سیکھ لیں تو شاید ہم سکون سے رہیں۔ والدین اور اولاد کا رشتہ تو دنیا کا خوبصورت ترین رشتہ ہے جس کا کوئی قسم البدل نہیں جہاں اولاد کی چھوٹی چھوٹی گناہیں والدین بڑی خوشی سے بھول جاتے ہیں اگر ہم اپنے رشتوں کو بچانا چاہتے ہیں تو نظر انداز کرنا اور بھولنا سیکھنا ہوگا دوسروں کے لیے دینا ہوگا۔

ملالہ سلم۔ خانیوال

آنسو

آنسو چار حسی لفظ ہے۔ پہلے اندر دیا جہاں کی خوشیاں اور غم سمونے ہوتے ہیں۔ اگر یہ آنسو باوجود خدا میں برسرِ تو انسان کی بخشش کا باعث بنتے ہیں اگر یہ آنسو کسی دکھ پر برسرِ تو انسان کے دل سے غم کا غبار ختم ہو جاتا ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم آنسوؤں کی قدر کریں۔

شفیم حنیف۔ لاہور

مستنصر حسین تارڑ نے کہا

☆..... کسی کے آگے مجبور ہو کر جھکنا ذلت ہے اور کسی کی مجبور کو اپنے آگے جھکا نا اس سے بھی زیادہ ذلت ہے۔

☆..... زندگی کی کار میں فالتو نام نہ نہیں ہوتا ایک ناز بچہ ہوگا تو سفر تمام ہو گیا۔

☆..... عمل کے بغیر صرف علم کے ساتھ زندگی گزارنا ایسے ہے جیسے کھیت میں بیج ڈال لے بغیر بل چلا نا۔

☆..... تمہاری اوساں خوشی اور خوبصورتی چاروں سگی بہنیں ہیں۔

☆..... زندگی کی مشکلات آپ کے لان کی گھاس ہوتی ہیں آپ تو چندہ کریں گے تو یہ بڑھتی جا سگی گی۔

☆..... آپ اس دنیا میں دن وے ٹکٹ لے کر نہیں آ سکتے واپسی کا ٹکٹ یہاں آنے کی شرط ہے۔

☆..... مگر تے ستاروں کا کوئی جیب میں سنبھالنا کہ جب زمانہ تاریک ہو جائے تو تم ان کی روشنی سے راستوں کو نور کر لو۔

اے نچل.....!
تم جیو ہزاروں سال
جہیں کامیابیاں ملیں بے شمار

راجہ بھٹی۔ شہانہ

کلام یارم
..... علم جس وسعت پر محیط ہے شاعر داس کا کوزہ ہے
..... اعمال نفس پاکیزہ محفل پر تجریر وہ نوری رباعی ہے
جسے برگزیدوں کے سائے میں آپ جی لکھنا چاہتا ہے۔
..... محبت کرنے سے پہلے احترام کرتا سیکھیں۔
..... انسان وہی ہے جو اپنی خود نمائی بے شک کرتا
پھرے لیکن دوسروں کی خامی کی پردہ پوشی ہر حال میں کرے۔
..... اڑو کے اڑنے کا حق صرف پروانوں کے پاس
نہیں۔
..... ہار جانے والے لوگ ان لوگوں سے ہزار درجے
بہتر ہیں جو مقابلہ ہی نہیں کرتے۔

..... ساری کائنات کتاب بنی کھلی پڑی ہو تو انسان کو
شاگرد ضرور بن جانا چاہیے۔
..... اسلام میں اینٹ کا جواب پتھر نہیں..... اسلام
کا جواب برداشت ہے۔

(اقتباس یارم..... سیر احمد)
انتخاب۔ ماروی یا سکین۔ سرگودھا
کانفیڈنس
ایک بند نے شیرنی کو برپوز کر کے گفت میں ریڈر روز
دیا..... شیرنی نے بند سے کہا بھی آئیے میں اپنی شکل دیکھی
ہے۔

بندر نے فخریہ انداز میں کہا۔
پاکل صورت پر مت جاؤ کانفیڈنس تو دیکھو۔

سیر اسوالی۔ بھیر کنڈ
الحمد لله مسلسل اشاعت کہ
چالیس سال مکمل)



موت پر صبر اور اس کا اجر ثواب
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”کہ جب میں کسی ایمان
والے بندے (یا بندی) کے کسی پیارے کو اٹھاؤں پھر وہ ثواب
کی امید پر صبر کر لے تو میرے پاس اس کے لیے جنت کے سوا
کوئی معاوضہ نہیں۔“
(صحیح بخاری معارف اللہ ص 8)

ارم کمال۔ فیصل آباد
زندگی
زندگی کیا ہے؟ بس یہی کہ میں کے پیٹ سے نکلے لہر زمین
کے پیٹ میں چلے گئے منہ بابت شمس حسنہ جی چنکی کر کے
دنیا کا اصل مقصد تو یہ ہے نماز روزہ زکوٰۃ حج اور غریبوں کی
لدا کرو۔ اور ہر قسم کے گناہ سے پاک زندگی گزارو پھر ماں کے
پیٹ سے لے کر زمین کے پیٹ تک کا سفر طے ہوتا ہے۔
نظم

جلتی شمعیں روشن چہرے
حسین پھول چاند اور ستارے
زکس میلیں موتی لیلی
جواہی چپا اور نقشہ
ہر کوئی شاد ہے ناں
آج تمہاری سالگرہ ہے ناں
دیکھو، تم کو یاد ہے ناں
سوچ رہی ہوں کیا تھک دوں
پردے سے بڑھ کر تھک کیا ہے
پھولوں کے گلے سے تمہارے لیے ہے ناں
آج تمہاری سالگرہ ہے دیکھو
ہم کو یاد ہے ناں
کبھی یہ جینے کا ڈھنگ سکھائے
کبھی کرواروں کے ساتھ رولائے
کبھی ملن کی گھڑیاں لائے
کبھی پچھتاوے کے آنسو رولائے
جہاں محفل آباد ہے ناں
آج تمہاری سالگرہ ہے ناں
اے نچل!
دیکھو، ہم کو یاد ہے ناں

آئینہ

شمارہ کا شرف

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ رب العزت کے پاک نام سے ابتدا ہے جو خالق دو جہاں ارض و سماں کا مالک ہے آپ قادی بہنوں نے اس بارے میں جو طریقے سے بزم آمینہ میں شرکت کی آپ کی یاد ہمارے لیے خوشی کا باعث بنی اور بہت سی ڈاک ہم نے آئندہ صلا کے لیے سنبھال رکھی ہے امید ہے اب ہر ماہ ہر گھر پر اپنی طرح آپ تبصرہ کریں گی تاکہ مصنفین تک بھی آپ کی آرا پہنچ سکے اب بڑھتے ہیں بزم آمینہ کی محفل کی جانب جہاں آپ سب کے تبصرے آئندہ نگل بہکدے ہیں۔

ڈاکٹر تنویر انور خان..... کراچی - محترمہ مشتاق بھائی قیصر آرا، بہن السلام علیکم اسب سے پہلے میرا ناول ”کیا وہ حسن پرست بھی“ شائع کرنے کے لیے بے حد شکرینہ شاہد اللہ! چل کر جاوے گا ہائیں ہوئی اور آج کل سے میری دلچسپی میں دہائیوں پر محیط ہے۔ ادب میں نصف صدی ماشاء اللہ پوری کر چکی ہوں۔ آج کل کے چالیس سال پورے ہونے پر دلی مبارک باد۔ پورے دواںے اور آپ سب لوگوں کو جن کی دن و رات کاوش اور محنت سے یہ مقام حاصل ہوا ہے ماشاء اللہ فرحت آرا بابی کی یادداشت سے آ رہی ہے اللہ تعالیٰ میری بیماری دوست اور بہن کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ میں ایک نیک دل سب جملے جاتیں گے مگر چند سالوں کے اندر میری بیماری بیماریوں میں چلی گئیں..... دل لاس ہے آج کل کے لیے گا ہے۔ ان ماشاء اللہ لکھنوں کی بشرطیکہ زندگی رہے۔ میری طبیعت ماشاء اللہ ٹھیک ہے میں کتاؤں کی اشاعت میں مصروفیت ہے آج کل کو ساگر مبارک ہو۔

آج کل کے ساتھ تن دہائی.....!

میرا ادبی سفر ماہنامہ پھول (لاہور) 1958ء کی اشاعت سے شروع ہوا۔ میں نے اپنے نصاب کی کہانی Naa's Windmill کا ترجمہ کیا اور وہ چھپ گئی۔ بس وہ میری حوصلہ افزائی کا پہلا موقع تھا۔ سینٹ جوزف کالونٹ ہائی اسکول کراچی سے تعلیم حاصل کرنے والی میں ایک ایسی لڑکی تھی جسے اردو سے شوق تھا۔ حالانکہ میں نے سینٹ جوزف میں Elective English اور سلیس اردو پڑھی تھی مگر ایک عادت تھی کہ اخبار پڑھنا نہیں چھوڑا..... پھر بچوں کے صفحات پر انجام اور جنگ اخبار میں دو ہیروں کہانیاں لکھیں۔ 1965ء میں ماہنامہ ”خود“ رسالے میں میرا پہلا افسانہ چھپا میں اس وقت زبیدہ مگر لڑکا کالج حیدرآباد سے انٹرمیڈیٹ کر رہی تھی۔ پھر ماہنامہ بانو جام نو حرم زیب النساء اردو رسائل میں افسانے لکھتی رہی۔ 1967ء میں ڈاؤ میڈیکل کالج میں داخلہ ملا اور ڈاکٹری کا سفر شروع ہوا پھر طبی لکھنا نہیں چھوڑا۔ خواتین اور طلبہ کے صفحات پر بھی مضامین لکھے۔ پھر 1970ء کی دہائی میں ڈائجسٹوں کا دور آ گیا..... بانو اور خود رسالے میں جب پہلا انعام ملتا تو پندرہ روپے ہوتا تھا، مگر میں نے بھی پیسوں کے لیے نہیں لکھا..... پاکیزہ ڈائجسٹ میں ”میری قسمت کے ستارہ“ پر اول انعام ملا وہ شاید تیس روپے تھا پاکیزہ میں بھی خاصہ لکھا۔ آج کل سے دہائی 1980ء سے ہوئی اور ماشاء اللہ اب تک جاری ہے۔ 1980ء کی دہائی سے 1990ء کی دہائی میں بیشتر نئے ڈائجسٹوں میں بھی لکھا جس میں فاطمہ ثریا بیجا کا ”دن“ ڈائجسٹ بھی تھا۔ پر نچانے کیوں اس میں میں زیادہ لکھ نہ سکی محترمہ مشتاق احمد قریشی بھائی کی حوصلہ افزائی اور پھر فرحت آرا بابی سے دوستی نے مجھے آج کل کا ہی بنا کر رکھ دیا۔ آج کل میری زندگی کے ہر دور میں خوشی غم سب کا ساتھ رہا مجھے یاد ہے میری بیٹی ڈاکٹر راحت اور خان (اب NHS لندن) میں کچنی اور ادوس کی Consultant ہیں جب انہوں نے میٹرک بورڈ کراچی سے سینٹ جوزف کالونٹ سے پہلی پوزیشن لی تھی تو آج کل نے میری بیٹی کی خوشی میں ناقص تصویر اور انٹرویو شائع کیا تھا..... ہماری خوشی کی اتھارہ تھی۔ بار بار میرے بھی انٹرویو شائع ہوئے..... فرحت آرا بابی میری ایک ایسی دوست تھی جنہیں میں اب تک بھول نہ سکی..... دیکھا کبھی نہیں مگر فرحت آرا بابی سے جب بھی فون پر بات کرتی تھیں کھنکھنات بات ہوتی، نفسی نشی دیتیں، بہترین مشورے دیتیں، اکٹھی اولاد ہوں 1986ء میں پاپا انتقال کر گئے اور 1992ء میں امی..... دل اداس اور پریشان رہتا تھا بابی نے سمجھایا

ڈاکٹر نور لکھو..... لکھنے سے دل کے جذبات کا غنڈ پر کھمبھ جاتے ہیں اسنے آپ کو معروف کرو۔ میں ایک الٹرا سائڈ اسپیشلسٹ بھی ہوں اور ایم بی بی ایس ڈاکٹر بھی..... اس کے باوجود لکھتی رہی..... لکھنا نصف صدی سے میرا جنون ہے اود آخری سانسوں تک رہے گا ان شاء اللہ۔ فرحت آرا بانی کے چلے جانے کے بعد دل بے حد اداں ہوا آچل کو کھربھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی چھوڑوں گی۔ نصف صدی کی تحریروں کی طرف پلٹ کر دیکھوں تو ساڑھے تین سو تحریروں ہوں گی اپنی پروفیشنل اور گھریلو مصروفیات کے باعث بھی کتاب شائع نہ کروا سکی۔ 2017 اور 2016 کے دوران اپنے افسانے اور ناول مرتب کر کے چار کتابوں کی اشاعت کی ہے۔ میری کتابوں کے چار مجموعے ماشاء اللہ شائع ہو گئے ہیں۔ (۱) زنجیریں (۲) پڑچائیں اور عکس (۳) پانی کا بلبل (۴) وہ کاغذ کی کشتی وہ بارش کا پانی..... میری پانچویں کتاب ”میت رے“ بھی اس ماہ میں منظر عام پر ان شاء اللہ آ جائے گی۔ میرے کئیے کے انٹرویو میں اکثر آچل میں سوالات کئے کہ میری کتاب شائع ہوئی یا نہیں..... جواب: بہن اور بھائیوں فرصت ملی ان شاء اللہ دس بارہ کتابیں شائع ہوئی جائیں گی۔ میں اپنے چارے آچل کے پیارے محترم مشتاق احمد قریشی بھائی کی مشکور ہوں کہ انہوں نے ”زنجیریں“ میں اپنی رائے دی تھی۔ قیصر آرا بانی کی بھی شکر گزار ہوں کہ ان کی قیمتی آرا بھی میری کتاب میں شامل ہے۔ طاہر قریشی بھائی اور پورا ادارہ اپنی تمام بھلی کوشش کے لیے اور چالیس سال پورے ہونے پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ محترم مشتاق قریشی بھائی، قیصر آرا بانی اور طاہر قریشی کا اپنے ادارے کو لے کر چلنے کا عزم قابل ستائش ہے میرے پیارے آچل کو چالیسواں سال مبارک ہو اور میرے ساتھ رہنے کے کس سال بھی مبارک ہوں۔ ہر انسان زندگی میں کچھ نہ کچھ گول لے کر پیدا ہوتا ہے اور جب قسمت اور قدرت اور ہمت ساتھ دے تو وہ سارے گول حاصل ہو جاتے ہیں۔ جب پیدا ہوئی تھی میری امی کی گود میں ڈاکٹر نے کانپور داخلہ دیا یہ بات کہہ دی تھی ”بیاری بچی ہے ڈاکٹر بنانا“ میں نے امی سے سنا تھا کہ ہمارا بیٹے ہم تمہیں کاؤنٹ میں پڑھا نہیں سکتے حیثیت ہی نہیں۔ پہلا گول..... سینٹ جوزف کاؤنٹ میں پڑھ کر حاصل کیا دوسرا گول..... میرٹ پتہ کر ڈاکٹر میڈیکل کالج میں داخلہ لے کر ڈاکٹر بنی تیسرا گول..... اپنے شوہر پروفیسر ڈاکٹر محمود نور خان ماہر امراض چشم (متفہم امتیاز) کے ساتھ مل کر بیٹوں بچوں کی انجمن پرورش کرنا انہیں اعلیٰ تعلیم اور وقت دینا چوتھا گول..... ڈاکٹر کا پروفیشن بھی جاری رکھنا 1974ء میں ڈاکٹر بن کر ابھی تک سنجاری ہے۔ پانچواں گول..... ادبی سفر سے بھی منہ نہ موڑنا لکھتے رہنا اور الحمد للہ اس نصف صدی کے ادبی سفر کے بعد کتابوں کی اشاعت کی طرف توجہ مرکوز کی..... مگر بھلا ہومیرے پروفیسر صاحب کا کہ میری حوصلہ افزائی کی..... اور ماشاء اللہ چھٹا گول..... کتابوں کی اشاعت بھی جو اب بھی جاری ہیں نصف صدی کا میٹرل موجود ہے سو مرتب کر لیا۔ آچل کے قارئین مجھ سے انٹرویو میں پوچھتے تھے کتابوں کے بارے میں..... اگر خریدنا چاہیں تو مجھ سے رابطہ کریں۔ میں نے صرف افسانوں اور ناول پڑچائیں لکھا میں نے میڈیکل کے مضامین بھی لکھے..... دیگر معاشرتی موضوعات پر بھی لکھا تھی لکھاری بہنوں کو جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے نہ کہیں سے کسی کی کوئی چیز چرا کر چھوٹا چاہیے ادیب یا ادیبہ یا شاعر بننا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ یہ تو قدرت کا ایک ایسا عطیہ ہوتا ہے کہ خود بخود سب کچھ ہو جاتا ہے..... میرے ہاتھ میں قلم اور کاغذ آ جائے نہ کوئی مہینوں ملاٹ سوچا جس لکھنا شروع کیا اور افسانہ بننا چلا گیا..... شاید میرے لیے یہ قدرتی عطیہ تھا اور بے اپنی پروفیشنل گھریلو اور بار بار زندگی کی مشکلات کے باوجود دھیرے دھیرے اپنے گول حاصل کرتی رہی۔ ہمیشہ اپنی دلی سکین کے لیے لکھا..... اب لوگوں کے پاس وقت نہیں ہے کہ بہت لمبے لمبے ناول پڑھیں پڑھائی کا پر جان ختم ہو گیا ہے بچوں کے لیے بھی کوئی کچھ نہیں لکھتا میں نے بچوں کے صفحات پر بہت کہانیاں لکھی ہیں ان کا مجموعہ بھی مرتب کر رہی ہوں ان شاء اللہ میری طرف سے میرے کرینڈ بچوں کے لیے تحفہ ہوگا۔ ہمت بھی نہ ہارو لکھتے رہو بڑے ادیب بن جاؤ گے زندگی کے حقائق سامنے لا کر ارد گرد بھلی کہانیوں اور کرداروں کو قلم کی نوک سے سنوار کر قارئین کو دہم میں اس زمانے سے لکھ رہی ہوں! جب بشری رحمن قدسیہ بانو قذافی عین حیدر خدیجہ مستور فردوس حیدر (مرحومہ) کے افسانے اور کہانیاں مختلف رسائل میں چھپتی تھیں اور مجھے خبر ہے کہ میں نے آچل کے ساتھ بھی وہ دور گزارا۔ ان صفحہ کو بہت پڑھا مگر یہ نہیں پڑھا تھا کہ وہ میری بیاری فرحت آرا بانی کے چپون ساٹھی تھے..... میں زیادہ تر انگلش لٹریچر پڑھتی ہوں..... خود لکھنا شروع کیا تو کسی کو بھی بہت زیادہ نہیں پڑھا..... بس آخر میں یہی کہنا ہے کہ آچل کو اور اس میں لکھنے والی

ہیر وں ہول“ بھی بڑی حساس آبی ویسے کہانی میں ہیر و جان ڈالنا ہے پر ہاتھ روکے آتی مکمل کہانی مزہ کے مٹی کہانی نے بے ساختہ ہٹنے پر مجبور کر دیا کینسل کی ہیر وں بننے کی خواہش میں اپنی جان جو کھوں میں ڈالنا مجھے میری یاد دل گیا ایسا ہی ہوتا ہے سال بڑے بڑے کام کرنے کے چکر میں چھوٹے چھوٹے لود آسان کام بکڑ جاتے ہیں اور کسی پچویشن میں ای کی مٹھہ جتنے لال لپ کہا کرتی تھیں“ جیسی نصیحتیں بھی سہانے سپہا کے کام کرتی ہیں۔“ وہ حواک شک تھا“ یا ٹینک لپ بہت خوبصورت ناول موضوع کا پتا و منفرد انداز تحریر لفظ گویا تھ باندھ کے کڑے ہیں لفظ لفظ سے لونی چاشنی جھلک دے ہے نہت کچھ سیکھا ہم نے“ نئی ناول کا شدت سے انتظار ہے گا۔“ کیا وہ حسن پرست تھی“ ڈاکٹر تنویر نے ہر ایک کو لڑے میں بند کیا۔“ میرا اعتبار رکھنا“ قرآن ائین آبی میں نے آپ پر اعتبار کر لیا کیا خوب لکھا آپ نے“ اسلم احباب بننے اچھا شو ہرے پوین سے ایسے ہی ہوئیں کرنا چاہیے مگر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا جی کافی ہے۔“ جابا احمد تحسین انجم“ نئی غزل“ شمیمہ فیض نور میں کی محبت کے انوثہ شے میں نے کدھی لا جواب تیار کر دیا۔“ آریٹل“ میں حراقہ کی کا“ جناح کی یاد“ کبھی نہیں بھولے گا۔“ ڈش مقابلہ میں ہر مینے کچن کی شامت آتی رہی۔“ ہر آسان ڈش تقریباً اڑتی کرتی ہوں اور اب پہلا ٹارگٹ میاں جی کو بناتی ہوں“ چلیس ہوں (آسم) کیوینی کا گائیڈ میں نہیں دھکتی کیونکہ میں میک اپ نہیں کرتی سادگی میں بھی فغیب کی لگتی ہوں فیض دل میں چاروں موسم میں چار طرح کی شاعری پڑھنے کوئی۔ گری میں کھولتے پانی کی طرح کہ تو سوری میں آتی بریلی شاعری کہ بندہ تھ لگے تو مجھ جائے..... برسات میں شاعری برساتی مینڈک کی طرح لگی تو غرض میں 1960ء کی غزہ و ہیر وں کی طرح تھیں ہونی نظر آئی۔ ہم سے پہچھے میں شامل آئی کے جہاں تھ شاعر کی طرح محسوس ہوتے رہے جو صرف نام کی طرح ہے مگر لگتی نہیں۔ دوست کا پیغام آئے میں بہت سے دوستوں نے ہمارے نام پیغام دیا اس سے پہلے ہم جواب دیتے میاں جی ہمارے دوستوں کے درمیان تھ کہ کربل میں بڑی بن گئے کام کی باتیں مفید لکھا کا د ہیں“ کافی ساری مصلحت ان سے ملیں ان غرض جنوری 2017ء سے لے کر مارچ 2018ء تک کے ٹکے چوہوں کے کہ جانے کی مانند اپنی کرلوں سے جگلاتے پیغام خوشیوں بھرے کھٹکتی شاعری تیر نگ خیال کی جگہ میں سکرآتے جواب آئینہ کے دریا میں غرض کرتے شہزادوں کے تمبرے غرض ہر ایک کو میرے دل نے ناتوان اول کا لقب دیا اب اعزازت ذمہ کی تیر و بادہ حاضری ممکن بنائیں گے مٹھہ حافظ۔

اور میری دوست کو یاد رکھا اور ہمارا تبصرہ پسند کیا۔ شہزادی کھرل صاحبہ آپ کا تبصرہ شاندار جاندار مطلق القابات بہت اچھا ہے اور قلمیچے اب تو خوش ہیں ناں؟ مشعل حسن، سعد حسن، سدرہ خورشید شازیہ، حفصہ آپ لوگ کسی ہیں بھی آپ بھی چھکا کدوا سڑی دیں ناں؟ آج کل میں شکینہ جی کن الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کریں آپ نے ترقی نگاہوں کو صرف دیدار عطا کیا خوش رہو۔ امتیاز بہنا نظر آیا تھا میرا تبصرہ؟ معاف کیجئے گا آج کل کے صفحات میں اضافہ کی درخواست ہے باقی تمام سلسلے اے دن ہوتے ہیں اب اس دعا کی ساتھ اجازت اللہ بہم سب کو ذریت کی قدر کرنے والا بنائے آمین تم آمین۔

محسن عزیز حلیم..... کوٹھان کلان السلام علیکم اتمام چل اسلاف شہزادینڈر پیلڈر کوہاری طرف سے چاہت بھرا اسلوب خوبصورت ناٹل کے ساتھ اس دفعہ چل جلد ہی مل گیا مگر یہ کیا؟ میں تو ہر بار وقت پر ہی ڈاک ارسال کرتا رہا ہوں مگر مارچ کے شمارے میں میرا نام و نشان تک نہیں تھا یہی باری بہن شہلا اپنے بھائی کے ساتھ آتی بڑی نا انصافی کی خیر کوئی بات نہیں ایسے ہوتا رہتا ہے۔ میں نے اپنے پورے گاؤں میں آج کل ڈائجسٹ کو مشہور کر دیا ہے۔ بہت سارے لوگ اب آج کل ڈائجسٹ پڑھتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میں آج کل کے لیے کوئی افسانہ یا ناٹل لکھوں مگر کہیں رنجش نہ ہو جائے۔ سب سے پہلے مدیرہ جی کی سرکوشیاں پڑھیں پھر دعوت سے مستفید ہوئے پھر وائش کدہ میں الگڑ کا مطالعہ کیا ہمارا آج کل میں بیٹا خالد شہانہ کوڑا سیدہ لوبا سجاد حرم ملک کا تعارف پڑھا اچھا کا سلسلہ و ناٹل میں تیری زلف کے سر ہونے تک اور شب جگر کی پہلی بارش بہت ہٹ جا رہے ہیں مکمل ناٹل میں وہ جواک میں تھا میرب کا کردار باکل ناٹل میں یاد ہے جیسے سسٹریا کیمین نشاط میری نفورٹ ناٹل میں کیا وہ حسن پرست بھی ذریت غریب نظر فرح بخاری دیری گند ناٹل بھی بیٹ تھے افسانے بھی بیٹ آف بیٹ تھے فیض دل میں پروین افضل شاہین صبا کا زگر گڑنا ارشد و قس عمر کمال نے بیٹ لکھا تھا صبا بڈر گروڈ کا زگر بڈوؤں آج کل کی پرنسز معلوم ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ پروین افضل شاہین کو جلدی اولاد سے نوازے آمین اب اس دعا کی ساتھ اجازت لے کر آج کل ہمیشہ ترقی کرتا رہے آمین۔

☆ پیارے بھائی حسن! آج کل کی پسندیدگی کے لیے شکر پر مرد حضرات کے لیے ہمارا باب نامہ ”نئے افق“ ڈائجسٹ موجود ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کر کے اس میں شائع کیا ہوں تبصرہ اور اپنی کسی تحریر بھی اولے کے واسطے کر سکتے ہیں۔

لبسنی شکیلہ..... اولکھ جٹان اسپالکوٹ قابل احترام شہلا عامر معزز زقار عین اور پیارے وطن کے پیارے پیارے رہنے والے میرے ہم وطن! السلام علیکم کپانچ چھ ماہ بعد میں آئینہ میں شرکت کر رہی ہوں۔ امید ہے کہ تمام لوگ بالکل ٹھیک ٹھاک اور فٹ فائٹ ہوں گے۔ سب سے پہلے میں ان مردہ ضمیر اور بے حس لوگوں خصوصاً سیدہ یا پورا بی بی ماں ہاؤ حکومت کی بات کروں گی کہ جب بھارت کی ایک ٹریبی سرحد میں ہیں تو اس خبر کو میڈیا پر ایسے نشر کرتا ہے جیسے اس سے پریشان کن اور المناک حادثہ اور کوئی نہیں ہرچھٹل پر پہنچی خبر دیکھنے کو مل رہی تھی نہ صرف میڈیا بلکہ ہمارے حکمران اور عوام سے بھی بعض لوگ ایسے اظہار تعزیرت کر رہے تھے جیسے ان کا اس سے بڑھ کر کوئی عزیز اور بے ہی نہیں دوسری طرف شام میں ایک ہی دن میں 500 کے قریب مسلمان جن میں بوڑھے جوان عورتیں اور بچے بھی شامل تھے پورے شہر میں شہید کر دیے گئے لیکن مسلمانوں کے کانوں پر چل جاتا کہ نہیں رہی غیر مسلم کی موت ۵۵ مسلمانوں کی المناک موت سے زیادہ بڑا سنا تھا۔ اللہ کے لیے مسلمانوں اپنے مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑو اور نہ صرف اپنے اند بلکہ اپنے جیسے دوسرے لوگوں میں احساس پیدا کرنے کی کوشش کرو اور ایسے باطل مون، بنو کو دنیا کے کسی بھی کوٹے سے سارے جہنم کا پکا جائے تو محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد بن کر لیکر کہتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑو اور اپنے اند انسانیت پیدا کرو اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلو۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر تھا ہے اور ہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انیسر حس اور باطل مسلمان بنائے (آمین) ہاں جی آپ اتے ہیں مارچ کے شمارے کی طرف ہر بار کی طرح شمارہ 24 کو پل گیا تھا لیکن خط میں 28 لکھ دی ہوں اس لیے کہ کچھ بھانجیوں کی شادیوں ہو رہی ہیں آج بروز بدھ پیچھے کے ویسے کا نشن ہے ساتھ بچوں کے اختانات ہو رہے ہیں۔ بچوں کو پڑھانے اور خط لکھنے کا کام رکھتے ہو رہا ہے۔ سلسلہ دار ناٹل پڑھنے ذریت طریقتے سنا گئے بڑھ رہے ہیں ایک اختتام اور دوسرا شروع کی طرف دواں دواں ہے ان گراں دونوں میں ماؤں کے کردار کا موازنہ کیا جائے تو عمر نائے جیتی بددماغی عورت نہ صرف دوسروں کی آنکھ سے بلکہ سوچتی بھی دوسروں کے دماغ سے ہے۔ اپنی اپنی اولاد پر بہتان لگا دیا اور اس کے کردار کو ٹھکڑا بنا دیا اور دوسری طرف مر رہے نہ عورت ہو کر دوسری عورت (بہو) کا احساس کیا اور اپنے بیٹے کو اس معاملے میں کھری کھری سناہیں کیونکہ وہ ان حالات سے گزر رہی ہے۔ نیرنگ

خیال اور بیاض دل میں سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ یادگار لمحے بھی زبردست مگر ان تینوں میں اپنا نام نہ لکھ کر اپنی ہوائی امید کرتی ہوں اس بار میں جو یہ اور خصوصاً ایمان و قدار مجھ سے ناسمجھی ختم کر کے مجھے بھی اپنے سلسلے میں یاد رکھیں گی ابھی پورا آچل پڑھ نہیں پائی اس لیے مکمل پتھر نہیں کر پاؤں گی آئندہ ان شاء اللہ پھر حاضر ہوں گی اس دفعہ میں نے پہلی بار دوست کا پیغام آئے "میں شرکت کی ہے حاجی اہلے" لیے دوڑا دوڑا کھولیں گی کیا..... اگر کوئی بات بری لگی ہو تو محدث سب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

بیوین افضل شاہین..... بھولونگر۔ یادگار ایامی شہلا عام صاحبہ اسلام علیکم اس بار آچل جلدی مل گیا۔ سب سے پہلے آچل کی حالیہ سوس سالگرہ مبارک ہو اللہ کرے یہ اور عروج حاصل کرے آمین۔ حمد و ثناء اور اللہ کا ذکر بڑھ کر مستفید ہوئے سلسلے دار ناول تو آچل کی جان ہیں۔ بیاض دل میں فریدہ جلاہ فری آئی سیدہ و باجہ سحرہ جیوں میں خوش مقابلہ میں مدیرہ کیول مادی جویریہ وکی نیرنگ خیال میں مدیرہ جویرن انجم زہرہ نورین مسکان سرو صابر گزشتہ کا پیغام آئے میں انیلا طالب روینہ کوزر قیہ ناز مادیہ کیول یادگار لمحے میں تابندہ جیسٹ مشہدہ نور نسیم سے پوچھے میں ابرمکل مجھ انجم عاون روینہ کوزر سمیرا سولنی عروسہ شہوار جماعت سے۔ یہاں خالدہ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو رحمت سے ناز کیول نازی اللہ تعالیٰ آپ کے خاندان کو بحالی کو لہو آئی نگہت غفرار آپ کی بیٹی کو جنت میں جگہ سے آمین۔ جن بہن بھائیوں کو بلاؤ بشری بیکاری یادگار ہوائیں چاہیے کہ وہ سینکٹ (مفتاحیں) کسی ڈھری میں ڈال کر گلے میں ڈالیں اس کا بلڈریشر ہمیشہ نامل رہے گا۔ یا زمرہ و نکلہ ہے اجازت دیں اللہ حافظ۔

گلشن چوہدری گل..... گجرات۔ اسلام علیکم آچل قارئین اور پڑھنے والوں کو محبت بھر اسلام سب خیریت سے ہوں گے اس وقت آچل چپوس کو لادہ نائل گرل بہت پیداری لگ رہی تھی۔ سب سے پہلے قیصر آئی کی سرگوشیاں پڑھیں پھر الکوزر سے دل منور کیا سلسلے دار دل میں سب سے پہلے "تیری زلف کے سر ہونے تک" پڑھا اچھا ہوا کہ یہ وقت پڑوہاں سودا کی طرف گیا ناول کو دیکھ کر شعر یاد آیا.....

کیوں بدلے بدلے سے ہے میرے سر کار.....
واہ تو پورے بدل گئے پھر پڑھانا ہی آئی کا "شب بھر کی پہلی بارش" مزہ کیا اچھا ہوا ہادی تو نظر آیا۔ یہ سا مینرا اتنی جلدی کیسے مر گئی۔ اس بار دو سکون کا بالکل نہیں بتایا وہ جواک میں تھا یہ کیا میرب ایسے لکھی میں نے سوچا بھی نہیں تھا مجھے لگا سکندر سے آخر آ کرے گا مگر یہ تو خودی آئی گئی۔ اس کی وجہ سے فیضان کی موت ہو گئی بہت دکھ و ادب میرب اور شیاں کو لادیں پھر ناول پڑھا تیری خاطر بہت اچھی کاوش تھی۔ شاہ میر بہت ہی گھٹیا انسان تھا دوسرا ناول خیال رکھنا میں اچھا تھا۔ افسانے بھی لکھتے تھے مکمل ناول میں فریب نظر کیا مکمل تھی ناتی نیرنگ خیال بیاض دل و دل مقابلہ بھی بہت اچھے تھے میں پہلی بار مینہ میں شرکت کر رہی ہوں۔ بتائیے گا کیا اس کا سب سے بچے اجازت اللہ حافظ۔

☆ ذیہ سرگلشن! پہلی بار پڑھو خوش آمدید

قراءت جٹ..... منچن آباد۔

آئینہ کی محفل میں تیر ہی عکس سجائے آچل

گل بدن یہ مبارک دن تیری محنت کا ہے صلہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آچل و جاب اشاف قارئین اینڈ رڈرز سب کو اتر اجٹ کی طرف سے آچل کی سالگرہ مبارک ہو۔ مرغان خوش ناول کی ٹینیوں پر جم جم کر کہہ رہے ہیں پچی برتھڈے ٹو یوڈیز آچل! ہم دولت دلائ ہیں تجھ سے جب سے الفت نظر بھلک کر تجھ پر پڑی تھی شپ بری بیٹن گزشتہ ہوا رنگاری ہی رنگاری میدانوں میں پھولوں پر چند پرندو کا کسب قضا آچل خنداں کو نیک خواہشات کا اظہار کر رہے ہیں آپ نے کہا پورے سال کا جامع اور مکمل تبصرہ..... واہ واہ کیا کہتا کر لکھنے بیٹھوں تو آچل کم پڑ جائے۔ 2017ء کا ایک مہینہ دیا نہیں جب میں نے تبصرہ کیا ہوا مکمل کر دیکھا لیس ریکارڈ ہو گا میرا غیر حاضر نہ ہونے کا یا لکھیات زیادہ دفعہ جگ نہیں دی گی ہمیشہ ۲۰۱۵ تک پوسٹ بھی کر دیتی تھی مگر ہائے رے قسمت پھر بھی ڈاک آپ کو لیٹ موصول ہوئی تھی۔ پورے سال کا تبصرہ..... بہت لمبا ہوا ہے گا چلیں دیکھتے ہیں آچل اپریل 2017ء کا ٹکھوں کے سامنے لہر کیا پھولوں کا کچے ہاتھ میں لیے پونیک سی مہندی لگے ہاتھ کھلا کھلا سا چہرہ ہوں پوری ڈریس میں مدیرہ صوفی پوری آب و تاب سے براہ من میں مردوں کی طرف

نظارہ پیش کر رہا تھا سرگوشیاں اُٹھ دھت در جواب آں دانش کہہ دہا آ آچل ہیشک کی طرح ہی جواہر نگار تھا سا نگہ سروے سوالات کلفت سے بھر پور فصل گل کی طرح جھک رہے تھے حرافریشی کے جہولیات لا جواب تھے ”زندگی کے رنگ“ اس سروے میں بہت سے راسخ زموں جو تھے بیاض دل ڈاؤں مقابلہ کوئی کا گیند دوست کا پیغام آئے ”آئینہ سمے سے پچھلے آپ کی صحت کا کام کیا بائیں اور نیرنگ خیال تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ نیرنگ خیال میں جابر لارم فرزند شہزاد اکبر الفت نضر جھٹکان کی نظمیں قابل ستائش تھیں انعام سے نوازا گیا تھا۔ ہماری شیریں راسخ رعت سرانج کا لارو دال ناول ”چراغ خانہ“ جاری تھا ایک لارو دال داستان عمل طہر پر زباد روشن تھی تمام قارئین رفته نے بہت پسند کیا تھا ہم نے بھی اور ہماری راسخ فارخہ گل کا مکمل ناول ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ نازبہ کنول نازی جیسی روشن راسخ کا ناول آج بھی اپوری آپ دہاب سے جاری سب کے دلوں پر چھایا ہوا ہے تیری زلف کے سروے تک تقریباً صغیرا جیسی زرافشاں راسخ کا سلسلہ وار ناول آج بھی دیکھی ہی صطوت کے ساتھ ہمارے دلوں پر دارج کر رہا ہے بادل نڈل اوارا کھیں بائیں نشاط کا مکمل ناول لفظوں اور سبق سے بھر پور داستان دوستی کی لارو دال داستان۔ اپنی دوست زینل کے لیے اپنی رشتے کی قربانی دی اور ایک شبانہ بھی..... لا جواب تحریر بھی رزمیہ اداں مصباح علی سیدی کی اعلیٰ تحریر محبت کی ایک زبانشوں بھری داستان ناول حرم عشق سپہ غریز زیدی کی ایک عمدہ بے نظیر تحریر اصرام اور حرم کا کردار بہت اچھا لگا کسی تحریر پر مشفق طاس رچی جودلوں کو اپنے سحر میں جکڑے سحران بھی کاسیانی کی افسانے میری ملت کا چراغ طلعت فطما ہی بدروز کو بھی الفت کی جگہ کرنے والوں اور بدروز کو بھی الفت سے فیض یاب ہونے والوں کے لیے ایک اچھا سبق گل ہاشم کی تحریر محک رفاقت جاوید ایک جذب دو دلوں والی حیرت انگیز تحریر ”مضروب“ راحت دفا گوہر بات تحریر مسیحیہ زلیہ کا منفرد افسانہ آچل گنگام گل رخ ہے جوہر کی کوسے سحر میں جکڑ لیتا ہے ہر سوہک آچل رخ بس جاتی ہے مٹی کا آچل میں بیگی خوشیاں صدف آصف کیش فرزند راسخ کا مکمل ناول بہت اعلیٰ تحریر بھی خوشیاں جیسی بھی ہوں گل دگزار ہوتی ہیں۔ شہزین مہرین شرمین یونیک شہ آ آچل مئی 2017ء کا سرووق ڈارک میک اب نفاست سے کیا ہوا ڈارک ڈریس، بیوی جیوری کلائی میں گل احمر کا بگڑا کیا ڈاؤں سرووق نگہ رہا تھا افسانے ”میں ہادی“ اقبال بانو کی گیر تحریر بھی۔ ”گل گلی“ رابعہ افتخار کی زبردست تحریر دنیا کو دل سے شے کو دل ہیں چاند گل کر نیانی نفرت عشنا کوثر سردار کی کاٹلی کاٹلی آہٹ لیے محبت کا رنگ کھیر تانک منفرد افسانہ دل کو گستاخ رہا تھا سالگرہ مبارک آچل قرۃ العین سکندر ہمیشہ کی طرح کامران بھری منزل تم ہونا بیہ فاطمہ رضوی کی پراسر تحریر ”بدگنایاں“ انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑیں۔ ”بہلی کران“ سمیرا غزل صدیقی دیا کو کوزے میں بند کیا گیا۔ ”تم میرے دوزخشاں آفتاب کا پسندیدہ افسانہ رہا“ نعمت کہیں جسے ”سورالٹک“ دلوں کو کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ دلوں میں اللہ رہتا ہے یہ جملہ دل میں کھب گیا۔ ”آز رنگل صاحت رفیق کا زبردست تھا باقی تمام سلسلے کو پر ہتاوے جوں کا سرووق نے انداز کے ساتھ حاضر تھا مکمل سوونھا فارخہ گل کا ”زینل“ دلوں ٹھنڈیاں جہاواں ”خوب تھا۔ ”جنون سے عشق تنک“ ہماری دوام فرزند راسخ سمیرا شریف طہر کا مکمل ناول شروع ہوا تھا آغا زیدی اور اسرارنگ لڑائی سے بھر پور تیرہ شہوں کا حاصل چاندنا طلاق راسخ سب کے دلوں پر دارج کرنے والی داستان اپنے وصل کی بارش دے نہاںہ قریش کا ناول بھر پور مسکراہت دیتا ہوا ناول آفسانہ عید سعید تم سے ملے“ فرح بھٹولا جواب دلوں کے بغیر کسی عید ”میں محبت اور تم“ اقبال بانو کا کوئی جواب نہیں ”وی آئی بی“ راسخ رعت وڈرول ”میکی کی عید“ نزہت جمیل دلا دیا۔ ”میکی کا بان“ میکی کا بھر ”میکی کی عید“ بی زعفرانہ مٹی ہیں۔ عیدوں سروے کے تمام جہولیات اچھے تھے سروے میں قارئین کو ایک دوسرے کی لپٹوں کو جانے کا موقع ملتا ہے ہر آچل کے (پیسے) ہیں۔ جولائی 2017ء کا شہرہ نائل بہت زبردست رہا مجھے بہت اچھے سے یاد ہے اس میں چراغ خانہ ناول کی تکمیل ہوئی تھی اور میں خوشی ہوئی تھی۔ مکمل ناول ”نظر کے سامنے“ صدف آصف افتخا نہیں قابل بیان ”بے مشروط محبت“ رفاقت جاوید کی بھی تحریر افسانے ”بابو بیٹو دالے“ تیری خوشبو کا رزم بھونکا بھی خوشی عید مزہ بہت اچھے تھے ”سراسر عید“ ام ایمن اچھی تھی۔ ”آچل کی راج زندگی“ تنویر غیل چھالی رہیں مکمل..... آگست کا شہرہ ”گرینیش ہونا چاہیے تھا سرووق“ ”توید سحر“ مریم فضل عباسی لفظوں کے حال انداز تحریر مکمل قبلہ دو ہو گئے ام ایمان قاضی پسرہٹ عشق ست دگی اور طہر ہمیشہ کی طرح لا جواب ”عشق ہے رنگ بھی ہے ست دگی بھی کھانا ہے“ سحر اعلیٰ محبت امر ہے شیم سحر کا افسانہ لا جواب ہے جواری کی بیٹی نازبہ جل حقیقت یہاں کی گلی تیسرے چم ستارہ ہلال ہتر ہگر و وطن سے محبت کا اچھا سبق منزل کا جوڑ و جذبہ دل کو بھرا بھی شریٰ تنویر انعام کیا لکھیاں نہیں کر سکتی تنویر فرمین انظر بہت اچھا آچل راسخ حرا قریش عزم اہن سے لکھا گیا آچل..... مجیدہ فوری انرمین سر جو کے آچل بھی اچھے تھے عید ادا لیتی تری سحر کا شہرہ ہر ڈگر میں ملیں

مہندی لگے ہاتھوں اور نفاست سے کیے گئے میک اپ سے کچی دلن اچھی لگی یہ شہہ میں سے اپنی چھوٹی سسڑ کو گھٹ کیا تھا اس کی 29
اگست کو ساگر بھی عید سروے میں سب کے جوابات اوتھے تھے تنگ تنگ کیا بات نہ چھوڑ فریدہ فریادیک محبت کی لا جواب تحریر قسمت کے
کھیل مہندی شہر دل میں کھپ گئی افسانے اب کے برس کی عید راجہ انکار اچھی تحریر قربانی نہبت جیس فیاض اعلیٰ بڑی عید کی بڑی
خوشیاں سہا سہا گل آئی منفرد ہمیشہ کی طرح لکھا عجب طرزیوں دل کو بھا گیا شکر خدایا ہے فرح بھو جاندار شاندار چاند بے شمار فرح طاہر
عمدہ اکتوبر کا شہہ "ماٹل ٹھک ٹھاک تھا ابھی پھولوں میں خوشبو ہے کیا نیا نشاط ایک درد بھری داستان آسمان بیت خضر نے کتنے دکھ
اٹھائے کتنا آسان سہنا مشکل لا جواب تحریر تھی۔ بخت کا ستارہ نظیر فاطمہ ٹٹلی اگلے محبت کی داستان کمال تھی ملاں کی سیرا فرار از
زبردست صبا ایشل "خواب زادی" لڑکیوں کے لیے ایک اچھا سبق رکھتی ہوئی خیر یو بلڈن "بندہ خوشوں کی بات" راشدہ رفعت حسین جمیل
قصہ راضیہ نے کا عمارہ خان بھی راضی کی مزاح سے بھر پور تحریر نے بے اختیار ہنسنے پر مجبور کر ڈالا تھا۔ "امیر محبت" غما حسن زبردست
"پیشانی" خدیجہ جلال و طر فل و مبر کے شہر کا سرورق بہت بہت اچھا کاتونیک سا ٹپل سا "مہر دفا" نافذ ملک کی دلگہی تحریر "دعا مین
کردار محبت" اعجاز اور مہر و س سے بھر پور تھا ایک دل پران کرنے والی داستان "میرا واصل بابا" عرش فاطمہ بھی سے بھر پور محبت کی
داستان انجھی لگی۔ ام ایمان قاضی "بھگتی" لا جواب تحریر یہ شہہ ہی اللہ کا خوف دلانے والی تحریر ہوئی ہیں آپ کی جوا بھی لگتی ہیں۔ "دشک کا
حاصل آسویوں" سمیرا محمد رفیق خوف و زدوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی عالی علی تحریر بڑھریاں کی نیکی نبیلہ ابرار راجہ..... صدقہ کی طرف
لوگوں کی توجہ دلانے والی عمدہ تحریر "بارگراں" طیبہ عنصر فاضل ہمیشہ کی طرح کمال لکھا اس در کی جو دواٹے نادیہ احمد خوب صورت سبق کے
ساتھ لا جواب الفاظ کے ساتھ بھر پور تحریر "جینا مغرب مرنا شرق" شیبہ گل آج ہم نہ مغربی بن سکے نہ مشرقی رہے دوسر کا شہہ دہری
اثر نیکیو سنڈا ڈراؤ سا کسر میرے گندہ فاضل کے مکمل ناول کا ایک خوب صورت اختتام تم میرا نصیب ہوا ریشہ غزل لا جواب محبت بھی
لوٹ سکتی ہے کھبت عبد اللہ ایک جالبہ تحریر سہر انکس صبا ایشل خواہیں سانالٹ "ممکن نہیں" فرحین اختر کمال لکھا "راہدایت" بلوکی فہیم
گل سیدہ راہ پر لانے والی لا جواب تحریر میرا یقین تو ہے نصیفہ سعید نصیر لکھا آریکل دونوں اچھے تھے جنوری کا شہہ ماٹل بیدار تھا مگر
ڈارک بہت تھا اس میں بائسن نشاط کا مکمل ناول "وہ جواک میں تھا" زبردست اشارت لیا۔ ایک لڑکی کے گرد گھومتی داستان امیر حمزہ
"وہ ایک پل" ام ایمان قاضی۔ لا جواب پہلے کے لیے ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے آدھ پھول جنیں صدف رحمان گیلیاں زبردست محبت
واپس کے پھول جنیں زبردست نور طلحہ محبت کے گرد گھومتی اعلیٰ تحریر جنوری کی پہلی دھند جیا خدیجہ جلال کمال لکھا نیا سال اور تم قرۃ العین سکندر بہت
ایک بار کرو میرا اعتبار نادیہ فاطمہ رضوی ہمیشہ یاد رکھنے والی داستان سچائی خدیجہ جلال کمال لکھا نیا سال اور تم قرۃ العین سکندر بہت
زبردست کوئی تھلاؤ کہ راشدہ رفعت ہلالہ بچے کی پرورش کے متعلق زبردست تحریر آریکل شورش سلطان بہت زبردست سروے نیا سال
کا سب کے جواب لا جواب تھے فروری کا شہہ ماٹل سوو تھا چھوٹا چاند نہبت جیس فیاض لا جواب عورت کو پانی کی طرح ہونا چاہیے
مرد کے ہر رنگ میں ڈھلنے والی ابھی تو پھول کھلنے ہیں شبانہ شوکت ایک خوب صورت تحریر سیرے کو پچے کی آخری شب فریدہ فریاد لا جواب
آرزوئیں پوری ہوتی جاتی ہیں مگر آدھ پھر نہیں ملتی ملتا اس صبا ایشل بابی سے نکالنے والی تحریر اچھا سبق "محبوب آپ کے قدموں میں
عمارہ خان بھر پور شہاؤ لا اور بہت سا اعلیٰ گرم کپڑے نہ سنا آفتاب لاڈلا آپ کا اس واسلے اپنے سے لو پورے کا آج بھولے بیٹھیں ہیں
موجی موز شورش سلطان و طر فل احساس سے بھر پور مداح کا شہہ چٹلی کے پھول دیکھ کر فاضل کو سمجھ کن بابا زبردست ماٹل کے ساتھ
آچل حاضر تھا۔ اپریل کا ٹائل ویلر دلن کا مت ہو مگر اسٹائل اچھا دیا کریں "سرگوشیاں سنیں آئی قیصر کی پلیز قیمت مت بڑھائیے گا
درنیر امانی تو بیچتا چل دجواب بھی لا کڑی نہیں دے گا موبائی کیا کر کے چھوڑے گی یہ نہیں پاکستان کے لیے ڈھروں دعا میں۔
حمد فحت سے لوح و قلب کا سیر کیا در جواب آں بخت غفلا آپ کی بی کا بڑھ کر فاضل ہوا ناز بے کنول آپ کے خالدہ زو کا فاضل ہوا بہت
کوڑا آئی بی بی کی معنی کی مراد باقداش کدہ سے ایمان کو پتہ کیا ہمارا آچل میں پڑا خالدہ شہانہ شہر تحریر ملک سیدہ لوبا خواہ صاحبہ نہیں۔ سب
کے انشور و ابھی تھے شبانہ کوڑا آپ کی امی کے لیے منفرت کی دعا واقعی ملاں کا ہم اللہ کوئی نہیں وہ جواک میں تھا زبردست جا رہا ہے
سکندر ریاض گھٹیا کینا انسان "زبان مرگیا بہت فاضل ہوا میرب اب بچھتا نے کا کیفا عہ عورت خود کو عقل کل سمجھ کر بدلے لینے بیٹھ
جاتی ہے ٹھکوتا۔ سروے کے جواب ہم نے بھی لکھے جگہ ملے یا نہیں پتہ نہیں کیا وہ حسن پرست تھی ڈاکٹر تنویر اور خان بہت
زبردست تحریر لکھی۔ "پنہ بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں جب انسان اکیلا ہو جائے آس پاس سارے ہی کر دازندہ ہیں۔" فریب نظر فرح

بخاری اور حیدر کی محبت لکھواری محبت..... مرد بیوی بچہ رکھتا ہوا بھی محبت کو پالنا چاہتا ہے کیونکہ وہ محبت نہیں اس کی اتنا بڑھ رہی ہوئی ہے اس کی خواہش سے دور ہوئی ہے میرا اعتبار رکھنا قرۃ العین سکندر دودا پاورندا اجماعی کے گھرہ کر بھی ہر گھر گھر کی کہانی ہے جس لوگ ہیں جہاں وہیں شعیب اسیر ناریہ ایل اور یون بیکم جیسے نفس لوگ بھی موجود ہیں۔ محبت تیری خاطر صابنہ خاتون ویلڈن شاہ میر جیسے غلام لوگ ہمارے پاس جگہ جگہ بکھرے پڑے ہیں سبق سکھانے کی ضرورت ہے تیری زلف کے سر ہونے تک زبردست جا رہا ہے شکر ہے زید نے بیجا اسودہ کو بس اپنا راجعت بھی کر دے زید اشراخ نوظل سے بدلہ لینے کے چکر میں نوظل کی محبت میں جاپھنسی تب میں بہت خوش ہوں گی کیونکہ بھیجی نے بدلہ لینے کا کیوں سوچا؟ شب بھر جی پہلی پادش اجماعی ہوا زویار کے ساتھ عبدالہادی اور شہر زوکی جوڑی پر ہندو کنوں اور صام کی عاملہ اور زویار کی اہلی اور برہمن کی سلاویز برہمن کو جو کے میں رکھ رہا ہے اہلی بچاوا..... نڈل کلاس تحسین انجم نڈل کلاس کو ہم جیسے لوگوں نے ایک گالی بٹایا ہے کہتے کہ طرف لوگ دوسروں کی مفلسی کو نڈل کلاس کا نام دیتے ہیں خواہ بدیرہ ریزہ ہنسی غزل حاشیہ جیسے لوگ کیونکہ کر سکتے جب تک خود مضبوط نہ ہوں خوش بھی نہیں فیض کی تحریر سننے پر مجبور رہ گئی۔ اچھا تھوڑے عرصہ میں بھر پور سبق سے بھر پور تحریر شہر اور بیوی ل کر گھر کی گاڑی گاڑی خوش چلا گئے ہیں بیاض دل بیون افضل ارم کمال فریدہ فری سیدہ لویا ستلہ اینڈ..... فردا افراتیات صبا ڈاکار زورین انجم (کیسی ہو) مکی عنایت شزا لویج (سلام ہو) سمیرا سولی افراتج (سچ ہے سال بھی) حاجہ فیاض اسحاق و قاسم عمر اسمین کولند بھورین ثمنہ باب غلغلیہ خالدہ انجم انجم کرن شاعرہ حنا رشید شمیم کولند اسعدہ جوہین طیبہ اینڈ ماریہ نول تمام کے شعائرہ دست تھوڑے مقابلہ میں بیون جی برنی تیار ہیں میں آ رہی ہوں اہلہ بیوی گائیڈ کام کی باتیں زبردست سلسلے زیر تک خیال کشور سلطانہ (ویلڈن) کو قاسم عمر عکرو (ڈنڈرل) افراتج (اہلہ) اساور انجم غلغلیہ بدیرہ ریزہ نندان اقبال انجم زہرہ ترین سر جھانسی کو ہر زورین مسکان صبا ڈاکار زورین سمیرا نغمہ سب کی تفصیل غزل میں دل کی تہ جلی کرتی ہوئی زبردست تھیں دوست کا پیغام آئے افراتج شکر یہ یاد کرنے کا اینڈ حسینا جی کی شادی کی مبارک باد خانی بچو لاد پھر دعاؤں کا ٹوکرا آجیہ جوہول کی اہلہ یادگار لے تانہ نہیں (دعاؤں سے ہی تقدیر بدلتی ہے مجھے یقین ہے) بیٹا خالدہ راؤ تھنہ سب سمیرا جمیل بھلہ زور شمیم کولند اسعدہ طیبہ اینڈ ماریہ عدا ہالہ عاتش ڈاکار اسعدہ طیبہ سمیرا سب سے کمال لکھا۔ اسعدہ جوہین (ہم زور ہر دفعہ حاضر ہوتے ہیں مگر آج والے جگہ دیں تو رقیہ باز کرن شہزادی بھلہ زور تھنہ پو پسندیدی کے لیے راجہ مبارک انیلا طالب حاصرہ صدیقی تانہ سب سر رافازہ بھی (ہم سے کسی دشمنی؟) ایس این شہزادی کھل (افراتج تو بہت ہیں ملل نام لکھا کریں افراتج جت افراتج افراتج افراتج وغیرہ صاری افراتج زور ہو جلی ہیں) اینڈ اسلہ صدیقیہ سب کے کہنے شے بھرے موجود تھے ہم سے پوچھے ہم ارم کمال تر کے دار جواب ملے اسعدہ جوہین ندیر زورین انجم انجم سمیرا سولی اینڈ بیون افضل شاہین (اہلہ) کیا پاسی جواب تھے دل گاڈن گاڈن ہو گیا۔ افراتج ہائے کوئے جواب دیکھ کر ہنسی کا ٹوہ چھوٹ گیا) رقیہ باز دینیہ کوڑ حافظہ قرآن شری جاویڈ عروسہ ہوار تانیہ خادم اینڈ داؤد احمد کیا کو تر کے والے جواب تھے سب کے سوالوں نے اس بچہ پر مل کر شہر چلایا ہوا تھا اس کے ساتھ ہی آج کل کے صفحات جواب دے گئے آج کل اسلاف وقار میں وہ ٹر سب کا بچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک دن گئی رات چوٹی ہمارا آج کل تری کرے سوچ نے آج کل ماری اور چپ گئی کردوں کی کوٹ میں نیا دلوں نے خوشی و حنا پلایا موسم خوشگوار وار ورت جھوم ٹھے عنریب کھلکھلا آئی پادش کی بوندوں نے زور و زور سے برسا شروع کیا دوا لیاں کھلکھلا انھیں سب جھوم جھوم کر متانے ہوئے اور کہنے لگی ہیں برتھ ڈے ٹو بچل سالگرہ کا یہ مبارک دن بہت مبارک ہو گا بچل تو ہمارے لیے محسن و مربی ہے سبیل و راج ہے ملازمن و دل و نر ہے اسی کے ساتھ ہمیں دس اجازت ملے حافظ۔

درخشاں دول کش آ بچل

رشد و شیدا بچل

زخاف و ذرا بچل

پکی برتھ ڈے ٹو بچل

نڈل ڈیز افراتج خوش رہو تھوڑا ساں اردو میں ارسال کیا کریں جو حافظ آپ نے استعمال کیے ہیں دماغت میں بھی نہیں تھے آئندہ اس بات کا خیال رکھیے گا۔

ذڪا زرگر..... جهڙو

ذکا زرگر..... جوڑہ اسلام علیکم السلام! آج کل فریڈز کے وہ آپ سب سب سے پہلے تو آنجل کو ساگر بہت بہت مہارک ہو، فائدہ ہمارے آنجل کو دن دینی رات جوتی ترتی عطا کرے (آمین) اس دفعہ آنجل 25 کو ملاڈل ٹائٹل جی حدیث پر بھی اس کے بعد قصر آما آئی کی سرکوشش میں پھر حضرت سید کو کوئی نہ جواب کی کو دیکھا اگر کوشش سے دل کو سکون ملا ہمارا آنجل تحریم ملک یار تم نے تو میرے دل کی بات کہہ ڈالی۔ واقعی میں ناول میں تو مرثیہ کے بھی ہونا چاہیے جی لیکن بھی کبھی حقیقتوں سے بھی نظر چماتے کامل جاپاتا ہے (آئی ایگری ہو یو) مینا کو لایا جو حق کے بارے میں جان کر اچھا لکھ شائہ نور اللہ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں جبکہ عطا فرمائے (آمین) واقعی میں وہ سچی ہے جس کی کوئی پوری نہیں کر سکتا آپ آتے ہیں ناڈر کی طرف تو اس دفعہ "جنون سے عشق تک" کو نہ پا کر تھوڑی سی افسردگی ہوئی۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" اتنی اچھی لڑکی کے ساتھ تاہم (اف) "شب جگر کی پہلی بارش" اچھی جاری ہے آنجل تمہیں ساگر بہت بہت مہارک ہو۔

مدیحه نثرین مہک۔۔۔ گجرات

مدیحہ نورین مہک..... گجرات اسلام علیکم سب سے پہلے تو یہ بتائیں کہ اس دفعہ انجیل اسدات سا کیوں تھا لگتا ہے اس دفعہ مہک تم سے تو رنجی ناگل کچھ کم نہیں پر لانا راسا تھا خیر پہلے دیگر مسکلوں پہ بات ہو جائے پھر خبریوں کی طرف آتے ہیں میں ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی تبصرہ لانا شروع کروں گی، ہم سے پہلے میں مدم کلیمیر رسولانی انٹرا جٹ نے شامل کا کشف کو اچھا خاصہ مچکلا سوالات سے آئینہ میں سب کے تبصرے کمال سے تقریر چڑھایا تھا، نانا ایلا طالب اتنی پسندیدگی کا بہت شکر یہ دراصل آپ خود اتنی اچھی ہیں ہوا میں اس میں شہر بڑی کھل میں تو ہر ماہ کا قاعدگی سے انجیل میں آتی ہوں آپ کو میری کسی محسوس ہوئی اتنی محبت کا شکر یہ یاد کی لڑکی خوش رہو ہمیشہ اپنا خیال رکھنا یاد رکھئے میں تائبہ جیسے مٹھے توڑ عظیم نول کے اختتام زبردست تھے دوست کا پیغام آئے میں جس جس نے میرے نام پیغام لکھا ان سب کا بہت بہت شکر یہ نیرنگ خیال میں بیوی صدف نورین مسکان اورید بخود رہنمک کی شاعری کمال کی تھی، مجھی اب میں خود اپنی تحریف کروں گی ہی جب کوئی اور نہیں کرے گا بیاض دل میں پروین افضل شاہین نورین اور عظیم شافقہ خان کے اشعار کمال کے تھے ہاں جی طبع اب جلتے ہیں تحریف کی طرف انسان نہ مل کلاں انہنیاں خوب صورت انداز میں لکھا کیٹل کلاں کا لکھنا کبھی نہیں اترتا یہ کمالی بن جاتا ہے مل کلاں لوگوں کے لیے لکھ کر کی پر خلوص محبت کے جواب میں اسے مل کلاں کا تمغہ ملاؤں۔

خریدے اگر غریب کان ہیرے کی

رہے گا امراء کی نظروں میں مثل کلاں

سکلی غزل کا فسانہ خواب پروردگار نے بہت دلکش انداز میں لکھا گیا تاکہ آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے جو قرآنی ویوہ قابل ستائش ہے اس کے بدلے اس عزت اور محبت کرنے والا شہر بھی ملا دیر سے ہی گمراہ کو کھتراف ہو ہی گیا اس لحاظ سے اس فسانے کا یہ مہناسب نہیں لگا کر اثر سے محض فنی بلکہ انتہائی نٹ کھٹ سا فسانہ جو خوش فہمی کر ن ہو کہ وہی کی وہ خوش فہمی اکثر ہوتی جاتی ہے جو سرے کا فسانہ کہنا تھا اس فسانہ پر ایک حد تک بہت اچھا تھا کہ سب اپنے صحت کے ذمہ دار ہیں اور خوش فہمی سے بھلائی کے تو چھوٹی چھوٹی بات پہ بحث مباحثے نہیں ہوں گے سبیل کے آؤ کہ بہت اچھا ہے حق سے بھلائی اس کی جست و خیز میرا اعتبار کہنا بہت خوب صحت تحریر ہے بے شک بیشیال بوجھ نہیں ہوتی اور جو لوگ بیشیال کی بجائے بیشیال کو بہت دے ہیں ان کو خوش فہمی نہیں ملتا عجب اس کا سلم کے ساتھ ہوا محبت تیری خاطر مکمل کی تحریر ہے ہلاں کی بچہ کی محبت نے اسے برباد کرنے کی بھری کوشش کی مگر اس کے بھولوں کی کچی اور مخلص محبت نے اسے پھر سے سہلا دیا اسے بڑی بربادی سے بچا دیا تاکہ آپ نے اپنی بہن کی خاطر اپنی محبت اور خوشیوں کو قرآن کریم کو یاد دلانے وقت یہ کہ اس کو اپنا اچھا بیٹا تھا گنہگار تمام خدایہ بھی بہت اچھی عین دعاؤں میں یاد رکھیے کہ برباد اکل

اب اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت ہم سب کی نیک خواہشات پوری فرمائے اور ہماری پریشانیوں دور فرمائے وطن پاکستان کی دشمنی کی نظر بدست محفوظ رکھے اور اسے جی تو دنیا تک قائم و دائم رکھے آمین۔

(الحمد لله مسلسل اشاعت کے چالیس سال مکمل)



سچے سچے صحیفے

شہداء

ارم کمال..... فیصل آباد

سوال: شامکد جی ایہ کیا بات ہے ساجن کہ آتے ہی گوری سنگھار کرنے بیٹھ جاتی ہے اسے ساجن کے کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں؟

جواب: اس کا ہار سنگھار دیکھ کر ہی تو ساجن کھانا پکائے گا ویسے یہ گوری کہیں تم ہی تو نہیں؟

سوال: یہ کڑوڑ پتی شوہر شادی کے بعد لوڑ پتی کیسے ہو جاتے ہیں؟

جواب: تم جیسی بیویاں پہلے جینٹیلین خالی کرتی ہیں بعد میں معصوم بن کر ایسے سوال کرتی ہیں تو جواب بھی تم ہی بتاؤ۔

سوال: شیشہ ہو یا دل آخر تو جاتا ہے کیا کیوں ہوتا ہے؟

جواب: سنبھال لے دلا مشکل سے سنبھال پاتا ہے۔

سوال: جلدی سے بتاؤ کہ نفرت و محبت کب بنتی ہے؟

جواب: جب حد سے تجاوز کر جائے اب خود پر مت لیتا۔

سوال: اگر زندگی کے سفر میں حادثات کے اسپینڈر بریکز غم کی اندھیاں اور مصائب کی سوسائیاں آئیں تو کیا کرتا چاہیے؟

جواب: آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ اور ہوا کے سبک اڑتی جاؤ۔

سوال: آبی ہوگی بار آتی ہوں گلاب کے پھولوں سے ویلکم کریں۔

جواب: خوش آمدید آب آتی رہنا۔

سوال: آبی یہ بڑھائی ختم کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: بڑھائی ختم کر کے تم نے کرکٹ کھیلنی ہے کہاں۔

سوال: ابھی ہی دعاؤں اللہ حافظ۔

جواب: خوش رہو۔ گھر کے کام کاج کرنے کے ساتھ۔

سوال: صباؤ گرگر..... ڈکاؤ گرگر جڑو۔

جواب: آبی شامکد کیا حال ہے آتی ہو؟

سوال: یاد کیا ہوگا؟

جواب: یاد تو بہت کیا مگر..... اچھا چھوڑو یہ بتاؤ ایک ملائی ہو۔

سوال: آبی لانا لنگ ڈرائیو اتنی لانا لنگ کیوں ہوتی ہے؟

جواب: کبھی مٹی بھی ہوتا لنگ ڈرائیو یہ یا اس ایسے ہی شومار رہی ہو؟

سوال: آبی آپ غصے میں کیا کرتی ہو میں تو بلکہ ہم دونوں رونے شروع ہو جاتی ہیں۔

جواب: تمہارے روتے روتے سوالوں کے جواب دیتی ہوں ورنہ دل تو کرتا ہے.....

سوال: خوشی دانا..... ماچھیوال

سوال: خوبصورت سی آنکھیں، معصوم سا چہرہ، میٹھی سی آواز یاد اسرا اخلاق خوش مزاج اعتدال یہ تو ہونی میری بات..... اور سناؤ کیسی ہوا ہے؟

جواب: اگر اپنی بات کی تو پھر تم چلتی پھرتی نظر آؤ گی چھوڑو یہ بتاؤ شامکد گرم گرم کیا لائی؟

سوال: لوگ دیوانے ہیں بناوٹ کے ہم کہاں جائیں گے سادگی لے کر؟

جواب: آنچل کی محفل میں آؤ دل والے لوگ ملیں گے۔

سوال: ویسے آبی آپ کے کڑوے جواب بھی مزہ دیتے ہیں۔

جواب: جب ہی تم کر لیتے کچھ کرکٹ کر جاتی ہو۔

سوال: اے مجھے کھوٹا بندہ کریں نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا؟

جواب: جنہیں نظر کون لگائے گا تم تو خود محفل میں نظر بڑکے طور پر آتی ہو۔

سوال: قارئین متوجہ ہوں آبی چالیس کی ہو گئی ہیں ہنہ آبی۔

جواب: اب گھر جاؤ تمہاری چالیس سالہ آبی تمہارا بے صبری سے انتظار کر رہی ہیں۔

سوال: انیلا طالب..... گوجرانوالہ

سوال: پیاری حسین سی شامکد میرا شکر پلا جانے کو بہت جی چاہتا ہے پردہ ہے کہاں؟

جواب: تمہاری سرسرا کے دائیں طرف۔

سوال: اتنی محبت سے جواب دیتی ہیں کہ ہر بار دل کرتا ہے کہ آپ کی بزم سے جائیں ہی نہ؟

جواب: تم اتنی محبت سے آتی ہو کہ جواب دینے پر مجبور ہو جاتی ہوں۔

سوال: لکھنے کا جی نہ چاہتا ہے کیسے لکھا جائے؟

جواب: جیسے اپنی کہانیاں اُتھتی ہو زبردستی موڈ بنا کر ایسے

لگتی ہو۔

اس بندر یا کی تصویر ہمیں بھی ارسال کر دیتا تاکہ تمہاری خوب صورتی سے سب لطف اندوز ہوں۔

سوال: آپ جی روی کی نوکری میں مت بھیجے گا اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

شادی خیر شادی..... نور پور

جواب: روی کی نوکری نے تمہارا وزن برداشت نہیں کیا اور باہر پھینک دیا خوش ہو جاؤ۔

سوال: اہلبائی ہم بھڑا گئے۔

زندگی زریں خاں..... پشاور

جواب: کوئی بات نہیں لوٹ کے بدھو گھر کٹاؤ خوش۔

سوال: ہم نے سنا کہ آپ ہمیں بہت مس کر رہی تھیں۔

سوال: سلام کے بعد عرض ہے بڑھیا دادی (اب آیا تاں اونٹ پہاڑ کے نیچے) کیا آپ یہ ہر کسی کو سانس منڈکی دھمکیاں کیوں دیتی ہیں اب بھلا دیکھیے ناں سبویں چاند نے ہمارے آگن میں جھانکا ہے۔

جواب: بالکل..... آچل کی ساگرہ ہے چلو کام سے لگ جاؤ۔

سوال: جلدی سے بتاؤ میری دوست کی شادی ہو رہی ہے کیا گفت دوں؟

جواب: آتے ہی جھوٹ کا پہاڑ کھڑا کر دیا..... شرم تم کو مگر نہیں آتی اب اس پہاڑ پر چڑھ کر محصل جاؤ گی۔

جواب: دوستی ختم کرو تمہاری بچت ہو جائے گی اور وہ ساری زندگی خوش رہے گی۔

سوال: میری دوست بنی ہے دہن پھول کھلے ہیں دل کے.....

سوال: سنا ہے بڑی اچھی چلے ہیں آپ کے پاس مہنگی کے لیے ایک چلا تاویں۔ میری مہنگی دھم چال۔

جواب: جلدی سے بتاؤ میری دوست چلے تم کا لوگ یا تمہاری ساس۔

سوال: بالادب بلا لحاظہ جو جانی پیچھے بیٹے آپ کی شہزادی تشریف لائیں ہیں۔

سوال: ہم آپ کی جھوٹے منہ سے تعریف کر دیتے ہیں آپ ہماری کر دیجیے۔ شاکلہ حسین ہے آہ..... اللہ اس جھوٹ پہ معافی دیں۔

جواب: ہاں کوہ قاف کی شہزادی جیسے دیکھ کر ویسے ہی سب بھاگ گئے ہیں۔

پاکیزہ علی..... جتوئی

جواب: آسین آس پر خوش ہو جاؤ۔

سوال: ملنے کی غرض ہفتو چلتے ہیں انہوں کی طرح فراز دل بھر جائے تو جواب دینا بھی گوارا نہیں کرتے لوگ جواب:

سوال: یہ تو بتادیں جب پہلی بار چائے میں دودھ کے بجائے ہیرا پند شولہ راٹ پلا تھا تو مہارانی ساسو نے کیا کہا تھا؟

سوال: اپنے دل میں اوروں کے لیے وسعت پیدا کر لوگ مطلب سے نہیں بخت سے ملیں گے

جواب: یہ پھو ہڑپن کی مثالیں تم اپنی بتاؤ کیونکہ میں تو ہر کام میں طاق ہوں۔

سوال: وہ لوگ جو تم کو بھی بھی یاد آئیں ہو سکتے مجھ ان میں شکر لیتا

سوال: آپ یہ ہر لطفے میں پشمانوں کو کیوں کھینچتی ہیں؟ اگر میں نے پشمان تم شروع کر ڈالی تاں..... تو نہ پھر شاکلہ بیچے گی اور تاں کا راہب خانہ "ہم سے پوچھیے"

جواب: ہر شام کے بعد تم رہنے دو ہر شام کے بعد تم یاد آئے.....

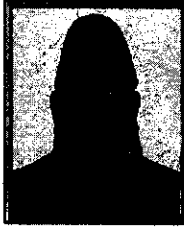
جواب: چلو تم برا مت مانو آج سے پشمانوں کی جگہ ڈائریکٹ کھینچ لوں گی پھر جو حال ہو نا راض مت ہوتا۔

سوال: چلیے محترمہ طانوی طرز کے گھیر دا پاؤں کو چھوتے فرماک کو پہنچے حسینہ عالم اپنے نازک ہاتھوں سے فرماک اٹھائے چلتی ہے..... اوہ منہ بند رکھے پھر آتی ہوں "اللہ پامان خادہ شے اللہ وسعہ اخیر خانہ آبادہ اوسانی"

جواب: ویسے کسی دن یہ سب کہان کر آئینہ ضرور دیکھنا اور پھر



ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا



ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ ”ماہنامہ آنجل“ کے معروف سلسلے ”آپ کی صحت“ کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔

چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ



ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر

قیمت
900/= روپے

براہ راست کلیٹک سے لینے پر

قدرتی بال، سر کی رونق بحال



ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر

قیمت
700/= روپے

براہ راست کلیٹک سے لینے پر

ایفروڈائٹ پین کلر



ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر

قیمت
700/= روپے

براہ راست کلیٹک سے لینے پر

ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی



ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر

قیمت
600/= روپے

براہ راست کلیٹک سے لینے پر

منی آرڈر بذریعہ
پاکستان پوسٹ کیسے کا پتہ:
منی آرڈر کر کے 14 ماہ بعد فارم نمبر، نام،
ایڈریس، مہنگاویہ، واپسی کی رقم
0320-1299119

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلیٹک

ایڈریس: دوکان نمبر C-5، کے ڈی فلیش فیز 4،
شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14-B، نارتھ کراچی 75850
فون نمبر: 021-36997059، صبح 10 تا رات 9 بجے
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں

زیر نگرانی:

محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا

محترم آپ خون کی کمی کے لیے Ferrum Phos 3x کو لیاں دن میں تین مرتبہ کھائیں۔ دوسرے مسئلے کے لیے 2 Damiana Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پیئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بتایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگو سکتے ہیں جس کی قیمت 800 روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افادہ ہوگا۔

حسب الزور، ناک سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 28 سال ہے، شادی شدہ ہوں میرے 2 مسائل ہیں، پہلا مسئلہ میرے معدے میں جلن رہتی ہے، کیس کی تکلیف بہت زیادہ ہے، یہاں تک کہ وضو زیادہ درجہ تک قائم نہیں رہتا، رات کو سوتے وقت بازوؤں اور ٹانگوں میں کیس کی وجہ سے بے چینی محسوس ہوتی ہے، ہر پر بھی کبھی کبھار بوجھ بن کر غصہ آجاتا ہے۔ انگریزی دوا میں کافی استعمال کرچکا ہوں لیکن مکمل افادہ نہیں ہو رہا۔ دوسرا مسئلہ حق زوجیت ادا کرنے کے بعد درد ہوتا ہے، کبھی کبھار بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تیسرا مسئلہ میری بیوی کا ہے اس کی عمر 22 سال ہے، اکثر سر میں درد ہوتا ہے، ہر درد کبھی کبھار اتنا بڑھ جاتا ہے کہ کبھی بھی دوائی سے کنٹرول نہیں ہوتا۔ برائے مہربانی مندرجہ بالا مسائل کے لیے دوائی تجویز کر دیں۔

محترم آپ اپنے پہلے مسئلے کے لیے Natrum Phos 6 اور دوسرے مسئلے کے لیے 30 Cantharis کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پیئیں اور اپنی بیوی کو 30 Usnea Barbarta کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک
ایئرکس: دکان نمبر 5-C کے ڈی اے فلیش انفر 4
شادمان ٹاؤن نمبر 2 سیکٹر 14-B تارخہ کراچی۔ 75850 فون
نمبر: 021-36997059
صبح 10:15 بجے شام 6:30 بجے۔

ایزی پیسا کاؤنٹ نمبر: 03494900800

خط لکھنا چاہتا:

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

الحمد لله مسلسل اشاعت کھ
چالیس سال مکمل)



کپ پانی میں بیضے میں ایک بار پیئیں۔ 25 سال کی عمر کے بعد قدرتی صفا مشکل ہوتا ہے، لیکن ان دواؤں سے امید کی جاسکتی ہے پانی اللہ بہتر کرے گا۔
میں پر یہاں مقصود سے لکھتی ہیں کہ میرے مسائل شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ اپنے پہلے مسئلے کے لیے 30 Sepia کے 5 قطرے اور کالے تلوں کے لیے 10 Thuja Q کے قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پیئیں، لیکن کو Mag 6x Phos 2 کو لیاں دن میں تین مرتبہ کھائیں۔

بہت مہیاں عبد المجید، دیپالپور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر پہلے بال کم تھے ہلکے رواں جیسے تھے، ہار باقریٹنگ کروانے سے پورا چہرہ بالوں سے بھر گیا ہے، اب چہرے پر مونے اور خت بال نکل آئے ہیں، ان بالوں کی وجہ سے پورا چہرہ بد نما سا لگتا ہے، ہاتھوں اور بازوؤں پر بھی بال ہیں اس کے علاوہ میرے جسم پر بھی بال ہیں ٹانگوں پر بازوؤں پر بھی مونے مونے بال ہیں، پیڑ میری آپ سے اتنا ہے کہ مجھے اس کا کوئی حل بتائیں اور مجھے پیٹ اور کانڈر (شوگر) بھی کم کرنے کے لیے کچھ بتادیں؟

محترم آپ چہرے اور جسم کے غیر ضروری بال ختم کرنے کے لیے Aphrodit Hair Inhibitor کے ساتھ ساتھ 3x Olum Jec کی ایک گولی صبح اور رات استعمال کریں۔ الفروڈائٹ ہیر انہیبیٹر 2 سے 3 بوتلوں کے استعمال سے ان شاء اللہ غیر ضروری بال نکلنا ہمیشہ کیلئے بند ہو جائیں گے اور دوسرے مسئلے کے لیے 10 Phytolacabery Q کے قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پیئیں، اس کے علاوہ چکنائی اور تیز مریج مصالحے کے کھانوں سے پرہیز کریں، پانی زیادہ پیئیں، روزانہ آدھا گھنٹہ دوک لازمی کریں۔

اعظم اقبال، انگرانی سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 28 سال ہے شادی کو 8 سال ہو گئے ہیں میری ایک بیٹی ہے، شادی کے ڈیڑھ سال بعد بیمار ہو گیا تھا پورے جسم سے خون ختم ہو گیا تھا، کافی علاج کرایا، اب کٹھن کافی بہتر ہے، مسئلہ یہ ہے کہ میری بیٹی 7 سال کی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اولاد بخش دی۔ علاج کے بعد میری کمزوری دور نہیں ہوئی، بہت سستی محسوس کرتا ہوں کوئی بھی کام ٹھیک سے نہیں کر سکتا، از دواجی زندگی بھی مسائل کا شکار ہو گئی ہے، حق زوجیت ادا نہیں کر سکتا، کوئی کرم دوا بھی نہیں کھا سکتا، بہت سے طبیعوں سے علاج کروایا مگر کچھ فرق نہیں پڑتا، ہر طرف سے ایس ہو کر آپ کو خط لکھ رہا ہوں پلیز میرے مسئلے کا کوئی بہتر اور مفید علاج بتائیں، اگر آپ نہیں تو اپنی اور اپنی بیوی کی رپورٹس بھی بھیج سکتا ہوں، کیا میں خاص طلاء استعمال کر سکتا ہوں؟ میرا خط ضرور شائع کیجئے گا جواب کا شدت سے منتظر ہوں گا۔

السرود تیزابیت کے لیے
ذرم معدہ، السر، چھوٹی آنت کا السر معدے کی تیزابیت اور
ڈھیلا پن میں اس پھل کا استعمال بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔

ہے اسی لیے اسے پاؤی بلڈنگ کے شائق لوگوں کے لیے تجویز
کیا جاتا ہے۔ خون کی حدت کو کم کرتا ہے اور کمزوری جسم سے دور
کرتا ہے۔ جسم پر وجود خشکی کو دور کر کے جلد کو چارابیت بخشتا
ہے۔ کھانسی اور صفرونی بخار میں مخرب واکسیر ثابت ہوتا ہے۔
سر داہمیشہ لپکا ہوا پختہ شکل میں کھانا چاہیے یہ غذائی کمی کو پورا کرتا
ہے۔ حکماء حضرت اس سے بیشتر امراض کی ادویات تیار کرتے
ہیں جو کہ مختلف بیماریوں سے نجات کا وسیلہ بنتی ہیں۔

سکترے

اس پھل کا مزاج سرد و تر ہے۔ لہذا یہ بلغمی مزاج والے
لوگوں کو استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح نزلہ کھانسی گلے
کی خرابی اور پیچہ پھروں کے امراض والے لوگوں کو بھی اس کا کھانا
مناسب نہیں ہے۔ موسم سرما میں سکترے کا ترش پھل استعمال
نہیں کرنا چاہیے۔ ماہرین کی رائے ہے کہ یہ پھل معدے
میں آکچ کر دو کھٹے کے اندر ضم ہو جاتا ہے۔ اس میں پانی کی
مقدار اسی فیصد ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں فاسفورس
پوٹاشیم آئیڈین، کیکسٹیم معدنی نمکیات اور گلوکوز شامل ہوتے
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موسم سرما میں ہمارا جسم صحت مند رہتا ہے۔
ہمارے ملک میں سردیوں میں یہ پھل دافر مقدار میں پیدا
ہوتا ہے۔

سکترہ دل اور معدے کو قوت دیتا ہے۔ نہایت مفرح
ہے۔ وحشت خفقان اور پیاس کو دور کرتا ہے۔ خون اور صفرا کی
حدت کو مٹاتا ہے۔ معدے و جگر کی سوزش کو دور کرتا ہے۔
پیشاب لاتا ہے۔ اس کی قاشوں پر تک چمڑک کر کھانے سے
ذائقہ ملتا ہے۔ دانٹوں کو ترشی محسوس نہیں ہوتی اس کی ترشی میں
مضرت نہیں ہے۔ صفراوی کھانسی کو بھی دور کرتا ہے۔ سکترے
کا چھلکا معدے کو قوت دیتا ہے۔ اس کو چہرے پر ملنے سے
جھاریاں اور سیاہ داغ دور ہوتے ہیں۔

الحمد لله مسلسل اشاعت کہ
چالیس سال مکمل



کسیر کا خون اگر بار بار بہتا رہے تو اس خون کے نکاس
سے دماغی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مرض زیادہ تر بچوں
کو لاحق ہوتا ہے اور وہ کند ذہن اور ست دکھائی دینے لگتے
ہیں۔ انہیں اگر جاپانی پھل کا مسلسل استعمال کرایا جائے تو ان
کا مرض جاتا رہتا ہے اور وہ دلوں میں تندرست ہو جاتے ہیں۔
الغرض یہ پھل اٹلی درجے کا حاس اور مفرح بدن ہے۔ جسم
کی دافر رطوبت کو جذب کرتا ہے فاسد مادوں کو چربی اور آنتوں
سے جدا کرتا ہے اور انہیں پیشاب کے راستے جسم سے خارج
کرتا ہے۔

سردا

یہ پھل خروڑے کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ شکل
و شبابت میں بالکل گرمے سے مشابہ ہوتا ہے۔ اسے اس کے
بچوں سے شناخت کیا جاتا ہے اس کے بیج چار مغز میں شامل
ہوتے ہیں۔ مزاج کے اعتبار سے یہ پھل سرد و تر اثرات کا حامل
ہوتا ہے۔ اسے گرم مزاج کے حامل لوگوں کے لیے قدرت
کا شاہکار انعام کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ پھل دل و دماغ کے
لیے مفیدی ہے۔ ان کی اصلاح کرتا ہے نہایت بڑھاتا ہے۔
اپنے مخصوص اجزاء کے باعث پیشاب آور ہوتا ہے۔ اسی لیے
مٹانے کے جملہ امراض میں اکسیر ہوتا ہے۔ مٹانے کی جگہ نرود
اور پتھری کو ختم کرتا ہے۔ اس کے اجزاء میں وٹامن بی کوا کثرت
حاصل ہوتی ہے۔ جسم میں نیا خون بنانے اور جسم کو غربہ بنانے
میں موزوں و معاون ہوتا ہے۔ یہ ایک فرحت بخش اور ذائقے
کے اعتبار سے شیریں پھل ہے۔ جسمانی طاقت کو تقویت دیتا

کلیک تیں

حسن احمد

انجیر کی افادیت

انجیر یہ سوچ کر اور نیت کر کے کھائیے کہ یہ جنت کا میوہ ہے۔ اس کی تعریف خود اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ یقیناً فوائد سے مالا مال ہے۔ انجیر کا استعمال کرتے وقت نرم اور تازہ انجیر کا انتخاب کیجیے۔ کالی اور سوکھی انجیر عام اوقات میں مت کھائیں۔ بعض وقت توڑتے ہوئے انجیر میں سفید سفید کیڑے بھی دکھائی دیتے ہیں لیکن انجیر بھی نہ کھائیں۔

اصلاح جگر کے لیے

انجیر جگر کی اصلاح کرنے میں بھی بہترین تصوری جاتی ہے۔ Liver Cirrhosis یعنی انحطاط کبدی میں جگر جب تیزی سے سکڑتا چلا جا رہا ہو یا اس میں ریشہ دار سائیں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں تو کچھ عرصہ نرمہ انجیر کھانے سے اس مرض سے نجات ملتی ہے۔

کمر درد کے لیے

جن افراد کی کمر میں درد رہتا ہو وہ بھی روزانہ انجیر کے تین دانے ضرور کھایا کریں۔ اس سے انہیں بے حد تقویت ملے گی اور ردی کی شکایت دماغ ہو جائے گی۔

جلدی امراض کے لیے

انجیر میں موجود ناسیائی ترشے (سیکک) ایسڈ مرکب ایسڈ اور ایسک ایسڈ) جراثیم سے پاک ہونے کے ساتھ ساتھ اینٹی بیکٹرک مل خصوصیات کے بھی حامل ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جلدی امراض میں انجیر کا استعمال بے حد سودمند خیال کیا جاتا ہے۔ پھوڑے، پھنسیوں میں انجیر کا شربت فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ چچک اور موٹی جھرا میں انجیر موز، مٹھی اور خوب کلاں کا جوشاندہ پلانے سے دانے آسانی سے نکل آتے ہیں کسٹھدی دور ہوتی ہے اور مرض کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔

ہیپاٹائٹس کے لیے

انجیر کا ایک اور فائدہ منہ پہلو ایک مووی مرض میں مقوی ہونا پایا گیا ہے جسے عرف عام میں ہیپاٹائٹس بی کہا جاتا ہے۔ مٹھی، انجیر اور شہد کا مرکب اس کے لیے ایک بہترین اور طاقت

ورٹیک ہے جو کہ انسانی جسم کے اعصابی نظام کے علاوہ معدہ، جگر، آنتوں اور گردوں کو بہترین دفاعی نظام فراہم کرتا ہے۔ بڑھاپے میں جب معدہ کی سائیں کمزور پڑ جاتی ہیں اور جسم میں یورک ایسڈ کی زیادتی پیدا ہوتی ہے تو ایسے میں انجیر کا استعمال یورک ایسڈ کے بہاؤ کے لیے مفید سمجھا جاتا ہے۔

دماغ کی کمزوری کے لیے

شک کھانسی، مفلجی کھانسی، چھوٹے بڑے جڑوں کے درد میں انجیر کا استعمال مفید ہے۔ سردی میں اگر بدن نہ ہو جائے تو اس کا کھانا جسم کو مناسب حرارت فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ دماغی کمزوری کے شکی ہیں وہ اس کا ناشتا کریں اس کے بعد سات باذانم ایک اخروٹ کی گری ایک چھوٹی الائچی کے نکلے ہوئے دانے لے کر انہیں سردابی کی طرح کھوت لیں اسے پانی اور مٹھی ملا کر روزانہ لیا کریں۔ اس سے حافظہ تیز ہوگا۔ انجیر ڈیڑھ سے دو گھنٹے میں ختم ہو جاتی ہے۔

پیٹ کے اچھارے کے لیے

جن لوگوں کو کھانے کے بعد پیٹ بوجھل بوجھل لگے، گیس کی شکایت ہو، اچھارہ ہو جائے انہیں چاہیے کہ وہ ہر کھانے کے بعد تین دانے تازہ انجیر کے کھالیا کریں اس سے ان کے پیٹ کا کھنچاؤ اور تناؤ کم ہو جائے گا۔ کھانا جلدی اور عذگی سے ختم ہوگا اور ان کی طبیعت بھی ہلکی پھلکی رہے گی۔ نہایت آسان اور محرب نسخہ ہے۔

قبض کے لیے

اس مرض میں انجیر بے حد سودمند پائی گئی ہے۔ جن لوگوں کو اس مرض کی شکایت لاحق ہو، اودیات کھانے کے باوجود آرام نہ آتا ہو ان کو چاہیے کہ وہ پابندی سے انجیر استعمال کیا کریں۔ اس عمل سے ان کی قبض کی شکایت رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی اور طبیعت میں اطمینان ہوگا۔ اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق وہ پانچ سے چھ دانے روزانہ ہر کھانے کے بعد استعمال کر سکتے ہیں۔

جاپانی پھل

یہ پھل اعلیٰ درجے کا باہم اور دماغی سے بھرپور ہے۔ عورتوں کے لیے لیکوریا کی کیفیت میں یہ فوائد میں بھی مسلم ہے۔ کئی خاتمن طرح طرح کی اودیات استعمال کرنے کے باوجود مریض ہی روتی ہیں لیکن جب اس پھل کو استعمال کرنا شروع کیا تو اس کے فوائد کی گرویدہ ہو گئیں۔